ابن صفی
نمبر
3
جاسوسی دنیا
103- تباہی کا خواب
104- مہلک شناسائی
105- دھواں ہوئی دیوار

پیشرس

جاسوسی دنیا کا ایکسو تیسرا ناول ''تباہی کا خواب'' ملاحظہ فرمائیے۔

کہانی کی ابتداء قاسم سے ہوتی ہے، لیکن پھر وہ مضحکہ خیز حالات آہستہ آہستہ سنجیدہ صورت اختیار کرتے چلے گئے ہیں اور اختتام پر آپ سوچیں گے کہ یہ کیا ہوگیا؟ اور پھر خود آپ کا ذہن ایک کہانی کی بنیاد ڈالنے لگے گا...... قاسم کی حماقت مآبیاں آپ کو ہنسائیں گی...... اور حمید صاحب تو ''سوتے جاگتے کی کہانی بن کر رہ گئے ہیں...... سوچتے ہی رہ جاتے ہیں کہ خود اس کہانی کو کہاں سے شروع کریں؟

بہرحال یہ خالص ''سسپنس'' کی کہانی ہے...... اور اگر آپ کا ذہن اس کے بعد کے واقعات خود بخود ترتیب دینے لگا ہے تو یقین رکھیے کہ اس کے بعد کی کہانی ''مار دھاڑ'' سے بھرپور ہوگی...... اور آپ کی اسی متوقع خواہش کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اس کے بعد کا ناول بھی خاص نمبر ہی ہو تاکہ آپ پوری طرح مطمئن ہوسکیں۔ اصل میں انگریزی کی اسپائی اسٹوریز پر مبنی فلموں نے بعض پڑھنے والوں کا ٹیسٹ بگاڑ دیا ہے اور وہ مجھ سے بھی یہی چاہتے ہیں کہ میرا ہیرو بھی ہر حال میں ''فولاد کا پٹھا'' ثابت ہو...... اوپر ہوائی جہاز نیچے توپیں۔ دائیں سمندر، بائیں آتش فشاں کبھی وہ بموں سے بچتا ہے کبھی توپ کے گولوں سے...... توپیں چلیں اور وہ دھم سے گر پڑا...... ارض وسما سمجھے شاید قصہ پاک ہوا لیکن...... یہ کیا؟...... اس نے تو ایک توپ کے دہانے میں چھلانگ لگائی تھی اور اس کی دُم کی طرف سے نکل کر سمندر کی ایک کشتی میں جا بیٹھا...... توپیں منہ دیکھتی رہ گئیں...... ہوائی جہازوں نے منہ کی کھائی! آتش فشاں منہ پیٹنے لگا اور قاری کا منہ دیکھنے کے قابل...... لیکن...... وہ ہیرو دوبارہ بھی منہ دکھاتا ہے...... میں باز آیا...... خدا مجھے معاف کرے! اور آپ اس قسم کی فرمائش کرنا چھوڑیئے۔ میں تو کہانی کی دلچسپی کا قائل ہوں کہ آپ کچھ ہی دیر کے لیے سہی...... اپنی الجھنوں سے نجات پالیں...... اور بس!

ابن صفی

خوابوں کا بیوپاری

عجیب وضع کا آدمی تھا......

ڈھیلے ڈھالے لبادے میں ملبوس اور ایک لمبی سی چھڑی ہاتھ میں لیے چیخ رہا تھا......!

''اے لوگو! میں خوابوں کا بیوپاری ہوں۔ میری طرف آؤ، جیتی جاگتی زندگی کے دکھوں کا مداوا کرو۔ اے لوگو......!''

اور پھر اس کی آواز گھنٹیوں کے شور میں دب کر رہ گئی! تیراکوں کی جیت پر گھنٹیاں بجانے والے اس کی طرف کھنچ آئے تھے اور اسے ایک لفظ بھی نہیں بولنے دے رہے تھے۔ جیسے ہی وہ ایک جملہ پورا کر کے آگے کچھ کہنا چاہتا وہ نہ صرف گھنٹیاں بجاتے بلکہ منہ سے بھی بھانت بھانت کی آوازیں نکال کر اس کا مضحکہ اڑاتے اور وہ اس طرح ہونٹ بھینچ لیتا جیسے کوئی بردبار باپ اپنے ناسمجھ بچوں کو جھڑک دینے کے بجائے اپنی ہی بوٹیاں نوچ ڈالنے کے امکانات پر غور کرنے لگا ہو......!

ایگل بیچ کے ساحل پر تیراکی کے مقابلے جاری تھے۔ یہ سالانہ مقابلے ایک طرح کا موسمی تہوار سا بن کر رہ گئے تھے۔

ہفتوں ایگل بیچ پر میلا سا لگا رہتا۔ سارے ہٹ آباد ہوجاتے۔ اور ساحل پر جا بجا مقامی ہوٹلوں کی رنگ برنگی چھتریاں نظر آتیں۔ جن کے نیچے تیراک یا تماشائی سارا دن بیٹھے مختلف قسم کی تفریحات میں مشغول رہا کرتے......!

اتنے بڑے مجمع کو سنبھالنا صرف بیچ ہوٹل کے بس کا روگ نہیں تھا۔ اس لیے شہر کے

دوسرے اچھے ہوٹل یہاں اپنی گشتی سروس بھی شروع کرا دیا کرتے تھے۔ ان کی ٹرالیاں چاروں طرف دوڑتی پھرتیں......!

جا بجا بجلی سے چلنے والے جھولے نصب کیے جاتے جن کے گرد بچوں کی بھیڑ نظر آتی۔

کہیں بازاری دواء فروش مجمع لگاتے اور کہیں سپیرے بین بجاتے دکھائی دیتے......!

سپیروں کے قریب زیادہ تر غیر ملکی لوگوں کی بھیڑ نظر آتی! وہ ان کی تصویریں کھینچتے اوران سے زہر مہرے کے نام پر سیاہ رنگ کے چمکدار پتھر خریدتے......!

لیکن یہ خوابوں کا بیوپاری......؟

سرمئی رنگ کے لبادے میں عجیب لگ رہا تھا۔ اس کی آنکھیں بڑی چمکیلی تھیں اور چہرے پر غیر معمولی صحتمندی کے آثار پائے جاتے تھے!......ڈھلکی ہوئی گھنی مونچھیں اس کی شخصیت کو کچھ اور زیادہ پراسرار بنا دیتی تھیں۔

دفعتاً اس نے اپنی لمبی سی چھڑی آسمان کی طرف اٹھائی اور پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ چیخنے لگا۔

گھنٹیاں بھی اسی مناسبت سے ہلائی جانے لگیں تھیں اور لوگ حلق پھاڑنے لگے تھے۔

اچانک ایک گرجدار آواز اس شور پر غالب آ گئی!

''چوپ راؤ سالو......نہیں تو ایک ایک کا کھون پی لوں غا......!''

اور پھر وہ مجمع میں سے نکل کر اس اونچی جگہ پر جا پہنچا جہاں خوابوں کا بیوپاری کھڑا اپنی چھڑی مسلسل لہرائے جا رہا تھا......!

اس کا یہ ہمدرد......گرانڈیل احمق قاسم تھا......!

اس نے مُکّا تان کر مجمع کو للکارا......''تم سب دفان ہو جاؤ یہاں سے......ورنہ......ورنہ......پھر دیخ ہی لینا......!''

لوگ ایک ایک کر کے کھسکنے لگے۔ پہلوان نما آدمی کے تیور انھیں خطرناک نظر آئے تھے! ذرا ہی سی دیر میں وہ دونوں وہاں تنہا رہ گئے!

''مجھے کہنے دیجیے!'' خوابوں کا بیوپاری بڑی شائستگی سے بولا۔ ''آپ نے میرا مجمع خراب کر دیا......!''

''کیا مطلب......؟'' قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

''آپ نے میرا بزنس تباہ کر دیا......! میرے خواب تباہ کر دیئے!''

''اے تم آدمی ہو یا......!''

''صبر صبر......!'' وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ ''پہلے پوری بات سن لیجیے......!''

''سناؤ......!'' قاسم نے سر جھٹک کر کہا۔

''یہ شور مچانے والے میری پبلسٹی کا ذریعہ ہیں......!''

''وہ کس طرح......؟'' قاسم کا غصہ تیز ہوتا جا رہا تھا۔

''ان کے شور پر......دور دور کے لوگ اس طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ آخر آپ بھی تو ان کے شور ہی کی وجہ سے اس طرف کھنچے چلے آئے تھے......!''

قاسم دل میں تو قائل ہو گیا لیکن ظاہری طور پر اتنی جلدی ہار مان لینے میں اسے اپنی توہین نظر آئی!

''اے تم چار سو بیس ہو......سمجھے۔!'' اس نے جھلاہٹ کا مظاہرہ کیا......!

''اتنے سخت الفاظ استعمال نہ کیجیے......!''

''نہیں تو میں تمہیں حلوہ کھلاؤں گا خوش ہو کر......خوابوں کے بیوپاری ہیں......ہینہ......!''

''جی ہاں......میں خوابوں کا بیوپاری ہوں......'' وہ تن کر بولا۔

''کسی اور کو بیقوف بنانا......!''

''مجھے افسوس ہے کہ پڑھے لکھے ہو کر اس قسم کی گفتگو کر رہے ہیں......!''

قاسم سوچنے لگا...... اچھا تو کیا وہ صورت ہی سے پڑھا لکھا معلوم ہوتا ہے اگر یہ بات ہے تو اسے سوچ سمجھ کر گفتگو کرنی چاہئے......!

''اے تو مجھے سمجھاؤ نا......کسی طرح خوابوں کا بیوپار کرتے ہو......!''

''ہاں اب آپ نے قاعدے کی بات کی ہے۔ اچھا چلئے میرے ساتھ!''

''قہاں چلوں......!''

''میں بیچ ہوٹل کے ایک کمرے میں مقیم ہوں!''

''وہاں قیوں چلوں۔ یہیں بتاؤ نا......سب کے سامنے......!''

''کئی باتیں میری سیکریٹری بتائے گی!''

''تمہاری سیکریٹری.....؟''

''جی ہاں.....میری سیکریٹری.....!''

قاسم اس طرح منہ چلانے لگا جیسے سیکریٹری پیٹ بھرنے کی کوئی چیز ہو

''اچھا وہ بوڑھی کھوسٹ.....!'' اس نے اپنی دانست میں بڑی چالاکی کا ثبوت دیا۔

''جی نہیں.....! اس کی عمر زیادہ سے زیادہ بیس سال ہوگی!''

''اچھا اچھا.....تو وہ کسی اور کی سیکریٹری ہوگی۔ کھیر جناب چلئے!''

پیچ ہوٹل یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔

کمرہ نمبر گیارہ میں پہنچ کر قاسم نے سوچا اچھا ہوا کہ بات بڑھی نہیں تھی ورنہ اتنی عمدہ سیکریٹری کیسے دیکھنے کو ملتی۔ لیکن یہ عورت تو کسی طرح معلوم ہی نہیں ہوتی..... بالکل لونڈوں کی طرح انگریزی بال کٹوار کھے ہیں۔ ویسے ہے تگڑی..... اسکرٹ کی بجائے پتلون پہنتی تو اور زیادہ اچھی لگتی.....!

''تشریف رکھئے جناب.....!'' خوابوں کے بیوپاری نے کہا اور قاسم چونک پڑا۔ کیونکہ وہ تو کمرے میں قدم رکھتے ہی سیکریٹری میں کھو گیا تھا۔

''جی ہاں..... جی ہاں.....!'' اس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا اور دھم سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ اس کے بوجھ سے صوفے کے اسپرنگ بول اٹھے تھے.....!

''آپ میرے بزنس کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتے ہیں!'' خوابوں کے بیوپاری نے پوچھا۔

''میں.....میں.....جی.....آپ جو مناسب سمجھیں.....معلوم کرادیں، ہی.....ہی.....ہی.....!''

قاسم سیکریٹری کو دیکھ کر ریشہ خطمی ہوا جا رہا تھا۔

''میں خوابوں کا بیوپاری ہوں!''

''جی.....اچھا.....!'' قاسم نے سیکریٹری کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔

''آپ شاید مجھ سے بحث کرنے آئے تھے!''

''نہیں تو..... اللہ قسم..... یہ کس نے کہہ دیا'' قاسم نے حیرت ظاہر کی۔

''پھر آپ کس لیے آئے ہیں؟''

''بیوپار دیکھنے.....!''

''میں خواب فروخت کرتا ہوں!''

''کر دیجئے دو چار میرے ہاتھ فروخت.....!'' قاسم نے دانت نکال دیئے اور وہ اب بھی بار بار کنکھیوں سے سیکریٹری کو دیکھنے لگتا تھا۔

''کمال کرتے ہیں آپ بھی یہ تو پوچھئے کہ فروخت کس طرح کرتا ہوں۔''

''کوئی پرواہ نہیں۔ جس طرح بھی کرتے ہوں کر دیں.....!''

''ہوں.....!'' وہ طویل سانس لے کر کسی سوچ میں پڑ گیا پھر بولا۔

''کیا آپ نے کبھی کوئی ادھورا خواب دیکھا ہے۔''

''ادھورا خواب؟ ادھورا کیسا ہوتا ہے بھائی صاحب!''

''مطلب یہ کہ کبھی کوئی اچھا سا خواب دیکھتے دیکھتے آنکھ کھل گئی ہو اور آپ نے سوچا ہو کاش ابھی آنکھ نہ کھلتی اور خواب جاری رہتا.....!''

''ہاں۔ ہاں۔ بہت دیکھے ہیں ایسے خواب!'' قاسم خوش ہو کر بولا۔

''کیا آپ ان خوابوں میں سے کسی کو دہرانا چاہتے ہیں.....!''

''یعنی پھر سے دیکھنا چاہتا ہوں.....!'' قاسم نے پوچھا۔

''جی ہاں.....یہی مطلب ہے.....!''

''جرور..... جرور..... اگر ایسا ہے تو پھر آپ مجھے نوشابہ والا خواب دکھا دیجئے.....!''

''نوشابہ والا.....؟''

''جی ہاں..... جی ہاں..... ابھی پرسوں ہی نوشابہ کو خواب میں دیکھا تھا لیکن پوری طرح نہیں دیکھ سکا تھا۔''

''ہوں.....!'' وہ پھر کسی سوچ میں پڑ گیا۔

اب وہ قاسم کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا لہٰذا قاسم کو موقع مل گیا کہ پھر اس کی سیکریٹری کو گھورنا شروع کر دے.....!

یہ لڑکی دیسی ہی تھی لیکن اس نے بغیر آستینوں کا بلاؤز پہن رکھا تھا۔ خوبصورت بھی تھی اور صحت مند بھی......!

کچھ دیر بعد بیوپاری نے کہا۔ ''ڈھائی سو روپے!''

قاسم چونک پڑا اور اس طرح اسے دیکھنے لگا جیسے محض آواز پر چونکا ہو بات سمجھ میں نہ آئی ہو!

''ڈھائی سو روپے......!'' بیوپاری نے دہرایا۔

''لیکن......لیکن انھوں نے تو کچھ پوچھا نہیں۔'' قاسم نے شرما کر سیکریٹری کی طرف اشارہ کیا۔

''کیا مطلب؟''

''تم نے ہی تو کہا تھا کہ کچھ یہ بھی سمجھائیں گی!''

''اب کیا ضرورت ہے۔ آپ تو خود بخود ہی سب کچھ سمجھ گئے!''

''کھیر......کھیر......!'' قاسم سر ہلا کر بولا۔ ''مجھے دکھاؤ نوشابہ کا خواب!''

''چلئے......!'' خوابوں کا بیوپاری اٹھتا ہوا بولا۔

''کہاں چلوں؟''

''اپنے ٹھکانے پر جہاں آپ آرام سے لیٹ کر سو سکیں!''

''ارے میں تو یہاں......اس صوفے پر لیٹ کر سو سکتا ہوں!''

''جی نہیں...... یہاں مناسب نہیں ہے!''

''تو پھر چلئے......!'' قاسم اٹھتا ہوا مردہ سی آواز میں بولا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر وہ پھر مڑا تھا اور سیکریٹری پر الوداعی نظر ڈالتے ہوئے اس نے ٹھنڈی سانس لی تھی۔

قاسم سوچ رہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔ یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔ ٹھینگے پر گئے خاب واب! میں تو سیکریٹری کو دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے گیا تھا۔ یہ سالا بھلا خواب کیسے دکھائے گا۔

''ہاں کدھر چلوں جناب......؟'' دفعتاً خوابوں کے بیوپاری نے پوچھا وہ ہوٹل سے باہر

آ گئے تھے!

''میں کیا جانوں......!'' قاسم جھنجھلا گیا۔

''کیا بات ہوئی جناب؟''

''نہ ہوئی ہو......!'' قاسم نے لاپروائی سے شانوں کو جنبش دی۔

''پھر آپ نے میرا وقت کیوں برباد کرایا؟''

''تم کس طرح دکھاؤ گے خواب!''

''آپ تو مطمئن ہو گئے تھے۔ اب کیوں یہ سوال اٹھایا ہے!''

''مرضی کا مالک ہوں چاہے اٹھاؤں سال، چاہے بٹھاؤں سوال!''

''آپ میرا مذاق تو نہیں اڑا رہے!''

''اے تم مجھے الّو بنا رہے ہو۔ پہلے کہا تھا کہ سقریٹری بھی بات کرے گی۔ اب ٹہلا رہے ہو......!''

''پتہ نہیں آپ کیسی باتیں کر رہے ہیں۔ اگر آپ نے یہ نہ کہا ہوتا کہ ساری باتیں آپ کی سمجھ میں آ گئی ہیں تو شاید سیکرٹری ہی آپ کو سمجھاتی! میرے پاس اتنا وقت کہاں ہوتا ہے کہ کسی سے مفصّل گفتگو کر سکوں!''

''تو اب سمجھوا دو نا چل کر......!''

''آپ آخر چاہتے کیا ہیں......!''

''خواب دیکھنا چاہتا ہوں!''

''تو میں کب کہہ رہا ہوں کہ نہ دکھاؤں گا...... چلئے اپنے ٹھکانے پر!''

''اچھا چلو......!'' قاسم غرّایا۔

وہ اسے اپنے ہٹ میں لے آیا...... پورے علاقے میں دو چار ہی ایسے شاندار ہٹ رہے ہوں گے......!

''یہ آپ کا اپنا ہٹ ہے!''

''بالکل......!''

''خیر...... ہاں تو اب آپ سونے کی تیاری کیجئے!''

"یعنی کہ......سلیپنگ سوٹ پہن لوں......!"

"یقیناً......آپ کو آرام سے لیٹ جانا ہوگا......"

"اچھی بات ہے......" قاسم نے کہا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا!

آج کل وہ مستقل طور پر یہیں مقیم تھا۔ بیوی اپنے والدین کے پاس تھی۔ اس لیے کھلی چھٹی مل گئی تھی قاسم کو......!

تھوڑی دیر بعد وہ سلیپنگ سوٹ پہنے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔

"ہاؤں جی......اب پھرماؤ......!" اس نے خوابوں کے بیوپاری کو گھورتے ہوئے کہا۔

"تشریف رکھیے......دو چار باتیں اور ہیں۔"

"اے تو کیا باتیں ہی کیے جاؤ گے۔ اسی لیے تو کہہ رہا تھا کہ دو چار باتیں سیکریٹری سے بھی کرا دو......!"

"فون ہے یہاں......؟"

"قیوں نہیں......!"

"اپنے ہٹ کا نمبر بتائیے سیکریٹری کو یہیں بلوائے دیتا ہوں!"

"بیاسی......نمبر بیاسی......!" قاسم خوش ہو کر بولا۔ "اور آپ کیا پئیں گے جناب......! کافی یا چائے......!"

قاسم اسے بیڈ روم میں لایا......فون بھی وہیں تھا۔

اتنے میں کسی نے دروازے پر سے دستک دی۔

"ہائے کون آمرا اس وقت......!" قاسم کراہا......اسے بیوی کا خوف تھا شہر سے باہر تو نہیں گئی تھی کسی وقت بھی مائیکے سے ادھر کا رخ کر سکتی تھی! وہ خوابوں کے بیوپاری کو بیڈ روم ہی میں چھوڑ کر صدر دروازے تک آیا۔ کسی نے پھر دستک دی۔ قاسم نے ایسا ہی منہ بنایا جیسے کوئی گھنی عورت خاموشی سے کسی پر کلکلائی ہو......!

دروازہ کھولا تو کھوپڑی ناچ کر رہ گئی!

سامنے کیپٹن حمید کھڑا مسکرا رہا تھا......!

"ہاں......ہاں......!" قاسم نے بھاڑ سا منہ کھول کر کہا۔ "سب سالے اسی وقت آن

مریں گے......!"

"کیا کچھ دیر پہلے کوئی اور سالا بھی مر چکا ہے۔" حمید کہتا ہوا اندر آ گیا۔ غالباً اس نے تاڑ لیا تھا کہ قاسم جھلاہٹ میں دروازہ بند کر دے گا۔

اس کے تیور ہی ایسے تھے......!

"چلے جاؤ......یہاں سے......!" قاسم دھاڑا۔

"تم آخر اتنے بداخلاق کیوں ہو رہے ہو!"

"ٹھینگے پر گیا اخلاق دوخلاق بس تم یہاں سے چلے جاؤ......!"

حمید نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہاں کون ہے......؟"

"تمہارا باپ......!" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

"اچھا تو اب تم یہاں سے چلے جاؤ!"

"قیوں......!"

"باپ میرا ہے کہ تمہارا......!"

"میں کہتا ہوں......بات نہ بڑھاؤ......!"

"اپنے باپ سے ملے بغیر نہیں جا سکتا۔ کئی سال سے ملاقات نہیں ہوئی!" اتنے میں باہر سے ایک نسوانی آواز آئی۔ "کیا ہٹ نمبر بیاسی یہی ہے!"

قاسم جھپٹ کر آگے بڑھا اور جلدی جلدی بولنے لگا۔ "جی ہاں......ترشیف......تشریف لائیے......آپ کے وہ اندر بیٹھے ہوئے ہیں!"

"ارے تو وہ ہیں اندر......!" حمید آہستہ سے بولا۔

"تم چپ رہو!" قاسم پلٹ کر غرایا۔

اور ایک الٹرا موڈرن لڑکی کمرے میں داخل ہوئی! حمید نے اس کا جائزہ لیتے وقت جلد جلد پلکیں جھپکائیں......!

"مسٹر ولیجاہ کہاں ہیں!" لڑکی نے قاسم سے پوچھا۔

"ویسے......ادھر......وہاں......اس کمرے میں جائیے!" قاسم نے بوکھلائے ہوئے انداز میں دوسرے کمرے کے دروازے کی طرف اشارہ کیا، لڑکی دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

’’تو یہ بات ہے!‘‘ حمید نے طویل سانس لی۔

’’تم سے مطلب؟‘‘

’’یہ مسٹر ولیجاہ کون ہیں؟‘‘

’’میں قہتا ہوں چلے جاؤ یہاں سے!‘‘

’’کیوں شامت آئی ہے!‘‘

’’اچھا تو تم قیا قر لو غے......!‘‘ غصے میں قاسم آستین چڑھانے لگا۔

’’ابھی بھیجتا ہوں......!‘‘ حمید دروازے کی طرف مڑا۔

’’قس قس......کس قو......!‘‘

’’تم اچھی طرح جانتے ہو!‘‘ حمید نے اس کی طرف مڑے بغیر کہا۔

’’میں تو نہیں جانتا......!‘‘

’’یہ بھی کہہ دوں گا کہ اب تو وہ تمہیں جانتا تک نہیں!‘‘

’’قیوں گھپلا کر رہے ہو......!‘‘ قاسم تھوک نگل کر بولا۔

’’مسٹر ولیجاہ کی شکل دیکھے بغیر میں یہاں سے واپس نہیں جاؤں گا، سمجھے......!‘‘ وہ کہتا ہوا قاسم کی طرف مڑا۔

’’دیخ لینا......دیخ لینا......آہستہ بولو......!‘‘

’’چلو منظور......آہستہ ہی بولوں گا......!‘‘

’’بیٹھ جاؤ......!‘‘ قاسم اسے صوفے کی طرف گھسیٹتا ہوا بولا۔

دونوں قریب قریب بیٹھ گئے اور قاسم کچھ کہنے کے لیے طرح طرح کے منہ بناتا رہا پھر بولا۔ ’’ابے ہاں......ہے تو بے وقوفی ہی......لیقن میں نے کہا دیکھوں تو کیا چکر ہے!‘‘

’’کوئی بھی چکر ہو......!‘‘ حمید نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

’’اے ہاں......!‘‘ قاسم آہستہ سے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ ’’سالا کہتا ہے خواب دکھا سکتا ہوں!‘‘

’’اچھا......!‘‘

’’میں نے اس سے ایک خواب دیکھنے کو کہا......بس ہے ایک خواب اس کے بارے

میں نہیں بتاؤں گا۔ ایک بار تھوڑا سا دیکھا تھا۔ بہت باقی رہ گیا تھا۔‘‘

’’ہوں......!‘‘ حمید نے طویل سانس لے کر ہونٹ بھینچ لیے اور قاسم کہتا رہا۔ ’’وہ کہتا ہے تم سونے کے لیے لیٹ جانا۔ میں تمہیں وہی خواب پھر سے دکھادوں گا۔ پورا خواب......بالکل پورا......!‘‘

’’اب مجھے ان کی زیارت بھی کرادو......!‘‘ حمید نے کہا۔

قاسم کسی قدر پس وپیش کے بعد اسے اس کمرے میں لایا جہاں وہ دونوں موجود تھے۔

’’یہ میرے حمید بھائی ہیں۔!‘‘ قاسم نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

’’اچھا......؟‘‘ ولی جاہ کے لہجے میں لاپروائی تھی۔

’’آپ کی تعریف......‘‘ حمید نے پوچھا۔

’’میں ولی جاہ ہوں......!‘‘ اس نے پروقار لہجے میں کہا۔ ’’اور یہ میری سیکریٹری عالیہ نریمان......!‘‘

’’آپ سے مل کر بڑی خوشی ہوئی......!‘‘ حمید نے سیکریٹری کی طرف مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

اس کا ہاتھ کسی ہچکچاہٹ کے بغیر قبول کیا گیا تھا اور ولی جاہ قاسم کی طرف متوجہ ہوگیا۔

’’اب جلدی کیجئے......!‘‘ اس نے کہا۔

’’جی ہاں......جی ہاں......‘‘ قاسم بولا۔

’’آپ خواب دکھاتے ہیں۔‘‘ حمید نے اس سے پوچھا۔

’’جی ہاں......!‘‘ پرسکون لہجے میں جواب دیا گیا۔

’’اس کے لیے کونسا طریقہ اختیار کرتے ہیں آپ!‘‘

’’عمل تنویم......!‘‘

’’اچھا اچھا......لیکن یہ تو کسی خاص قسم کا خواب دیکھنا چاہتے ہے......!‘‘

’’یہ ان کی اپنی مرضی پر منحصر ہے۔ جس وقت میں انھیں ٹرانس میں لا رہا ہوں گا جو کچھ سوچیں گے وہی خواب میں بھی دیکھیں گے!‘‘

’’تو قیا مجھے ہی سوچنا بھی پڑے گا......!‘‘ قاسم نے پوچھا۔

"یقیناً جناب...... بھلا میں کیا جانوں کہ آپ کس قسم کا خواب دیکھنا چاہتے ہیں......!"

قاسم نے سیکریٹری کی طرف دیکھا، لیکن وہ دوسری طرف دیکھ رہی تھی لہٰذا پھر وہ ولی جاہ ہی کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔

وہ کہہ رہا تھا۔"اب آپ آرام سے بستر پر لیٹ جایئے!"

"اور...... اور...... انھیں کیوں بلوایا ہے۔" قاسم نے شرمیلے انداز میں سیکریٹری کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ بھول رہے ہیں جناب! آپ ہی نے اس پر اصرار کیا تھا ورنہ ان کی موجودگی ضروری نہیں تھی!" ولی جاہ نے خشک لہجے میں کہا۔

"لیکن میری موجودگی یہاں ہر حال میں ضروری ہوگی۔" حمید بولا۔

"قیوں...... نہیں...... قیوں نہیں......!" قاسم نے فراخدلی کا مظاہرہ کیا......!

"اچھا اچھا...... بس لیٹ جاؤ" حمید نے قاسم کا بازو پکڑ کر بستر کی طرف لے جاتے ہوئے کہا۔

دفعتاً قاسم کچھ سراسیمہ سا نظر آنے لگا۔ بس ذہنی رو ہی تو ہے! بہک گئی ہوگی اور پھر قاسم کی ذہنی رو......!

اس نے بڑی بے بسی سے کہا۔"حمید بھائی! تم میرے پاس ہی موجود رہنا......!"

"ہاں ہاں...... تم فکر نہ کرو......!"

قاسم لیٹ گیا۔ اور ولی جاہ بولا۔"اب آپ وہی سوچنا شروع کردیجیے جو کچھ خواب میں دیکھنا چاہتے ہوں......!"

"تمہیں تو نہیں معلوم ہوگا کہ میں قیا سوچ رہا ہوں۔" قاسم نے کھسیانی ہنسی کے ساتھ پوچھا۔

"جی نہیں...... بھلا مجھے کیونکر معلوم ہوگا۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے......!"

ولی جاہ نے کرسی آگے کھسکائی اور مسہری کے قریب اس طرح بیٹھ گیا کہ بہ آسانی قاسم کی آنکھوں میں دیکھ سکے!

"میں سوچ رہا ہوں!" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"آپ کو نیند آرہی ہے......!" ولی جاہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔

"آپ گہری نیند سو جائیں گے اور اپنا سوچا ہوا خواب دیکھیں گے......!"

قاسم نیندا سی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھتا رہا۔

ولی جاہ کہہ رہا تھا۔"خواب کی تکمیل کے بعد آپ خود بخود جاگیں گے...... آپ سو رہے ہیں......!"

قاسم کی آنکھیں بند ہوگئیں اور ولی جاہ کہتا رہا۔"نیند گہری ہوتی جا رہی ہے...... گہری...... اور گہری......!"

پھر وہ اس کے بستر کے پاس سے ہٹ آیا اور حمید کو دوسرے کمرے میں چلنے کا اشارہ کرتے ہوئے اپنی سیکریٹری کو ساتھ آنے کو کہا۔

وہ تینوں نشست کے کمرے میں آبیٹھے......!

"آپ تو بڑے باکمال آدمی ہیں جناب......!" حمید بولا۔ سیکریٹری عالیہ نریمان اسے بھی اچھی لگی تھی......!

ولی جاہ کچھ نہ بولا۔ اس کی چمکیلی آنکھیں کسی سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں......!

"آدمی بیوقوف معلوم ہوتا ہے۔!" وہ تھوڑی دیر بعد بڑبڑایا۔"دولت مند بھی ہے...... اس سے کام نکل سکتا ہے......!"

"جی......!" حمید چونک کر اسے گھورنے لگا۔

وہ بھی اب حمید کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"کیا آپ نے مجھ سے کچھ پوچھا۔"

"اس سے کون سا کام نکل سکتا ہے۔ آپ کا......!"

"وہ میری مدد کرسکتا ہے! اگر چاہے گا تو بزنس میں بھی حصہ دے دوں گا......!"

"بزنس...... کس قسم کا بزنس......!"

"میرا اپنا بزنس! یہی جو کر رہا ہوں!"

"کیا اس نے معاوضہ ادا کر دیا......!" عالیہ نریمان نے انگریزی میں پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں...... میں نے اس سے ڈھائی سو کہے تھے۔ جتنا اس کا جی چاہے گا دے دے گا۔ میں اس سے بحث نہیں کروں گا۔"

"ڈھائی سو! ایک خواب دکھانے کے......!" حمید نے حیرت سے کہا۔

"جی ہاں...... کیوں کیا یہ زیادہ ہے......!"

"عقل کے ناخن لیجئے جناب......کون ایک ماہ کی تنخواہ ایک خواب کے عیوض آپ کے حوالے کر دے گا۔"

"ڈھائی سو والے جاگتے ہی میں خواب دیکھ لیتے ہیں انھیں اسکی ضرورت نہیں۔ اور پھر میرا کام بڑی وسعت رکھتا ہے۔ میں گمشدہ چیزیں تلاش کرنے میں بھی مدد دے سکتا ہوں۔"

"وہ کیسے جناب؟"

"بسا اوقات کوئی بہت ہی قیمتی چیز کہیں رکھ کر بھول جاتے ہیں آپ کو خواب کے ذریعہ یاد دلایا جا سکتا ہے کہ وہ چیز کہاں رکھی تھی۔"

"ہاں یہ ہوئی کسی قدر کام کی بات......!"

"بہت وسعت ہے میرے طریق کار میں۔ لیکن افسوس یہاں ہر کام کے ماہر ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں! کوئی نہیں پوچھتا اور میں ایک فٹ پاتھی حکیم کی طرح جگہ جگہ مجمع لگاتا پھرتا ہوں!"

"اس کے باوجود بھی ایک سیکریٹری کے بغیر کام نہیں چلتا۔"

"اُوہ تو کیا میں بھوکوں مرتا ہوں۔!" وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔ "اس عالم میں بھی سات آٹھ ہزار روپے ماہوار سے کم نہیں کماتا......!"

دفعتاً دوسرے کمرے سے قاسم کی چیخیں سنائی دیں۔

"ارے......ارے...... باپ رے......ارے میں نہیں ہوں...... ہائے ہائے...... مار ڈالا......ارے بچاؤ......بچاؤ......اللہ قسم ماف کر دو۔ ہائے......ارے......!"

سرخ دُھواں

پھر وہ تینوں ہی اس کمرے میں گھس پڑے تھے جہاں قاسم سویا تھا......!

سو تو وہ اب بھی رہا تھا لیکن بیٹھے بیٹھے...... چیخ بھی رہا تھا اور اس کے ہاتھ اس طرح خلاء میں ناچ رہے تھے جیسے چوٹیں بچانے کی کوشش کر رہا ہو......!

حمید نے آگے بڑھنا چاہا لیکن ولی جاہ نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"ٹھہریئے......!" وہ آہستہ سے بولا۔ "خود ہی بیدار ہونے دیجئے ورنہ ذہن پر برا اثر پڑے گا۔"

دفعتاً قاسم اسی حالت میں اچھل کر کھڑا ہو گیا اور اس کی آنکھیں بھی کھل گئیں......!

پہلے تو بوکھلائے ہوئے انداز میں ایک ایک کی شکل دیکھتا رہا۔ پھر آنکھیں ملنے لگا اور اب جو آنکھیں کھولیں تو ولی جاہ پر جھپٹ ہی پڑا۔

"ارے...... ارے......!" ولی جاہ بوکھلا کر پیچھے ہٹ گیا اور حمید نے دونوں کے درمیان آتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا بدحواسی ہے۔ ہوش میں آؤ......!"

"نہیں ماف کروں غا۔ میرے ساتھ چار سو بیس ہوئی ہے۔ ہٹ جاؤ سامنے سے......!"

"تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ سوتے سوتے غل غپاڑا مچانے لگے!"

"میں قہتا ہوں یہ چار سو بیس ہے!"

"جناب...... جناب......" ولی جاہ کی آواز سنائی دی۔

"کھاموش رہو......تم جھوٹے ہو......!"

"آپ میری توہین کر رہے ہیں......!" اب ولی جاہ بھی آگے بڑھتا ہوا چیخا......اور سیکریٹری اس کا بازو پکڑ کر پیچھے کھینچنے لگی۔

"ہاں...... ہاں......تم نے میرے ساتھ چار سو بیس کی ہے۔ میں نے کب کہا تھا کہ نوشابہ کے باپ کو بھی دکھا دو......!"

"کیا......؟" حمید کا منہ کھل گیا۔

"ہاں...... ہاں......اس سالے نے مجھے غنڈوں سے گھروا لیا تھا۔"

"تم کیا بک رہے ہو.....!" حمید.....اس کا شانہ پکڑ کر جھنجھوڑتا ہوا بولا.....!

"ارے ہاں۔ بس میں اس سے میٹھی میٹھی باتیں کر ہی رہا تھا کہ اس کا باپ آ گیا اور سالے نے دھوکے سے گھیر لیا۔"

عالیہ ہنس پڑی۔ حمید بھی مسکرایا تھا لیکن ولی جاہ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

دفعتاً وہ دہاڑا۔ "آپ نے سونے سے پہلے اس کے بارے میں کیوں سوچا تھا؟"

"مم..... ہاں سوچا تو تھا۔"

"پھر مجھے کیوں الزام دے رہے ہیں!" وہ پہلے ہی کے سے انداز میں چیخا.....!

"یہ نوشابہ کون ہے؟" حمید نے قاسم کے شانے پر ہاتھ مار کر پوچھا۔

"ہے! تم نہیں جانتے!" قاسم نے ولی جاہ کی طرف سے توجہ ہٹائے بغیر کہا۔

وہ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ پھر وہ سر تھامے ہوئے بستر پر جا بیٹھا۔

وہ تینوں ہی اب اسے حیرت سے دیکھ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد قاسم بستر سے اٹھا اور ہینگر پر لٹکے ہوئے کوٹ کی جیب سے پرس نکال کر ان کی طرف آیا۔

"یہ لو ڈھائی سو روپے..... پچھلے خواب کے..... اور یہ ڈھائی سو پیشگی دوسرے خواب کے..... اب کے نپٹ لوں غا..... سالوں سے..... چلو پھر سلاؤ..... دھوکے سے مار لیا تھا حرامیوں نے..... اب دیکھوں غا.....!"

"دماغ خراب ہوا ہے.....!" حمید نے آنکھیں نکالیں۔

"میں سچ کہتا ہوں کسی کی بھی نہیں سنوں غا۔ آخر سالوں نے سمجھا کیا ہے..... میں کوئی دبلا پڑتا ہوں کسی سے.....!"

"قاسم..... قاسم..... ہوش میں آؤ.....!" حمید نے اسے جھنجھوڑ ڈالا۔

"تعلقات خراب ہو جائیں گے۔ اگر اس معاملے میں دخل دیا۔" قاسم اسے خونخوار آنکھوں سے گھورتا ہوا بولا۔

تیور بڑے خراب تھے۔ اس کی یہ حالت حمید کے لیے نئی نہیں تھی! وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اب کسی کی نہیں سنے گا۔ جو ٹھانی ہے کر گزرے گا.....!

دفعتاً ولی جاہ نے حمید کے شانے پر تھپکی دی اور وہ اس کی طرف مڑا۔

ولی جاہ اسے الگ لے جا کر آہستہ سے بولا۔ "واقعی آپ خاموش ہی رہیے جو کہہ رہے ہیں۔ وہی کریں گے۔ میں انھیں دوبارہ ٹرانس میں لاؤں گا۔ اگر ان کی یہ خواہش نہ پوری ہوئی تو ہوسکتا ہے پاگل ہی ہو جائیں.....!"

"بہت بہتر....." حمید غرایا۔ "پانچ سو تو آپ کی جیب میں پہنچ چکے ہیں.....!"

"جہالت کی باتیں نہ کرو" ولی جاہ نے کہا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور حمید کے سارے جسم میں جھناکا سا ہوا اور اسے اپنی توانائی زائل ہوتی محسوس ہوئی۔

وہ چپ چاپ ایک طرف ہٹ گیا۔ ولی جاہ آہستہ آہستہ قاسم کے بستر کی طرف بڑھتا رہا اور کچھ دیر بعد ایک بار پھر وہ اسے ٹرانس میں لانے کی کوشش کرتا نظر آیا۔

قاسم چپ چاپ لیٹا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ دس منٹ گزر گئے لیکن اس پر نیند طاری نہ ہوئی۔ آخر ولی جاہ نے جھنجھلا کر کہا۔ "اب ان لوگوں کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیجیے۔ صرف یہ سوچیے کہ آپ کو نیند آ رہی ہے۔"

قاسم نے سر کو جنبش دی اور خاموشی سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

اب آہستہ آہستہ اس کی آنکھیں پھر نیند کے غبار سے دھندلانے لگی تھیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ دوبارہ سو گیا اور وہ تینوں پھر نشست کے کمرے میں آ گئے!

"کیا آپ انکم ٹیکس ادا کرتے ہیں۔" حمید نے ولی جاہ سے پوچھا۔

"اگر آپ کا تعلق اس محکمے سے ہو تو آپ کو دس خواب مفت دکھانے کے لیے تیار ہوں۔" ولی جاہ مسکرا کر بولا۔

"شکریہ..... میں عملی آدمی ہوں۔ خواب نہیں دیکھتا۔"

"عملی آدمیوں کی تھکن بھی خواب ہی اتارتے ہیں!"

"پھر بھی آپ کا یہ بزنس پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آیا۔"

ولی جاہ حمید کی سنی ان سنی کر کے اپنی سیکریٹری کی طرف متوجہ ہو گیا.....!

"تم اب جا سکتی ہو.....!"

وہ اٹھی اور باہر نکل گئی! حمید نے مناسب نہ سمجھا کہ قاسم کو اس حال میں چھوڑ کر اس کے پیچھے جائے۔ ورنہ وہ ایسی چیز نہیں تھی کہ حمید کچھ دور تک اس کا تعاقب نہ کرتا۔

''ہاں تو مسٹر ولی جاہ......'' وہ پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

''آپ اس سے پہلے کہاں پائے جاتے تھے......!''

''کیا آپ میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں!''

قبل اس کے حمید کوئی جواب دیتا عالیہ نریمان بوکھلائی ہوئی دوبارہ کمرے میں داخل ہوئی...... بری طرح ہانپ رہی تھی...... ایسا لگتا تھا جیسے بہت تیز دوڑتی ہوئی آئی ہو......!

''کیا بات ہے......؟'' ولی جاہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''سرخ دھواں......!'' وہ بدستور ہانپتی ہوئی بولی۔

''کہاں......؟''

''مشرق کی طرف......!''

ولی جاہ دروازے کی طرف جھپٹا۔ لیکن عالیہ جہاں تھی وہیں کھڑی رہی، حمید اسے بغور دیکھے جا رہا تھا اور وہ نظریں چرا رہی تھی۔ دفعتاً وہ دروازے کی طرف مڑی۔

''ٹھہرو......!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''کیا......؟'' وہ اس انداز میں پلٹی تھی جیسے اسے کچا ہی کھا جائے گی۔

''تم نہیں جا سکتیں۔''

''کیا مطلب......؟''

''جب تک وہ بیدار نہیں ہوتا تم یہیں رکو گی!''

''ضروری نہیں ہے......!''

''اگر بیدار ہونے کے بعد وہ ہوش میں نہ رہا تو!''

''کچھ بھی ہو۔ مجھ پر اس کی ذمہ داری نہ ہوگی......!''

''تمہارا باس کہاں گیا؟''

''میں نہیں جانتی......!''

''میری طرف دیکھو...... میں بہت برا آدمی ہوں۔''

''دنیا میں بے شمار برے آدمی ہوں گے۔ پھر مجھے کیا......!''

''کیا مسٹر ولی جاہ واپس آئیں گے......؟''

''مرضی کے مالک ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ واپس آئیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ نیویارک فلائی کر جائیں......!''

''کیا مطلب......؟''

''نیویارک کا مطلب نیویارک ہی ہو سکتا ہے واشنگٹن نہیں......!''

''زندہ دل معلوم ہوتی ہو......!'' حمید مسکرایا۔

''لیکن اگر وہ سچ مچ نیویارک فلائی کر گئے تو میرے لیے بیروزگاری کا مسئلہ مصیبت بن جائے گا۔''

''کیا سچ مچ نیویارک......؟''

''یقین کیجیے......! وہاں ان کا بزنس بہت چمکے گا۔ کرائے میں صرف چار سو کی تھی...... اس وقت ایکسو سے بھی زیادہ مل گئے ہیں۔''

''اور تم بے روزگار ہو گئیں......!''

اس نے مغموم انداز میں سر کو جنبش دی۔

''یہ تو اچھا نہیں ہوا......!''

''مقدرات جناب......!'' اس کی آنکھوں میں آنسو چھلک آئے۔

''لیکن یہ سرخ دھواں کیا چیز تھی......!''

''سرخ دھواں......!'' عالیہ نریمان نے ٹھنڈی سانس لی اور خاموش ہو گئی۔

''آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔'' حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔

''کیا جواب دوں۔ میں سرخ دھواں کی بجائے سرخ بھیڑیا بھی کہہ سکتی تھی......؟''

''کیا مطلب؟''

''یہ اس لیے تھا کہ مسٹر ولی جاہ اچانک اٹھیں اور یہاں سے چل دیں!''

''اوہ...... تو یہ فراڈ......!''

''پلیز......!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''اسے آپ فراڈ نہیں کہہ سکتے......!''

''آنکھوں میں دھول جھونکتے ہیں آپ لوگ!'' حمید کی کنپٹیاں گرم ہو گئیں۔

''اوہو...... اگر اپنی جان بچانے کے لیے کوئی بھاگ نکلے تو اسے فراڈ کیونکر کہیں گے۔''

"آپ کیا کہنا چاہتی ہیں؟"

"میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ اس بار وہ صاحب پتہ نہیں اپنے خواب میں کیا کچھ شامل کرلیں اور آنکھ کھلتے ہی دوڑ پڑیں ہپناٹسٹ پر...... آپ خود سوچئے......!"

"اوہ......!"

"پچھلی بار ایسا ہی ایک واقعہ ہو چکا ہے۔ مسٹر ولی جاہ نے کافی بلندی سے کود کر اپنی جان بچائی تھی۔"

"آپ بیٹھ جائیے۔ کھڑی کیوں ہیں۔"

"شکریہ......!" وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔ "مسٹر ولی جاہ کا پیشہ حقیقتاً بہت خطرناک ہے......!"

"کچھ کچھ سمجھ رہا ہوں......!" حمید نے بیڈروم کے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

ویسے اسے اچھی طرح محسوس ہو رہا تھا کہ عالیہ نریمان ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھ رہی ہے۔

دفعتاً بیڈروم سے ہلکی ہلکی غراہٹ کی آواز آنے لگی تھی۔ حمید اٹھ کر دروازے کی طرف جھپٹا۔ قاسم بستر پر چت پڑا تھا اور غراہٹ کی آوازیں اس کے حلق سے نکل رہی تھیں۔

عالیہ بھی حمید کے پاس آ کھڑی ہوئی اور آہستہ سے بولی۔ "کیا آپ مجھے بچا لیں گے!"

"میں نے سمجھا! آپ کیا کہنا چاہتی ہیں......!"

"مطلب یہ کہ ہوسکتا ہے وہ پھر اپنی توقعات کے خلاف کچھ دیکھ کر بھڑک اٹھیں......!"

"آپ سے کیا سروکار......!"

"میں بہرحال مسٹر ولی جاہ سے متعلق ہوں!"

"ارے نہیں۔ عورتوں کے معاملے میں وہ بے حد فراخ دل واقع ہوا ہے۔ ویسے یہ ممکن ہے کہ اب آپ کے بارے میں کوئی خواب دیکھنے پر اصرار کر بیٹھے۔"

دفعتاً قاسم چیخ مار کر اچھلا اور پھر دوبارہ اس طرح بستر پر ڈھیر ہوگیا جیسے کسی نے اس پر حملہ کر کے گرا دیا ہو...... لیکن اس بار اس کی آنکھیں کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

"پھر گھپلا ہوگیا" وہ آہستہ سے بولا۔

عالیہ اور حمید بستر کے قریب آ گئے تھے۔

"اب کیا ہوا......؟" حمید نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

قاسم اٹھ بیٹھا اور کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "سالا اپنا مقدر ہی کھراب ہے......!"

"کیا ہوا جناب؟" عالیہ نے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"جی کچھ نہیں...... وہ...... وہ...... کہاں ہیں......؟"

"آپ مجھے بتائیے...... کیا بات ہے......!"

"اس بار میں نے نقاب پوش بن کر سالوں پر حملہ کیا تھا۔ بڑے زور کی لڑائی ہوئی۔ ایسی تلوار چلائی ہے...... میں نے کہ بس مزا آ گیا۔ لیکن لیکن......!"

"لیکن کیا......؟" حمید دہاڑا۔

"اے تو مجھ پر قیوں آنکھیں نکالتے ہو۔ میں نے ہرگز نہیں سوچا کہ آخر میں نوشابہ ہی میرے سر پر لٹھ رسید کر دے......!"

یہ جملہ مکمل کرتے ہی اچانک قاسم کا موڈ خراب ہوگیا اور وہ بہت زور سے دہاڑا۔

"کہاں غیا وہ کھوابوں کا بیوپاری۔"

"پوری بات بتاؤ......!" حمید اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں نے ہرگز نہیں سوچا تھا...... بالکل نہیں سوچا تھا......!"

"کیا نہیں سوچا تھا......!"

"میں نقاب پوش بن کر نوشابہ کے باپ اور اس کے غنڈوں سے جنگ کر رہا تھا۔ اچانق نوشابہ نے پیچھے سے میرے سر پر لٹھ مار دیا......!"

"پلیز...... اچھا اب میری بات سنئے......!" عالیہ بولی۔

"جی آپ کی بات...... جرور سنوں گا۔" قاسم کا موڈ جتنی تیزی سے خراب ہوا تھا اتنی ہی تیزی سے سُدھر بھی گیا۔ دانت نکلے پڑ رہے تھے!

"یہ نوشابہ کون ہے......؟"

"جی...... جی...... میری ایک گرل فرینڈ......!"

"اس کے باپ سے آپ کے کیسے تعلقات ہیں!"

"تعلقات ہی نہیں ہیں۔"

"وہ کیا کرتے ہیں......!"

''پہلوان ہیں......دودھ کا کاروبار کرتے ہیں!''

''نوشابہ کی تعلیم کہاں تک ہے!''

''ساتویں کلاس تک پڑھی ہوئی ہے......!''

''کیااس نے کبھی آپ سے کہا تھا کہ وہ آپ کے سر پر لٹھ رسید کردے گی......!''

''اجی......ہی ہی ہی......وہ کہا ہی کرتی ہے...... جب مسکرا کر اس تی طرف دیختا ہوں......چنچنا کر یہی تو کہتی ہے۔''

حمید دونوں ہاتھوں سے سرتھامے بیٹھا تھا۔

''بس تو پھر جناب! جب بھی آپ سونے سے قبل اس کے بارے میں سوچتے اس کا لٹھ آپ کے خواب میں ضرور شامل ہوسکتا تھا۔لیکن یہ کیسی گرل فرینڈ ہے جو محض مسکرا کر دیکھنے سے لٹھ ماردینے کی دھمکی دیتی ہے......!''

قاسم کچھ نہ بولا۔اب حمید اسے گھور رہا تھا۔

''قیابات ہے......!'' قاسم نے جھینپے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''اب سچ مچ تمہاری شامت آگئی ہے......!''

''قیوں......؟'' قاسم کو پھر غصہ آ گیا۔

''جوتے کھانے کے خواب تو میں ہی دکھا سکتا تھا تم نے ناحق پانچ سو برباد کیئے......!''

''اے......جبان......سنبھال کے۔'' قاسم اٹھ کھڑا ہوا۔

''میرا مطلب نہیں سمجھے......!''

''میں کچھ نہیں سمجھنا چاہتا...... چلے جاؤ یہاں سے......!''

''چلئے اٹھئے......'' حمید نے اٹھتے ہوئے عالیہ سے کہا۔

''نہیں یہ نہیں جائیں گی......!''

''دماغ خراب ہوا ہے۔''

''جناب! میں یہاں رک کر کیا کروں گی!'' عالیہ بولی۔

''میں ایک خواب اور دیکھنا چاہتا ہوں۔''

''میں تو نہیں دکھاتی خواب...... مسٹرولی جاہ تشریف لے گئے......!''

''انھیں بلا لائیے......!''

عالیہ نے بےبسی سے حمید کی طرف دیکھا۔

''وہ نیویارک تشریف لے گئے اور جانے سے پہلے مجھے انکا اسسٹنٹ بنا گئے ہیں۔'' حمید نے عالیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''میں قہتا ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔''

''جا تو رہے ہیں......!''

''صرف تم......!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

دفعتاً وہ تینوں ہی چونک کر دروازے کی طرف مڑے۔

ایک اجنبی کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔

اس کے ہاتھ میں ریوالور بھی تھا اور ریوالور کا رُخ عالیہ زیمان کی طرف تھا۔

''ولی جاہ کہاں ہے؟'' اس نے کڑک کر پوچھا، زبان انگریزی استعمال کی تھی اور وہ غیر ملکی ہی معلوم ہوتا تھا۔

''میں نہیں جانتی......!'' عالیہ نے بڑی لاپرواہی سے جواب دیا۔

''تم سب ہاتھ اٹھاؤ......!'' اجنبی نے ان دونوں کو بھی للکارا......اور ان کے ہاتھ اٹھ گئے......عالیہ نے بھی ہاتھ اٹھا دیئے تھے۔

''تم تنہا تو نہیں ہوسکتیں!'' اجنبی زہریلے لہجے میں بولا۔

''مجھے جو کہنا تھا کہہ چکی۔''

''یہ لوگ کون ہیں؟''

''ہمارے گاہک......!''

''کیوں......؟'' وہ قاسم اور حمید کی طرف دیکھ کر غرایا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں......!'' حمید بولا۔

''کیا ولی جاہ یہاں نہیں ہے۔''

''نہیں......کچھ دیر پہلے یہیں تھا۔''

وہ الٹے پاؤں کمرے سے نکل گیا۔اسی طرح کہ ریوالور کا رُخ انھیں کی طرف رہا۔ پھر

اس نے دروازہ بند کرتے ہوئے کہا۔ ''اگر پانچ منٹ سے پہلے کسی نے بھی باہر نکلنے کی کوشش کی تو زندگی سے ہاتھ دھوئے گا......!''

دروازہ بند ہو گیا اور وہ جہاں تھے وہیں کھڑے رہے۔

جھگڑا بڑھ گیا

قاسم کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے اپنے گردوپیش کی خبر ہی نہ ہو۔ بس پلکیں جھپکائے بغیر سامنے والی دیوار کو گھورے جا رہا تھا......!

دفعتاً حمید نے محسوس کیا کہ عالیہ بھی وہاں سے جلد از جلد نکل بھاگنے کی فکر میں ہے...

حمید نے اسے گھور کر دیکھا اور وہ بغلیں جھانکنے لگی۔

''اب کیا خیال ہے۔'' حمید نے اسے مخاطب کیا۔

''میں یہاں سے جانا چاہتی ہوں۔''

''اگر وہ باہر سے دروازہ بولٹ نہ کر گیا ہو تو ضرور جاؤ!'' حمید بولا۔ اور پھر اس نے قاسم کی آواز سنی۔

''اب آکھری تمنا ہے!'' قاسم کا لہجہ دردناک تھا۔

''وہ بھی بیان کر دو......!'' حمید اس کے علاوہ اور کیا کہتا۔

''میں ایسی جگہ چلا جانا چاہتا ہوں جہاں تمہاری شقل نہ دکھائی دے۔'' قاسم حلق پھاڑ کر دھاڑا۔

''میرا قصور پیارے بھائی......؟'' حمید نے نرم لہجے میں کہا۔

''تم قیوں آئے تھے یہاں؟''

''تمہاری خیریت دریافت کرنے......!''

''میری خیریت کی......!'' قاسم نے بے تکان جملہ پورا کر دیا تھا یہ سوچے بغیر کہ ایک لڑکی بھی وہاں موجود ہے اور ہر قسم کی ''اردو'' سمجھ سکتی ہے......!

''شیطان بہرہ ہو گیا ہوگا۔ اس وقت!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''میں جاؤں گی......!'' عالیہ چیخ کر بولی۔

''آپ تو......آپ کو کوئی تقلیف نہ ہوگی۔'' قاسم ہکلایا۔ ''مم......میں دراصل غصے میں تھا۔ مافی چاہتا ہوں۔ آپ اس آدمی کو نہیں جانتیں جہاں یہ جاتا ہے اس کے پیچھے پیچھے پستول چلتے ہیں...... بندوقیں چلتی ہیں اب تو خدا مجھے بھی غارت کر دے اوزاس کو بھی غارت کر دے......!''

''میں کچھ نہیں جانتی......!'' اس نے کہا اور دروازے پر ٹوٹ پڑی لیکن وہ حقیقتاً باہر سے بولٹ تھا۔

حمید قاسم کو آنکھ مار کر مسکرایا۔

''میں تمہارا سر پھاڑ دوں گا اغر اب مجھے آنخ ماری!''

دفعتاً عالیہ ان کی طرف مڑ کر سخت لہجے میں بولی۔ ''اگر دروازہ نہ کھلا تو میں چیخنا شروع کر دوں گی۔''

''الّا قسم ایسا نہ کیجئے گا۔'' قاسم نے ہانپتے ہوئے کہا۔ ''پتہ نہیں لوگ کیا سمجھیں گے۔''

''لوگ اتنے الو نہیں ہیں کہ تمہارے بارے میں کچھ سمجھیں گے!'' حمید ہنس کر بولا۔

''قیا مطلب......؟''

''قچھ بھی نہیں......'' حمید نے اسی کے لہجے کی نقل اتار دی۔

عالیہ پھر پلٹ کر دروازہ پیٹنے لگی تھی۔

''بس......!'' اچانک حمید ہاتھ اٹھا کر غرّایا۔ اسکے لہجے میں یہ تبدیلی فوری طور پر عالیہ کے ہاتھ روک دینے کا باعث بنی تھی۔ لیکن اس نے قہر آلود نظروں سے حمید کی طرف دیکھا۔

''کتنی دیر تک بیوقوف بنانے کی کوشش کرتی رہو گی۔''

''کیا مطلب......؟''

''تم ایک ٹھگ کی سیکریٹری ہو! کچھ اور لوگ بھی اس طرح اس ٹھگ کی تلاش میں ہیں کہ دوسروں سے پوچھ گچھ کرتے وقت ریوالور تک نکال لیتے ہیں۔''

''میں نہیں جانتی...... کہ یہ آدمی کون تھا۔''

''سلاخوں کے پیچھے پہنچ کر ہی تمہاری یادداشت کارآمد ثابت ہو سکے گی۔''

"امے جاؤ......" قاسم دخل دے بیٹھا۔ "بڑے آئے سلاخوں ولاخوں والے...... یہ میری سیکریٹری ہیں......!"

"بکواس مت کرو......!" احمید سخت لہجے میں بولا۔

"اچھا جی......!"

"قاسم ہوش میں رہو!"

"نہیں...... میں نے تو کنستر بھر پی رکھی ہے۔ بھلا ہوش میں کیسے رہوں گا...... لیکن تم چلتے پھرتے نظر آؤ...... جاؤ......!"

"تمہارے بھی ہتھکڑیاں لگا دوں گا......!"

"لگا کر تو دیکھو......!"

"آپ کون ہیں جناب......!" عالیہ نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ایک پولیس آفیسر......!"

"تم فکر نہ کرو......!" قاسم سرہلا کر بولا۔ "ہوگا پولیس آفیسر میں سب دیکھ لوں گا۔"

"اگر آپ پولیس آفیسر...... ہیں......!" عالیہ نے ڈھیلے ڈھالے لہجے میں نامکمل جملہ ادا کیا اور مردہ سی چال کے ساتھ پھر کرسی پر آ بیٹھی۔

"بالکل ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے......!" قاسم بولا۔

"میں تحفظ چاہتی ہوں......!" عالیہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"کس سے......؟"

"انھیں لوگوں سے جو اس کے خون کے پیاسے ہیں۔ شکاری کتوں کی طرح اس کی بو سونگھتے پھر رہے ہیں......!"

"یعنی...... ویلجاہ کے خون کے پیاسے ہیں......!"

"ہاں، اگر وہ اسے پانے میں ناکامیاب ہوئے تو مجھے چھلنی کر کے رکھ دیں گے......"

"مر گئے چھلنی کرنے والے......!" قاسم سرہلا کر بولا۔ "سالوں کی ایسی کی تیسی کر کے رکھ دوں گا۔"

"تبھی اس وقت سانپ سونگھ گیا تھا۔" حمید نے اوپری ہونٹ بھینچ کر کہا اور بجھا ہوا

پائپ سلگانے لگا۔

"اب تو کوئی آ کر دیکھے...... اس وقت میں اونگھ رہا تھا۔"

"تم ہمیشہ ایسے ہی مواقع پر اونگھنے لگتے ہو۔"

"اونگھنے لگتا ہوں۔ تمہاری طرح مر تو نہیں جاتا۔"

"مرو بھی کسی طرح کہ جھگڑا ختم ہو......!"

"اب سالے کوسنے لگے۔ جرا دیکھئے مس آلیہ۔ یہ سالے پولیس آفیسر ہیں۔ لونڈیوں کی طرح کوستے ہیں۔"

"پلیز......!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "میں بہت پریشان ہوں!"

"بالکل فکر نہ کرو......!"

"کیسے فکر نہ کروں۔ اب کیا ہوگا......!"

"آپ آج سے میری سیکریٹری ہیں...!...!" قاسم لہک کر بولا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا......!"

"وہ لوگ اس کا پیچھا کیوں کر رہے ہیں!" حمید نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتی...... لیکن ان کے تیور اچھے نہیں ہیں......!"

"ہوسکتا ہے کہ اس نے انھیں بھی الٹے سیدھے خواب دکھائے ہوں!"

"میں کہتی تو ہوں کہ اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتی......!"

"کیا تم دونوں مستقل طور پر یہیں رہتے ہو!"

"نہیں...... تین دن گزرے ہم ایران سے یہاں آئے ہیں......!"

"اور یہ لوگ ایران ہی سے تمہارے پیچھے لگے ہیں!"

"نہیں جرمنی سے...... مغربی جرمنی سے......!"

"تمہاری قومیت کیا ہے......؟"

"میں ایرانی ہوں۔ لیکن اپنے باس کے بارے میں آج تک نہ معلوم کر سکی کہ وہ کہاں کا باشندہ ہے!"

"بڑی عجیب بات ہے......!"

"اس میں ذرہ برابر بھی جھوٹ نہیں ہے!"

"تم کب سے اس کے ساتھ ہو......؟"

"تین سال سے......!"

"مغربی جرمنی میں تم لوگ کیا کر رہے تھے......!"

"ہمارا بزنس وہاں بھی یہی تھا......!"

"اب پھر سرخ دھواں والی بات پر آ جاؤ......!"

"سُرخ دھواں ہمارا کوڈ ورڈ ہے۔ ہم کسی بھی خطرے کی صورت میں یہی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ جب یہاں سے جانے کے لیے باہر نکلی تھی مشرق کی طرف مجھے انھیں لوگوں میں سے ایک دکھائی دیا تھا۔ میں نے واپس آ کر کوڈ ورڈ میں مسٹر ولی جاہ کو اطلاع دی اور وہ نکل گئے۔ لیکن......اب میرا کیا ہوگا۔"

وہ دونوں ہاتھوں سے چہرہ ڈھانپ کر سسکیاں لینے لگی۔

قاسم حمید کو قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ انداز سے ایسا لگتا تھا جیسے اس نے یہ ساری گفتگو سنی ہی نہ ہو اور سنی بھی ہو تو اسے ذرہ برابر بھی اہمیت دینے پر تیار نہ ہو......!

اچانک وہ حمید کی طرف دیکھ کر بولا۔ "میں تمہارے ہاتھ جوڑتا ہوں، ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دو اور یہاں سے چلے جاؤ......!"

"دروازہ باہر سے بولٹ کر دیا گیا ہے!" حمید نے عذر پیش کیا۔

"دو تین ٹکروں میں توڑ دوں گا۔ تم فکر نہ کرو......!"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو یہ کوئی خطرناک معاملہ ہے!"

"تم یہاں نہ آتے تو بالکل خطرناک نہ ہوتا۔ ہائے......تم اتنے منحوس کیوں ہو......؟"

حمید کچھ نہ بولا۔ اب وہ پھر عالیہ نریمان کی طرف متوجہ ہو گیا تھا جو پہلے ہی کی طرح روئے جا رہی تھی۔

دفعتاً پھر کسی نے باہر سے دروازے کا بولٹ سرکایا۔ لیکن قبل اس کے کہ دروازہ کھلتا حمید ایک ہی جست میں ایسی جگہ پہنچ گیا کہ باہر سے آنے والے کی نظر اس پر نہ پڑ سکتی......!

دروازہ کھلا اور وہ اس کی اوٹ میں ہو گیا۔

اس بار دو آدمی اندر داخل ہوئے تھے جن میں سے ایک وہی تھا جو انھیں بند کر گیا تھا۔

اب بھی اس کا ہاتھ خالی نہیں تھا۔ جیسے ہی وہ حمید کو ڈھونڈنے کے لیے مڑا حمید نے اس کے ریوالور والے ہاتھ پر ہاتھ ڈال دیا۔

حملہ غیر متوقع تھا اس لیے ریوالور دور جا گرا اور ریوالور والا ریوالور کے پیچھے جانے کی بجائے حمید سے لپٹ پڑا۔ البتہ اس کا ساتھی ریوالور کی طرف جھپٹا تھا......!

اس کی راہ قاسم نے اس طرح کھوٹی کی کہ اس کی پنڈلی پر زوردار ٹھوکر رسید کر دی۔

پنڈلی کی ہڈی کی چوٹ یوں بھی تکلیف دہ ہوتی ہے۔ چہ جائیکہ وہ کسی ارنے بھینسے کی لات سے پہنچی ہو۔ وہ کراہ کر منہ کے بل فرش پر گرا ہی تھا کہ قاسم اسے چھاپ بیٹھا......!

پھر جب ہرن پر ہاتھی سوار ہو جائے تو چوکڑیاں بھلانی ہی پڑتی ہیں......!

وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ادھر حمید نے اپنے حریف کو کمر پر لاد کر دے پٹکا۔

"شاباش......!" قاسم نے نعرہ لگایا اور اس کا شکار اس کے نیچے چیخنے لگا۔ "چھوڑ دو مجھے......میں مر جاؤں گا......!"

اس کی زبان بھی انگریزی ہی تھی۔

حمید نے اپنے مغلوب کی گردن پر گھٹنا ٹیکتے ہوئے قاسم کو مخاطب کیا......!

"دیکھنا کہیں سچ مچ نہ مر جائے......!"

"کوئی طوطا مینا ہے کہ زندہ رکھ کر پالوں گا سالے کو......!"

"نہیں......ذرا ہوشیار رہ کر......!" حمید نے پھر اسے للکارا خود اس کا حریف بھی کچھ کمزور نہیں تھا۔ ایک بار تو اس نے اُسے بھی جھٹک ہی دیا تھا اور پھر جھپٹا تھا ریوالور کی طرف لیکن حمید نے بڑی پھرتی سے اس کی ٹانگ پکڑ لی تھی اور وہ پھر منہ کے بل فرش پر آ رہا تھا۔

"قاسم اسے باندھ لینے کی کوشش کرو۔" حمید نے دوبارہ اپنے حریف پر گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔

اتنے میں عالیہ نریمان دروازے کے قریب پہنچ چکی تھی۔

"ٹھہرو......!" حمید نے اسے للکارا۔

لیکن اب وہ کمرے سے باہر تھی اور اس نے بھی دروازہ بند کر کے باہر سے بولٹ کر

دیا تھا۔

''قیا ہوا......؟'' قاسم کی پھنسی پھنسی سی آواز سنائی دی۔

''کچھ نہیں تم فکر نہ کرو......!''

''نہیں......نہیں......وہ چلی غئی......!'' قاسم نے دردناک لہجے میں کہا۔

''رومینٹک بننے کی ضرورت نہیں۔تم نے اس وقت اس کے دشمن کو دبوچ رکھا ہے۔''

حمید نے اسے ہوشیار کرنے کی کوشش کی۔ قاسم ہی تھا، ذہنی رو بہکتے کتنی دیر لگتی۔

اور ہوا بھی یہی وہ اپنے مغلوب کو چھوڑ چھاڑ کر الگ ہٹ گیا۔لیکن اس بیچارے کا اتنے ہی میں کچومر نکل گیا تھا۔ اپنی جگہ سے ہل بھی نہیں سکا۔ پتہ نہیں اس رگڑے میں کہاں چوٹ آئی تھی......!

''ٹھینگے پر ہے سب کچھ!'' قاسم بولا۔''جب وہی نہیں تو قاہے کو جھک مرائیں...... ہاں نہیں تو......!''

حمید نے بوکھلائے لہجے میں کہا۔''ارے وہ ریوالور تو اٹھالو۔''

''جہنم میں غیا ریوالور...... مجھے قوئی دلچسپی نہیں......!'' قاسم نے برا سامنہ بنا کر کہا اور بستر پر جا بیٹھا۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہئے۔اس کے حریف نے نیچے اس کی ٹانگ بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھی تھی اور برابر اسی کوشش میں لگا ہوا تھا کہ کسی طرح اسے الٹ دے۔

حمید نے بوکھلائے ہوئے انداز میں اس کے ساتھی کو دیکھا جو آہستہ آہستہ کھسکتا ہوا ریوالور کی طرف جارہا تھا اور قاسم اس طرح منہ پھلائے ہوئے بیٹھا تھا جیسے سارے زمانے سے روٹھ گیا ہو......!

''قاسم ریوالور......!'' حمید پھر گھگھیایا۔

لیکن قاسم کی کھوپڑی پر بدستور برف جمی رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس کی نظروں میں اس معاملے کی اہمیت ہی ختم ہوگئی ہو......!

اس کا مغلوب اب ریوالور سے زیادہ دُور نہیں تھا۔شاید اس کی ٹانگوں میں ایسی چوٹیں

آئی تھیں کہ وہ کھڑا نہیں ہوسکتا تھا۔اس کے چہرے پر اندرونی کرب کے آثار تھے لیکن وہ کہنیوں کے بل آہستہ آہستہ رینگتے جارہا تھا۔

''قاسم......!'' حمید جھلاہٹ میں چیخا۔

''مر گیا قاسم......!'' وہ دوسری طرف منہ پھیر کر زہریلے لہجے میں بولا۔

''اچھا تو پھر اب مرے گا ہی!'' حمید دانت پیس کر بولا۔

''کیا......؟'' قاسم اچھل کر کھڑا ہوگیا۔شاید حمید کا لہجہ ناگوار گزرا تھا۔

اور اس کے بعد ہی ایسا لگا جیسے وہ گہری نیند سے چونکا ہو! قریب تھا کہ فرش پر گھسٹنے والے کا ہاتھ ریوالور تک پہنچ جاتا قاسم نے جھپٹ کر اس کی ایک ٹانگ پکڑی اور مخالف سمت میں دور تک گھسیٹتا لیتا چلا گیا اور پھر پہلے ہی کی طرح بستر پر آبیٹھا۔

''ریوالور......!'' حمید نے یاددہانی کرائی۔

''کوئی جرورت نہیں......'' قاسم شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ بولا۔''میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہ بیٹا جی اب کتنی دیر میں ریوالور تک پہنچتے ہیں......!''

''میں کہتا ہوں ریوالور اٹھالو۔ جب تک تم اسے دھمکی نہیں دو گے یہ میری ٹانگ نہیں چھوڑے گا۔''

''ہاہا......ٹانگ پکڑ رکھی ہے......!'' قاسم نے قہقہہ لگایا۔اس کی آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے پچھلی ساری باتیں یکسر بھلادی ہوں۔

''قاسم......!'' حمید کا غصہ بڑھتا جارہا تھا۔

''آج ہی تو پھنسے ہو بیٹا...... ہاہا......!'' قاسم نے پہلے سے بھی زیادہ زُور وشور کے ساتھ اظہار مسرت کرتے ہوئے کہا اور پھر اس آدمی کی طرف متوجہ ہوگیا جسے گھسیٹ کر دروازے کے قریب چھوڑ آیا تھا۔

وہ بے بسی سے قاسم ہی کی طرف دیکھے جارہا تھا۔

''آؤ...... آؤ...... ہاں...... ہاں......اٹھالو ریوالور......'' قاسم اُسے چڑھاتا ہوا بولا۔

حمید نے سوچا کہ اسے اب اپنا دماغ ٹھنڈا ہی رکھنا چاہئے۔ یہ تو ہاتھ سے گیا۔

اس نے پھر جدوجہد شروع کر دی لیکن شاید اس کا حریف بھانپ گیا تھا کہ اگر ٹانگ

اس کی گرفت سے نکل گئی تو خود اس کا حشر اچھا نہیں ہوگا۔

دفعتاً پھر دروازے کا بیرونی بولٹ کھڑکا۔ پھر دروازہ بھی کھلا اور اس ہٹ کا چوکیدار بوکھلائے ہوئے انداز میں اندر گھس آیا۔

اس کے بعد اس کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کمرے کے منظر نے اسے اور زیادہ بوکھلا دیا ہو۔

''قیا بات ہے؟'' قاسم نے پرسکون لہجے میں اس سے پوچھا۔

''خوچہ ساب.....بیگم ساب.....!'' وہ اٹک اٹک کر بولا۔

''ہائیں.....کدھر.....کہاں.....؟'' قاسم بستر سے اٹھ گیا۔

''ادھر جھولے پر تھا.....آدھر آتا پڑا ہے۔''

''ابے تو پھر کھڑا جھک کیوں مار رہا ہے۔ باہر سے تالا ڈال کر اِدھر اُدھر نکل جا.....!''

''مگر.....مگر.....ساب..... یہ کیا..... ہوتا.....!'' چوکیدار نے کمرے کے موجودہ حالات کی طرف اشارہ کیا۔

''او..... یہ ہاہا..... کچھ.....نہیں.....ہملوگ مسخری کرتا پڑا ہے۔ تم باہر تالا مارو..... اور لمبے پڑو.....جھٹ پٹ.....ابے کھڑا منہ کیا دیکھ رہا ہے.....!''

''قاسم..... یہ کیا کر رہے ہو تم؟'' حمید پھنسی پھنسی سی آواز میں بولا۔

''سب ٹھیک ہے!'' قاسم نے پراطمینان انداز میں سر کو جنبش دی اور پھر بستر پر جا بیٹھا۔

چوکیدار جا چکا تھا.....حمید کا دل چاہا کہ اپنے حریف کا گلا گھونٹ کر قصہ ہی ختم کر دے لیکن وہ بہر حال ایک ذمہ دار آفیسر تھا اور حریف بھی شاید اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ وہ اپنی ٹانگ چھڑا لینے کے لیے اس حد تک نہیں جا سکتا کہ اس کی گردن ہی دبا دے ورنہ یہ تو بہت آسان تھا کہ حمید کے دونوں ہاتھ آزاد تھے۔

حریف یقیناً کوئی اناڑی نہیں تھا ورنہ اب تک اس کی ناک تو حمید کی گرفت میں آ ہی گئی ہوتی۔ حمید کئی بار کوشش کر چکا تھا کہ ناک پر دباؤ ڈال کر اس کے اوسان پر حملہ آور ہو سکے۔

''ابے او.....!'' دفعتاً قاسم نے پھر اس آدمی کو للکارا جو دروازے کے قریب اوندھا پڑا کبھی آنکھیں کھولتا تھا اور کبھی بند کر لیتا تھا۔

''بس دم نقل گیا.....'' قاسم اس سے کہہ رہا تھا۔ ''اتنے ہی میں چٹنی بن گئی۔ میں نے تو

کچھ کیا بھی نہیں تھا اور وہ قرنل صاحب کے دمچے اپنی ٹانگ تک نہیں چھڑا سکتے۔''

''بکے جاؤ تم دیکھوں گا.....!'' حمید بھنا کر بولا۔

''میں تم سے انتقام لے رہا ہوں.....!''

''کس بات کا.....؟''

''وہ سالا چھوڑ کر بھاگ گیا تھا.....میری سکریٹری ہو جاتی.....!''

''تمہارا دماغ چل گیا ہے!''

''ہاں دماغ ہی تو چل گیا ہے.....تم تینوں کو باندھ کر تھانے لے جاؤں غا.....!''

''کیا مطلب.....؟''

''بس دیخ لینا.....'' قاسم کہتا ہوا بستر سے اٹھ گیا اور آہستہ آہستہ چلتا ہوا ریوالور کے پاس پہنچا..... جھک کر اسے اٹھایا اور ان دونوں کی طرف مڑتا ہوا گرجا..... ''الگ ہٹ جاؤ.....تم دونوں.....ورنہ دونوں کو گولی مار دوں گا.....!''

اور جب اس نے دیکھا کہ ان دونوں کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو آگے بڑھ کر حمید کے حریف کے پہلو پر ایک لات رسید کر دی.....!

وہ گھٹی گھٹی سے آواز میں کراہا اور ساتھ ہی حمید نے اپنی ٹانگ پر اس کی گرفت ڈھیلی پڑتی محسوس کی۔

پھر وہ بڑی پھرتی سے اچھل کر الگ ہٹ گیا تھا لیکن جیسے ہی دوبارہ اس کی طرف بڑھنا چاہا تھا۔ قاسم کی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

''نہیں.....! تم بھی اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ.....!''

''کیا بکواس ہے!'' حمید جھلا کر اس کی طرف مڑا۔

''بکواس نہیں قاسم!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''اب میں اس سے کہوں گا کہ تمہارے گلے سے ٹائی کھول کر تمہارے ہاتھ پشت پر باندھ دے آج میں تمہارے ساتھ وہی سب کچھ کروں گا جو تم دوسروں کے ساتھ کرتے ہو.....!''

''آخر کیوں.....؟ ابے تم ہوش میں ہو یا نہیں.....!''

''بالکل ہوش میں ہوں.....یہی ہوگا.....پھر اس کے بعد ریوالور تو ڈالوں گا جیب میں

اور اس کے ہاتھ پیر خود باندھوں گا......!''

اور پھر اس نے سچ مچ اس آدمی کو انگریزی میں مخاطب کرکے حمید کے ہاتھ باندھنے کو کہا اور حمید سے بولا۔ ''ہلنا نہیں اپنی جگہ سے ورنہ فائر کردوں گا......!''

''ارے بیگ چھوڑ گئی ہے اپنا......'' حمید یک بیک خوش ہو کر دوسری طرف مڑا۔

''کہاں......؟'' قاسم بھی غیر ارادی طور پر ادھر مڑا ہی تھا کہ حمید ایک ہی جست میں اس کے ہاتھ ریوالور جھپٹتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ اس کا حریف جہاں تھا وہیں رکا رہا......!

''اب بتاؤ......!'' حمید قاسم کو گھورتا ہوا غرایا۔

''ہی ہی ہی...... میں تو مزاخ کر رہا تھا......!''

''چلو...... جلدی سے اس کی ٹائی کھول کر اس کے ہاتھ پشت پر باندھ دو......!''

قاسم اس کے لیے آگے بڑھا ہی تھا کہ اس کا چوکیدار پھر اندر گھس آیا......!

''ساب......!'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔ ''پولیس......! زبردستی تالا کھلوا دیا...... ساب......! وہ اندر آرہے ہیں......!''

داؤں پیچ

اور پھر سچ مچ چند لمحوں کے بعد ایک سفید فام آدمی دو پولیس آفیسروں کے ساتھ بیڈ روم میں گھس آیا تھا......!

لیکن حمید نے اپنی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ کی...... ریوالور اب بھی اس کے ہاتھ میں تھا اور وہ قاسم کو پہلے ہی کی طرح حکم دیئے جا رہا تھا۔

''ریوالور زمین ڈال دو......!'' دونوں آفیسروں نے بیک وقت ریوالور نکالتے ہوئے کہا۔

یہ دونوں سب انسپکٹر ایگل بیچ کے اسٹیشن ہی سے تعلق رکھتے تھے۔

ان کے ساتھ آنے والا غیر ملکی زخمی آدمی کو فرش سے اٹھانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔

پہلی بار زخمی کی آواز آئی...... یہ گالیوں کا وہ طوفان تھا جو حمید اور قاسم کے لیے اس کی

زبان سے امنڈ پڑا تھا۔

''ریوالور گرا دو......!'' ایک انسپکٹر پھر غرایا۔

''اپنا ریوالور سنبھالو۔'' حمید نے اپنے حریف کی طرف ریوالور بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یہ میرا نہیں ہے......!'' اس کا حریف غرایا اور پھر دونوں آفیسروں کی طرف دیکھ کر چیخنے لگا! ''یہ دونوں ہمیں ریوالور دکھا کر یہاں لائے اور ہمیں لوٹنا چاہتے تھے! شاید میرے ساتھی کے پیر کی ہڈی ٹوٹ گئی ہے...... یہ ڈاکو ہیں......!''

حمید نے یہ سوچا کہ یہ دونوں انسپکٹر اس کے لیے اجنبی ہیں اور شاید وہ بھی اُسے نہیں پہچانتے...... پھر ان کے ساتھ آنے والا غیر ملکی کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا...... ہوسکتا ہے کسی سفارتخانے سے متعلق ہو......!

زخمی اپنے پیروں پر کھڑا نہیں ہوسکتا تھا......!

''تم اب یہ جتانا چاہتے ہو کہ یہ ریوالور تمہارا نہیں ہے۔ میں حکم دیتا ہوں کہ اسے زمین پر ڈال دو......!'' ایک انسپکٹر پھر غرایا۔

حمید نے ریوالور زمین پر ڈال دیا۔

''اے تم بالکل احمق ہوگیا......!'' قاسم نے غصیلے لہجے میں کہا۔ اور پھر یک بیک ہنس کر بولا۔ ''میں سمجھ گیا۔ تم ان سالوں کو حیران کرنا چاہتے ہو......!''

''تم خاموش رہو......!''

''اچھی بات ہے......!'' قاسم نے سعادتمندانہ انداز میں سر ہلا کر کہا۔

ایک سب انسپکٹر نے آگے بڑھ کر ریوالور فرش سے اٹھا لیا تھا۔

''تم دونوں کو حراست میں لیا جاتا ہے۔'' دوسرے انسپکٹر نے کہا۔ اس پر قاسم بے اختیار ہنس پڑا اور حمید اسے قہر آلود نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''مجھے تو یہ آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے۔''

''کیوں؟ کیا تم اسے نہیں جانتے......!''

''قطعی نہیں...... میں سمجھا تھا کہ ہٹ خالی ہے!''

''اوہ تو یہ یہاں پہلے سے موجود تھا۔''

''آپ مجھے پولیس اسٹیشن لے چلیے اس آدمی کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں......''

"تم بھی چلو......!" انسپکٹر قاسم کو نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا غرایا......!

"میں کہہ رہا ہوں یہ غیر متعلق آدمی ہے۔" حمید بولا۔

"تم خاموش رہو!"

"بہت بہتر جناب!"

"اے تم اتنے چگد ہو میں نہیں جانتا تھا۔" قاسم بھنا کر بولا۔

ادھر حمید سوچ رہا تھا کہ یہ کوئی بہت ہی پیچیدہ معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ اگر ولی جاہ اور عالیہ نریمان بڑے لوگ تھے تو آخر ان تینوں کی اصلیت کیوں چھپائی جا رہی ہے۔ تیسرا آدمی جو پولیس کے ساتھ آیا ہے، رہزنی کی کہانی کیوں سنا رہا ہے۔

اس نے سوچا کہ اسے محتاط رہنا چاہئے اور کم از کم ان تینوں کی موجودگی میں نہ کھلنا چاہئے۔

اتنے میں قاسم سے نظر ملی اور اس نے بائیں آنکھ دبا کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

بہرحال قاسم بھی اس پر کچھ کچھ رضامند نظر آنے لگا کہ ان کے ساتھ تھانے تک چلا جائے۔ ویسے اسے اطمینان ضرور رہا ہوگا کہ حمید حوالات میں تو بند ہو نہیں سکتا۔

باہر نکل کر دونوں نے اپنے زخمی ساتھی کو ایک گاڑی میں ڈالا اور سب انسپکٹروں سے یہ کہتے ہوئے رخصت ہو گئے کہ وہ زخمی کے لیے طبی امداد فراہم کرنے کے بعد تھانے پہنچ رہے ہیں......!

سب انسپکٹر نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ گاڑی اسٹارٹ بھی ہوئی اور روانہ بھی ہو گئی......!

"اگر یہ واپس نہ آئے تو؟" حمید نے سب انسپکٹروں سے پوچھا۔

"تمہیں اس سے کیا۔" ان میں سے ایک آنکھیں نکال کر غرایا۔

"واہ دوست......تو تم ہمیں یونہی خواہ مخواہ لے جا کر بند کر دو گے۔"

"وہ واپس آئے گا......!"

"کیا ان میں سے کسی کا نام معلوم ہے تمہیں......!"

"تمہیں اس سے کیا؟" دوسرے نے پھر آنکھیں نکالیں۔

"خفا ہونے کی ضرورت نہیں۔" حمید نرم لہجے میں بولا۔ "شاید ٹریننگ لے کر سیدھے

ادھر ہی چلے آئے ہو......!"

"تم سیدھی طرح چلتے ہو یا نہیں......!"

حمید نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر اپنا کارڈ نکالتے ہوئے کہا۔ "اگر ان میں کوئی واپس آ جائے تو مجھے اس پتہ پر مطلع کر دینا۔"

اس نے کارڈ لے کر اس پر نظر ڈالی اور اس کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔

قاسم ایک ہاتھ سے منہ دبائے بے آواز ہنس رہا تھا۔

"تم میں سے کسی ایک کو ان کے ساتھ جانا چاہئے تھا۔" حمید بولا۔

"آپ......آپ نے پہلے کیوں......نن......نہیں بتایا......" وہ ہکلایا۔

"میرا کھیل خراب ہو جاتا......وہ مجھے نہیں جانتے......جاؤ......اب تم بھی اپنی زبان بند رکھنا یقین کرو کہ وہ آدمی دوبارہ تمہارے پاس نہیں آئے گا جو تمہیں یہاں لایا تھا......!"

"ہمیں شرمندگی ہے جناب......!" دونوں بیک وقت بولے۔

"نئے آئے ہو......!"

"جی ہاں......ٹریننگ کے بعد ادھر ہی آئے ہیں۔ ہمارے ساتھ ایک تجربہ کار آفیسر بھی ہونا چاہئے تھا جناب لیکن یہاں ہم ہی دونوں ہیں......!"

"اس طرح بھی اس وقت تم دونوں میں سے ایک کو تھانے ہی پر ہونا چاہئے تھا......اتنا تو تم بھی سمجھتے ہو گے......لیکن کیا کیا جائے کہ سفید چمڑی ابھی تک ہم لوگوں کو بوکھلا دیتی ہے......!"

"ہم نادم ہیں جناب......!"

"تشریف لے جائیے لیکن اگر ان میں سے کوئی پلٹ کر نہ آئے تو اپنی زبان بند ہی رکھنا۔"

یہ دونوں چلے گئے اور حمید نے قاسم کی کمر تھپتھپا کر کہا۔

"چلو اب تمہاری ہونے والی سیکریٹری کو تلاش کریں......!"

"میں اکیلے کر لوں گا......آپ ترشیف لے جائیں......!"

"خفگی دور نہیں ہوئی اب تک......!"

"اے......اب میں سمندر میں پھاند پڑوں گا۔ میرا پیچھا چھوڑو......!"

''اچھا اتنا ہی بتا دو کہ ولی جاہ کو کہاں سے لائے تھے......!''

''بیچ ہوٹل سے......اچھی بات ہے چلو۔ میں چل رہا ہوں لیکن تم ہو بہت منحوس۔''

''ہاں...... مجھے احساس ہے۔ جب بھی کوئی پسندیدہ لڑکی تمہارے زندگی میں داخل ہونے والی ہوئی ہے......ریوالور ضرور نکل آئے ہیں۔''

''اور تمہیں اس پر افسوس ہے......'' قاسم نے جھٹ سے پوچھا۔

''یقیناً......!''

''اچھا تو پھر اس بار پھیسلا میرے حق میں کرا دو......!''

''اچھی بات......بس چلو......!''

وہ بیچ ہوٹل پہنچے...... قاسم نے ولی جاہ کے کمرے کی طرف رہنمائی کی اور جب وہ وہاں پہنچے تو عالیہ نریمان نے انھیں پہچاننے سے انکار کر دیا۔

وہ کہیں جا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں چھوڑا سا اٹیچی کیس تھا بلاؤز اور اسکرٹ کی جگہ شلوار اور جمپر نے لے لی تھی۔ گلے میں دوپٹہ بھی تھا۔ ہیر اسٹائل بھی بدلا ہوا نظر آیا......!

''ہم مسٹر ولی جاہ سے ملنا چاہتے ہیں......!'' حمید بولا۔

''میں کسی ولی جاہ کو نہیں جانتی......ایک طرف ہٹیے...... مجھے باہر جانا ہے......!''

''ارے تو کیا مجھے بھی نہیں پہچانتیں......!'' قاسم نے دردناک لہجے میں پوچھا۔

''جی نہیں......!'' سخت لہجے میں جواب ملا۔

قاسم اور حمید ایک طرف ہٹ گئے اور وہ نکلی چلی گئی!

حمید آہستہ آہستہ اسی سمت چل پڑا۔

''دیخا تم نے دیخا......!''

''ہاں دیکھا......اور اب تم میرے ساتھ نہیں آؤ گے......!''

''قیا مطلب......!''

''نہ وہ تمہیں پہچانتی ہے اور نہ مجھے......!''

''تو پھر تم قیوں جا رہے ہو اس کے پیچھے......!''

حمید اس کی بات کا جواب دیئے بغیر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

قاسم تیز نہیں چل سکتا تھا، وہ اسے آوازیں ہی دیتا رہ گیا۔

عالیہ بھی خاصی تیز رفتاری سے باہر گئی تھی اور جب حمید عمارت سے باہر نکلا تو وہ تھوڑے سے فاصلے پر ایک ٹیکسی میں بیٹھی ہوئی نظر آئی۔

ٹیکسی فوراً ہی حرکت میں آ گئی تھی اور پھر جتنی دیر میں وہ اسٹینڈ سے نکل کر سڑک پر پہنچی، حمید بھی ایک ٹیکسی میں بیٹھ چکا تھا۔

''اس ٹیکسی کے پیچھے چلو......!'' حمید نے ڈرائیور سے کہا۔

''اچھا صاحب!'' ٹیکسی ڈرائیور نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

حمید نے آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک لگائی اور اسپرنگ والے ریڈی میڈ میک اپ میں آ گیا۔ یہ دو عدد ننھے ننھے اسپرنگ تھے جو ناک کے نتھنوں میں رکھ لیے جاتے تھے اور ان کی وجہ سے نہ صرف ناک کی نوک کسی قدر اٹھ جاتی تھی بلکہ اوپری ہونٹ تک پر ان کا کھنچاؤ پڑتا تھا اور آگے کے دانت دکھائی دینے لگتے تھے......!

اگلی ٹیکسی چوراہے پر پہنچ کر شہر کی طرف جانے کی بجائے بائیں جانب مڑ گئی۔

یہ سڑک......حمید نے سوچا...... یہ سڑک تو کچھ دور جانے کے بعد مسدود ہو جائے گی۔ تو پھر کیا......وہ کسی کچے راستے پر سفر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے لیکن یہاں اس سڑک پر تو وہ آسانی اندازہ کر سکے گی کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے......!

''اونہہ دیکھا جائے گا......'' اس نے سوچا اور جیب سے پائپ نکال کر اس میں تمباکو بھرنے لگا۔

ٹیکسی سچ مچ دائیں جانب والے ایک کچے راستے پر مڑ گئی!

''ادھر کیا ہے بھئی......!'' حمید نے ٹیکسی ڈرائیور کو مخاطب کیا۔

''آپ پہلے کبھی ادھر نہیں گئے!'' ڈرائیور نے پوچھا۔

''نہیں......!''

''تب پھر میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ اُدھر نہ جائیے، وہ کوئی بہت ہی خراب عورت معلوم ہوتی ہے......!''

''میں بھی زیادہ اچھا مرد نہیں ہوں......!''

''پھر بھی صاحب آپ دنگا فساد پسند کرنے والے مرد نہیں ہو سکتے میں آپ کو بہتر جگہوں پر لے جا سکتا ہوں......!''

''پہلے ادھر دیکھ لیں......!''

''میں آپ کی مدد نہیں کر سکوں گا...... یہ بھی سوچ لیجیے!''

''آخر وہاں کیا ہوگا جس کے لیے مجھے کسی دوسرے کی مدد درکار ہوگی......!''

''دادا قسم کے بروکر آپ کو گھیر لیں گے۔ کوئی ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچے گا اور کوئی گریبان پکڑ کر...... رحمو دادا کا نام سنا ہے کبھی۔''

''ہاں سنا ہے......!''

''اس کی حکومت ہے ادھر......!''

''چلو دیکھتے ہیں......!''

''اب آپ کی مرضی......!''

دفعتاً اگلی ٹیکسی بائیں جانب مڑ گئی!

''بائیں...... اب یہ کدھر جا رہا ہے؟'' ٹیکسی والا بڑبڑایا۔

''کیوں...... کیا بات ہے......؟''

''اب تو یہ ادھر نہیں جا رہا ہے۔ آگے ٹیلوں کے پیچھے تارجام والی سڑک ہے......!''

''پرواہ مت کرو...... چلتے رہو...... خواہ تارجام ہی کیوں نہ چلنا پڑے......!''

''صاحب! ٹیکسی پر ملازم ہوں، میری اپنی نہیں ہے۔'' ڈرائیور بولا۔

''تو پھر......؟''

''تین بجے مجھے ٹیکسی واپس کرنی ہوگی اور اس پر دوسرا ڈرائیور کام کرے گا......!''

''اچھا تم سڑک تک تو چلو......!''

''معاف فرمائیے گا...... یہ مجبوری نہ ہوتی تو میں ضرور لے جاتا آپ کو!''

''کوئی بات نہیں...... تم مجھے سڑک پر چھوڑ دینا۔ وہاں میں کسی سے لفٹ لے لوں گا...!''

ٹیکسی آگے بڑھتی رہی لیکن اگلی ٹیکسی ٹیلوں کے قریب پہنچتے ہی رک گئی اور عالیہ نیچے اترتی دکھائی دی۔ پھر اس نے ہاتھ اٹھا کر حمید والی ٹیکسی کو رکنے کا اشارہ کیا......!

''لیجیے سرکار کام بن گیا......'' ڈرائیور ہنس کر بولا اور اس نے گاڑی روک دی۔ عالیہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی ان کی طرف آ رہی تھی ٹیکسی کے قریب پہنچ کر بولی۔

''دوہرا کرایہ خرچ کرنے سے کیا فائدہ۔ میری ہی ٹیکسی میں آ جاؤ!''

''بہت بہت شکریہ......!'' حمید خوش ہو کر بولا۔

لیکن وہ اس کی شکل دیکھ کر ٹھٹک گئی! حمید اتنے میں گاڑی سے اتر چکا تھا......!

''تم...... تم......!'' وہ ہکلائی۔

''ان دونوں کا نمائندہ ہوں۔ تم بالکل فکر نہ کرو!'' حمید نے کہا اور دس کا ایک نوٹ ٹیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھاتا ہوا خالص امریکی لہجے میں بولا۔ ''کیپ دی چینج......!''

پھر وہ عالیہ سے پہلے ہی اگلی ٹیکسی تک پہنچا تھا ٹیکسی چل پڑی، عالیہ اسے کنکھیوں سے دیکھے جا رہی تھی......!

''میں یہی دیکھنے کے لیے اس طرف آئی تھی کہ کہیں میرا تعاقب تو نہیں کیا جاتا......!'' اس نے کچھ دیر بعد کہا۔

''تمہیں فوراً ہی بھاگ نکلنا چاہیئے تھا اتنی دیر تم ہوٹل میں کیا کرتی رہی تھیں......!'' حمید نے پوچھا۔

''اوہ تو تم بہت کچھ جانتے ہو!''

''شاید......!''

''تم کن دونوں کے نمائندے ہو!''

''جن سے تمہارے باس نے پانچ سو تھیائے تھے!''

''وہ ایک کھلا ہوا بزنس تھا......!''

''مجھے اس سے سروکار نہیں!'' حمید پائپ سلگاتا ہوا بولا۔

''پھر تم کیا چاہتے ہو؟''

''موٹا آدمی چاہتا ہے کہ اب تم اس کی ملازمت کر لو۔ تمہارا باس تو گیا......!''

''میں سوچوں گی......!''

ٹیکسی اب تارجام والی سڑک پر پہنچ گئی تھی اور اس کا رخ تارجام ہی کی طرف تھا۔

"تم تار جام جا رہی ہو......!" حمید نے پوچھا۔

"ہاں......!"

"میں بھی وہیں رہتا ہوں۔ تمہیں قیام کی دشواری نہ ہوگی۔"

"شکریہ......میں کسی ہوٹل میں ٹھہر جاؤں گی......!"

"مشکل ہی ہے کہ تمہیں کہیں کوئی کمرہ خالی مل سکے۔ وہ ایک صنعتی علاقہ ہے......!"

وہ اسے گھور کر رہ گئی کچھ بولی نہیں!

"کیا تم بھی خواب دکھا سکتی ہو......!" حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"مجھے دیکھ کر ہی لوگ خواب دیکھنے لگتے ہیں۔ بشرطیکہ انھوں نے تاریک شیشوں کی عینکیں نہ لگا رکھی ہوں......!"

حمید نے طویل سانس لے کر عینک اتار دی۔

اس نے اسے غور سے دیکھا اور چونک پڑی۔

"تب......تمہاری......آنکھیں......!"

"کافی خوبصورت ہیں......!" حمید مسکرایا۔

"اس آدمی کی سی ہیں......لباس بھی ویسا ہی ہے۔"

"کس آدمی کی بات کر رہی ہو......!"

"وہ جو اس آدمی کے ساتھ تھا......!"

"ہوسکتا ہے......!" حمید لاپرواہی سے بولا۔

"یقین کرو......مسٹر ولی جاہ فراڈ نہیں ہیں......!"

"میں نے یقین کر لیا......لیکن ہیں کیا......؟"

"ایک ماہر ہپناٹسٹ......!"

"چلو یہ بھی تسلیم......لیکن وہ اس طرح بھاگ کیوں گیا......؟"

"کیا ان دونوں نے تمہیں سب کچھ بتا دیا ہے......!"

"ہاں......اور تمہاری گفتگو لفظ بلفظ دہرائی گئی تھی میرے سامنے لہٰذا اب میں تمہارے دشمنوں کے بارے میں معلوم کرنا چاہوں گا......!"

"میں نہیں جانتی کہ وہ لوگ مسٹر ولی جاہ سے کیا چاہتے ہیں۔ یقین کرو......!"

"یہاں اور کسی کو بھی جانتی ہو......!"

"کسی کو بھی نہیں......!"

"اس لیے تمہیں مضبوط سہاروں کی ضرورت ہے......!"

"میں ایران واپس جاؤں گی......!"

"لیکن ان حالات کی روشنی میں تمہاری واپسی آسان نہ ہوگی!"

"کیا تم کوئی بلیک میلر ہو......!"

"ہرگز نہیں......میں ایک شریف آدمی ہوں اور معاملات کی تہہ تک پہنچنا چاہتا ہوں۔"

وہ بڑے دلآویز انداز میں مسکرائی اور بولی۔ "اگر تمہارا اوپری ہونٹ ایسا نہ ہوتا تو کافی خوبصورت آدمی ہوتے......!"

"فرض کرو یہ عیب دور ہو جائے تو تم میرے ساتھ کیسا برتاؤ کرو گی......!"

"یقیناً میرے برتاؤ میں فرق آ جائے گا۔"

"کوشش کروں گا......!" حمید نے کہا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس کا داہنا ہاتھ چہرے کی طرف گیا اور اسپرنگ نتھنوں سے نکل کر جیب میں پہنچ گئے......!

"اوہ......!" وہ چونک کر مضطربانہ انداز میں بولی۔ "ناممکن......قطعی ناممکن......!"

"کیا مطلب؟"

"یہ کیسے کر رکھا تھا تم نے۔ کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں، ناک اور ہونٹ کا اس طرح اٹھے رہنا بالکل ناممکن ہے......!"

"یہ میری روحانی قوت کا کرشمہ تھا، چاہوں تو ابھی میرے دم بھی نکل آئے اور تمہارے بھی......!"

"نہیں......سچ بتاؤ......!"

"دیکھنا چاہتی ہو......مجھے یقین ہے کہ ولی جاہ نے اس موٹے کے خواب خاطر خواہ نہ ہونے دیئے......!"

"ولی جاہ کی بات نہ کرو......اب میرا اس سے کوئی تعلق نہیں!"

”پھر اب تم کہاں جارہی ہو......!“

”جہاں میری زندگی کو کوئی خطرہ نہ ہو!“

”تارجام پہلے بھی کبھی گئی ہو......؟“

”ہاں ولی جاہ نے ایک آدھ بار وہاں بھی قیام کیا تھا!“

”کہاں......؟“

”ان کا ایک دوست ہے......!“

”اور اس وقت تم وہیں جارہی ہو!“

”قدرتی بات ہے۔ اس کے علاوہ میں یہاں اور کسی کو نہیں جانتی......!“

”کسی کو جاننے میں کتنا وقت صرف کرتی ہو تم......!“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ میرے ساتھ کتنا وقت گزارنے کے بعد مجھ پر اعتماد کرسکو گی۔“

”تم پیچھے کیوں پڑ گئے ہو میرے۔“

”ایسی ناک اور ایسی آنکھیں رکھنے والے!“ حمید اس کے چہرے کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ ”پتہ نہیں کیوں مجھے اپنے کزن لگتے ہیں......!“

”تم آخر ہو کون......؟“

”راستے بھٹکے ہوئے لوگوں کا ہمدرد......میری روحانی قوت......!“

”میں روحانی قوتوں کی قائل نہیں......!“

”اچھی بات ہے......اگر دم نکل آئے تو پھر مجھ سے شکایت نہ کرنا......“

ٹیکسی شفاف سڑک پر تیرتی چلی جارہی تھی......مطلع ابر آلود تھا۔ پل پل دھوپ چھاؤں کے مناظر گزر رہے تھے......!

”ولی جاہ کے ذمے تمہاری کوئی رقم واجب الادا تو نہیں تھی۔“ حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”نہیں وہ لین دین کا پکا تھا......!“

”پتہ نہیں کیوں تمہاری ایک بات پر اعتبار کرنے کو جی نہیں چاہتا۔“

”کون سی بات......؟“

”یہی کہ تم ان لوگوں سے واقف نہیں جو تمہیں موٹے کے ہٹ سے لے جانا چاہتے تھے۔“

”یہ حقیقت ہے......تم یقین کرو یا نہ کرو......میں نہیں جانتی کہ وہ کون ہیں اور ولی جاہ سے کیا چاہتے ہیں......!“

”اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو خود کو کہیں بھی محفوظ نہ سمجھو......“ حمید کچھ سوچتا ہوا بولا اور چند لمحے خاموش رہ کر آہستہ سے پوچھا۔

”کیا یہ ٹیکسی ڈرائیور خود ہی تمہاری طرف بڑھا تھا......!“

وہ کسی سوچ میں پڑ گئی پھر بولی۔ ”میرا خیال ہے......وہ خود ہی میری طرف بڑھا تھا وہاں کئی ٹیکسیاں تھیں۔“

”خیر اب خاموش بیٹھو......!“

”سوال یہ ہے کہ تم پر ہی کیوں اعتماد کرلیا جائے۔“

”پھر کس خیال کے تحت مجھے اپنے ساتھ چلنے کی دعوت دی تھی!“

”اپنے ذہن پر کسی قسم کا بار رکھنا پسند نہیں کرتی۔ الجھن تھی کہ کوئی میرا تعاقب کر رہا ہے......لہٰذا اس الجھن کو رفع کر ڈالا۔“

”رفع ہوگئی الجھن......؟“

”کسی قدر......اس حد تک کہ اگر تم دشمن بھی ہو تو شائستگی ہی سے پیش آؤ گے......!“

”دشمن سمجھے جاؤ گی......!“

”یقیناً تاوقتیکہ دوستی کا ثبوت نہ ملے۔“

دفعتاً ایک زوردار دھماکہ ہوا......بریک چڑچڑائے اور گاڑی میں بھونچال سا آگیا۔ گاڑی کا کوئی ٹائر برسٹ ہوا تھا۔

کشمکش

”یہ کیا ہوا......؟“ عالیہ کی آواز کانپ رہی تھی......!

”ٹائر برسٹ ہوا ہے!“ حمید بولا۔

ٹیکسی ڈرائیور ان کی طرف مڑ کر بڑبڑایا۔ ''اسی لیے کچے میں نہیں جاتے ہم لوگ۔''

''اس وقت تم تو پکے پر ہی چل رہے تھے۔'' حمید اسے گھورتا ہوا بولا۔

''نیچے اتریئے! میں پہیہ تبدیل کروں گا۔'' ڈرائیور کا لہجہ اچھا نہیں تھا۔

حمید نے عالیہ کو اترنے کا اشارہ کیا۔ ڈرائیور ڈکے سے جیک نکالنے لگا تھا۔

حمید اور عالیہ سڑک کے کنارے کھڑے ہو گئے! وہ ڈرائیور کی حرکات وسکنات کا بغور مشاہدہ کر رہا تھا۔ جیسے ہی وہ جیک لگانے کے لیے جھکا حمید نے آگے بڑھ کر اس کی ڈھیلی ڈھالی پتلون کی جیب میں ہاتھ ڈال دیا۔

وہ بڑی پھرتی سے نہ صرف پلٹا تھا بلکہ جیک ہی سے حمید پر حملہ بھی کر دیا تھا۔ اگر حمید ایک پل کے لیے بھی غافل ہوتا تو سر کے کئی ٹکڑے ہو گئے ہوتے۔

ٹیکسی ڈرائیور کی جیب سے برآمد ہونے والا پستول اب حمید کے ہاتھ میں تھا......!

''جیک زمین پر ڈال دو......!'' اس نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

ڈرائیور نے بے چون وچرا تعمیل کی۔ لیکن اس کی آنکھوں سے بے پناہ نفرت اور غصے کا اظہار ہو رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے موقع ملتے ہی حمید کو چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

''لائسنس ہے تمہارے پاس اس پستول کا۔'' حمید نے آہستہ سے پوچھا......!

''تم سے مطلب؟''

''ہر شہری کو دوسرے سے یہ سوال کرنے کا حق حاصل ہے!''

اتنے میں ایک لمبی سی گاڑی کے بریک چرچرائے اور قاسم دہاڑتا ہوا اس پر سے ا
نظر آیا۔

''سالے مجھ سے بچ کر کہاں جاؤ گے......!'' اس نے بڑے تاؤ میں کہا تھا لیکن ا
تفصیلی نظر پڑتے ہی جہاں تھا وہیں ٹھٹک گیا۔

''اس آدمی کو زبردستی اپنی گاڑی میں بٹھاؤ......'' حمید نے قاسم سے کہا۔

''قیوں......؟''

''تمہاری ہونے والی سیکریٹری کو اڑا لے جاتا اگر میں نے اس کا پیچھا نہ کیا ہوتا۔ پستول اسی کا ہے......!''

''اب تو کتے کے پلے بھی پستول لٹکا کر گھومیں گے تمہارا قدم جو بیچ میں آ پڑا ہے۔ سالے اب ترق وطن کر جاؤں غا......'' وہ اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ ''چاہے انگلینڈ میں بیرا گری ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ میں اب یہاں نہیں رہوں غا......!''

''فی الحال وہ کرو جو میں کہہ رہا ہوں۔''

''اچھی بات ہے......اس کے بعد تم سے سمجھوں غا......!''

قاسم جھومتا ہوا ٹیکسی ڈرائیور کی طرف بڑھا اور اسکے اوپر اٹھے ہوئے ہاتھ پکڑ لیے۔

قاسم کی پشت حمید کی طرف تھی۔ دفعتاً ٹیکسی ڈرائیور کا داہنا گھٹنا تیزی سے اوپر اٹھا اور قاسم ''ارے باپ رے'' کا نعرہ بلند کر کے لڑکھڑاتا ہوا حمید پر جا پڑا۔

پھر حمید سے وہ ''ڈیڑھ ٹن'' کی لاش کسی طرح بھی نہ سنبھل سکی اور وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا دوسری طرف لڑھک گیا لیکن گرتے گرتے اسکا خیال رکھا تھا کہ کہیں قاسم کے نیچے نہ آ جائے۔

ادھر ٹیکسی ڈرائیور نے سڑک کے نیچے چھلانگ لگائی۔ حمید اٹھ کر اس کے پیچھے دوڑا۔ اس افراتفری میں ہاتھ والا پستول گر گیا تھا۔ پھر جتنی دیر میں وہ اپنے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالتا ٹیکسی ڈرائیور جھاڑیوں کے لامتناہی سلسلوں میں غائب ہو چکا تھا......!

دفعتاً قاسم کراہتی ہوئی آواز میں دہاڑنے لگا۔ ''ارے......ارے......اے...... یہ قیا......اَے وہ غئی......!''

حمید نے مڑ کر دیکھا...... نہ صرف دیکھا بلکہ دوڑ بھی پڑا۔ لیکن قاسم کی امپالا برق رفتاری سے آگے بڑھ گئی......!

عالیہ اسے لے اڑی تھی......!

''ابے تو اب مجھے اٹھاؤ نا......خدا تمہیں غارت کرے!'' قاسم حلق پھاڑنے لگا۔

وہ زمین پر چت پڑا تھا اور اس کے چہرے پر کرب کے آثار تھے! اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھاتا ہوا وہ کراہا۔ ''جب تک تم سے......تم سے...... ملاقات نہیں ہوتی...... چین سے رہتا ہوں...... میں خود ہی سالا منحوس ہو غیا ہوں......!''

حمید بدقت اسے بیٹھ جانے کی پوزیشن میں لا سکا......!

اس کے بعد اس نے ٹیکسی ڈرائیور والا پستول تلاش کرنا شروع کیا لیکن آس پاس تو

کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

''ابے تو مجھے اٹھاؤ نا...... پتہ نہیں کیا چیز چبھ رہی ہے!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''اب خود سے اٹھنے کی کوشش کرو......!'' حمید نے بھنا کر کہا اور پھر بائیں جانب والی ڈھلان میں دوڑا چلا گیا۔

کچھ دور جھاڑیوں میں گھسا لیکن ٹیکسی ڈرائیور کا کہیں پتہ نہ تھا، تھک ہار کر پھر پلٹا۔ قاسم خود ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا اور زمین پر پڑے ہوئے پستول کو خوفزدہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔

جیسے ہی حمید قریب پہنچا اس سے لپٹ کر گھوں گھوں کرنے لگا۔

''یہ...... یہ...... پستول...... مم...... میرے نیچے دبا ہوا تھا۔ ارے باپ رے...... اگر چل جاتا تو قیا ہوتا......!''

جواب میں حمید نے ایسی بات کہی کہ قاسم نے کچکچا کر اپنے ہونٹ بھینچ لیے۔ پھر کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ ''بس جی جلایا کرو میرا......!''

''جیک لگا کر پہیہ تبدیل کرو ٹیکسی کا...... ورنہ تمہاری گاڑی بھی جہنم رسید ہوئی......!'' حمید اس کے شانے پر ہاتھ مار کر بولا۔

''مجھ سے تو اکڑوں نہ بیٹھا جائے گا۔ اس وقت......!'' قاسم نے ہانپتے ہوئے کہا۔

حمید نے پستول اٹھا لیا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔

''ارے...... یہ تو نقلی ہے......!'' دفعتاً اسی کی زبان سے نکلا۔

''اچھا......؟'' قاسم چہک کر بولا۔ ''یا اللہ تیرا شکر ہے۔ چل بھی جاتا تو قچھ نہ ہوتا۔''

''لیکن سوال یہ ہے کہ اگر نقلی تھا تو وہ اس طرح بھاگا کیوں!''

''امے...... اے ہوش کی دوا کرو......!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔ ''میں قرنل فریدی نہیں ہوں کہ مجھ سے اس طرح پوچھ رہے ہو۔ اچھا ہوا سالا بھاگ گیا۔''

''خاموش رہو...... وہ کمبخت جل دے گئی...... ٹیکسی ڈرائیور اسی کا ساتھی تھا۔ اگر اتفاقاً وھیل برسٹ نہ ہو جاتا تو......!''

''اے زبان سنبھال کے کمبخت ہو گے تم...... کوئی لفنگا ٹیکسی ڈرائیور کیوں ہونے لگا بڑے جاسوس کے دمچے بنے پھرتے ہیں ہونہہ......!''

''تم ہوش میں ہو یا نہیں...... وہ تمہاری گاڑی اڑا لے گئی!''

''تمہاری تو نہیں اڑا لے گئی...... تم قیوں مرے جاتے ہو......!''

''اچھی بات ہے تو اب میں تمہیں یہیں چھوڑ کر چل دوں گا......!''

قاسم ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑاتا رہا اور حمید وھیل بدلنے بیٹھ گیا۔

اور وھیل بدل جانے کے بعد قاسم ایسے بوکھلائے ہوئے انداز میں ٹیکسی میں بیٹھا تھا جیسے خدشہ رہا ہو کہ حمید اسے وہیں چھوڑ کر بھاگ نکلے گا۔

''اے سنبھل کے......'' حمید غرایا...... ''کہیں چیسس نہ ٹوٹ جائے۔''

قاسم اس کے جملے کو نظر انداز کر کے بولا۔ ''تار جام ہی کی طرف گئی ہے......!''

حمید نے انجن اسٹارٹ کیا اور کچھ دور چل کر پھر گاڑی روک دی۔ روانگی سے پہلے وہ گاڑی کی تلاش لینا چاہتا تھا۔

''اب قیا ہوغیا......!''

''تم خاموش بیٹھو......!'' حمید نے کہا اور ڈیش بورڈ کے خانے کھولنے لگا۔ گاڑی کی کتاب موجود تھی۔ وہ اس کی ورق گردانی کرنے لگا۔

''اوہو...... یہ تو تار جام ہی کے کسی آدمی کی ملکیت ہے!'' وہ بڑبڑایا۔

''امے تم یہ سب دیخ رہے ہو اور وہ نہ جانے کہاں جا پہنچی ہو۔'' قاسم بولا......!

''میں کہتا ہوں خاموش بیٹھو......! وہ جائے جہنم میں۔''

''تم خود جاؤ جہنم میں...... مزاج ہی نہیں ملتے......!''

کوئی قابل اعتراض چیز ہاتھ نہ لگی۔ بالآخر تلاشی کا سلسلہ ختم کر کے اس نے پھر انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی چل پڑی۔ گاڑی کی کتاب اس نے اپنی جیب میں ڈال لی تھی۔

قاسم پشت گاہ سے ٹک گیا۔ سیٹ کے اسپرنگ آواز کے ساتھ بیٹھ گئے تھے......!

''خدا ہی پہنچائے تار جام تک......!'' حمید کراہا۔

''آمین......'' قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

گاڑی تیزی سے راستہ طے کرتی رہی۔

تار جام سے کچھ ادھر ایک اعلیٰ درجے کا ہوٹل تھا...... اس کے قریب سے گزرتے وقت

قاسم نے نعرہ لگایا......''وہ رہی......!''

''کیا......؟''

''میری گاڑی......ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں......!''

حمید نے بریک لگائے اور گاڑی کو بیک کرنے لگا۔

پھر وہ ہوٹل کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔

''تم یہیں ٹھہرو......میں اندر جاتا ہوں......'' حمید نے قاسم سے کہا۔

''اب یہ نہیں ہو سکے گا......!''

''میری بات سمجھنے کی کوشش کرو......اگر کوئی ٹیکسی بھی لے اڑا تو!''

''تو تم بیٹھے رہو ٹیکسی میں......میں اندر جا کر دیکھ لوں گا......''

''تم دیکھو گے یا خود کو دکھاتے پھرو گے!''

''میں کچھ بھی کروں......!''

''جہنم میں جاؤ......!'' حمید نے کہا اور ٹیکسی سے اتر کر عمارت کی طرف چل پڑا۔ مڑ کر دیکھا ہی نہیں کہ قاسم کیا کر رہا ہے۔

ڈائننگ ہال میں چاروں طرف نظر دوڑائی لیکن عالیہ کا کہیں پتہ نہ تھا۔ پھر کاؤنٹر پر قیام کرنے والوں کے بارے میں پوچھ گچھ کی لیکن عالیہ کے متعلق کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

پھر اس نے سوچا ہو سکتا ہے کسی اور کے ساتھ مقیم ہو۔ یا یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ولی نے ایگل بیچ سے فرار ہونے کے بعد یہیں پناہ لی ہو......!

وہ مزید پوچھ گچھ کے لیے سلسلۂ گفتگو شروع ہی کرنے والا تھا کہ قاسم جھومتا ہوا کاؤ کے قریب آ کھڑا ہوا۔ حمید کا دل چاہا کہ مارتے مارتے اس کا حلیہ بگاڑ دے۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے وہ اسے گھورتا رہا۔

''قیا پتہ نہیں چلا......!'' قاسم نے آہستہ سے پوچھا۔

''نہیں......!''

''یہاں ڈائننگ ہال تو ہوگا ہی......'' قاسم نے پوچھا۔

''وہاں دیکھ چکا ہوں۔''

''چلو ایک بار پھر دیکھ لیتے ہیں۔'' قاسم نے کہا اور منہ چلانے لگا۔ اس کے بعد اس نے مضبوطی سے حمید کا بازو پکڑا اور بولا۔ ''چلو ڈائننگ ہال میں......!''

حمید نے اسے خونخوار نظروں سے دیکھا اور چپ چاپ چلنے لگا یہاں ہاتھا پائی نہیں کر سکتا تھا اور پھر وہ قاسم کی گرفت میں تھا۔

ڈائننگ ہال میں پہنچ کر اس نے حمید کو ایک کرسی پر بٹھا دیا۔ لیکن اس کا بازو نہیں چھوڑا۔

ایک ویٹر کو اشارے سے قریب لا کر کہا۔ ''دو مرغ تگڑے والے۔''

''کیا شروع کر دیا تم نے......!'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''بھاگ دوڑ میں بھوک لگ آئی ہے......!''

''اگر وہ نکل گئی تو......؟''

''اتنی جلدی نہیں نقل سکتی۔ تم چین سے بیٹھے رہو......!''

''میرا بازو چھوڑ دو......!''

''بازو تو نہیں چھوڑوں گا چاہے ایک ہی ہاتھ سے کھانا پڑے!''

''تم سرکاری کام میں مداخلت کر رہے ہو اتنا سمجھ لو......!''

''اچھا جی......یہ میں سرکار کب سے ہو گیا۔''

''کیا مطلب......؟''

''کام میرا ہے یا سرکار کا......؟''

''وہ کوئی بڑی مجرمہ معلوم ہوتی ہے!''

''الّا قسم بازو کی ہڈی توڑ دوں گا۔'' قاسم نے نہ صرف دھمکی دی بلکہ بازو پر زور بھی ڈالا۔

''اب میرا بھی گھٹنا ہی چلے گا۔''

''ابے نہیں......!'' قاسم بھڑک کر پیچھے ہٹا اور بوکھلاہٹ میں حمید کا بازو بھی چھوڑ دیا۔

پھر وہ اسے اتنی مہلت کہاں دے سکتا تھا کہ دوبارہ اس کا ہاتھ پکڑ سکتا۔

بڑی تیزی سے ڈائننگ ہال سے نکلا تھا اور کمپاؤنڈ کی طرف چل پڑا تھا۔

ٹیکسی وہاں موجود نہیں تھی۔ لیکن قاسم کی امپالا اب بھی وہیں موجود تھی جہاں پہلے نظر آئی تھی......!

حمید اس کی طرف لپکا...... کنجی اگنیشن میں لگی نظر آئی۔ اس سے بہتر اور کوئی تدبیر ہو سکتی تھی کہ اب وہ اسے لے بھاگتا۔ آخر قاسم کو بھی تو سزا دینی ہی تھی۔

اس نے مڑ کر عمارت کے صدر دروازے کی طرف دیکھا۔ قاسم کا دور دور تک پتہ تھا۔ غالباً وہ اس کے پیچھے آیا ہی نہیں تھا۔ دو مرغوں کا آرڈر تو دے بیٹھا تھا......!

حمید اس کی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ انجن اسٹارٹ کر کے اسے کمپاؤنڈ سے باہر نکال ٹیکسی کی کتاب اس کی جیب میں موجود تھی۔

تارجام کا چپہ چپہ اس کا دیکھا ہوا تھا۔ لہٰذا کتاب میں لکھے ہوئے پتے پر پہنچنے اسے کوئی دشواری پیش نہ آئی۔

یہ ایک سال خوردہ عمارت تھی لیکن پائیں باغ میں خاص سلیقے کو دخل معلوم ہوتا تھا۔

حمید نے پھاٹک ہی پر گاڑی روک دی اور نیچے اتر کر کال بل کا بٹن تلاش کرنے لیکن پھاٹک کے ستونوں میں ایسی کوئی چیز نظر نہ آئی۔

بالآخر اسے پھاٹک ہلانا پڑا...... پھاٹک کے ایک ستون پر صرف نمبر پڑے ہو تھے۔ نام کی تختی موجود نہیں تھی......!

پھاٹک لوہے کی چادر کا تھا۔ خاصا شور ہو رہا تھا اس کے ہلانے سے، لیکن حمید کوشش جاری رکھی......!

دفعتاً کسی نے دوسری طرف سے پھاٹک کو ایک جھٹکے کے ساتھ کھول دیا......!

یہ ایک طویل قامت آدمی تھا۔ آنکھوں پر تاریک شیشوں کی عینک تھی اور چہرہ اتنا شفاف تھا جیسے ابھی ابھی شیو کیا ہو......!

''لیکن آپ وہ تو نہیں ہیں......!'' اس نے جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''پھر کیوں خواہ مخواہ پھاٹک ہلا رہے ہیں......!''

''میں نہیں سمجھا......!''

''لیکن میں پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ کوئی اور ہے کیونکہ پھاٹک ہلانے میں وہ ربط اور تو نہیں تھا جس کے لیے ہدایت کی گئی تھی......!''

''آپ پتہ نہیں کیا فرما رہے ہیں جناب......!''

''تو آپ ہی فرمائیے کہ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں!'' اس نے تلخ لہجے میں کہا۔

''میں ساجد ہوں......!''

''یہ آپ لکھ کر بذریعہ ڈاک بھی بھجوا سکتے تھے۔ خواہ مخواہ پھاٹک ہلانا کیوں شروع کر دیا۔''

''آپ سی۔ بی شاہ ہیں!'' حمید نے پوچھا۔

''تب آپ جاہل بھی معلوم ہوتے ہیں......!''

''کیا مطلب......؟''

''شاہ نہیں شا...... سی۔ بی شا۔ سیسل براؤن شا......!''

''یہ میری نہیں بلکہ کسی اور کی جہالت ہے۔'' حمید نے شدید غصے کے عالم میں کہا اور جیب سے ٹیکسی کی کتاب نکال کر اس کے چہرے کے قریب لے جاتا ہوا بولا۔ ''عینک اتار کر دیکھوں تو زیادہ بہتر ہو گا......!''

''اوہ...... تو میری ٹیکسی مل گئی......!'' وہ پرمسرت لہجے میں بولا۔

''کیا مطلب......؟''

''ظاہر ہے ٹیکسی مل گئی تبھی تو یہ کتاب...... معاف کیجیے گا آپ شاید کوئی پولیس آفیسر ہیں۔''

''ٹھیک سمجھے......!'' کیا ہم کہیں بیٹھ کر گفتگو نہیں کر سکتے۔

''ضرور...... ضرور...... اندر تشریف لائیے۔'' وہ ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

طویل روش طے کر کے وہ برآمدے میں پہنچے تھے اور وہیں بید کی کرسیوں پر بیٹھ گئے تھے۔

''میری ٹیکسی کب اور کہاں ملی......؟'' اس نے مضطربانہ انداز میں حمید سے پوچھا۔

''آپ نے کب رپورٹ درج کرائی تھی؟''

''ابھی ایک گھنٹہ پہلے کی بات ہے......!''

''اور آپ کو معلوم کب ہوا تھا کہ ٹیکسی لاپتہ ہے!''

''آج صبح جب ڈرائیور اسے واپس نہیں لایا تو تشویش ہوئی تھی! پہلے اپنے طور پر ڈرائیور کو تلاش کراتا رہا۔ جب وہ نہیں ملا تو رپورٹ درج کرا دی لیکن واقعی پولیس کی کارکردگی سے مجھے متاثر ہونا پڑا ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر پتہ لگا لیا......!''

''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے......!''

''کیا مطلب......؟''

''یہ کتاب مجھے سڑک پر پڑی ملی تھی۔ میں نے سوچا آپ کو پہنچا ہی دوں اور اس سلسلے میں کسی معاوضے کا طلبگار نہیں......!''

''ظاہر ہے امپالا رکھنے والا دس بیس کا طلبگار کیوں ہونے لگا'' سی۔ بی شا نے بڑے تلخ لہجے میں کہا۔

''لیکن اگر آپ معاوضہ ادا ہی کرنا چاہتے ہیں تو اس کی دوسری صورت بھی ہو سکتی ہے''

''وہ کیا جناب......؟'' لہجے کی تلخی بدستور قائم رہی۔

''میں پھاٹک ہلانے سے متعلق آپ کی عجیب وغریب گفتگو کا مفہوم سمجھنے کے لیے بے چین ہوں......!''

''مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا کہا تھا......!''

''آپ نے کہا تھا کہ جب تم وہ نہیں ہو تو پھاٹک کیوں ہلا رہے ہو!''

''او ہاں...... میں اس لیے ایک آدمی کو معاوضہ ادا کرتا ہوں کہ ایک خاص وقت پر آکر پھاٹک ہلایا کرے......!''

''آخر کیوں......؟''

''مینڈکوں پر مختلف قسم کی آوازوں کے اثرات کا مشاہدہ کر رہا ہوں۔''

''اوہ تو آپ......!''

''جی ہاں...... میں بیالوجسٹ ہوں......!''

''بھلا اس سے مینڈکوں کو کیا فائدہ پہنچے گا......''

''میرا وقت برباد نہ کیجیے......!'' وہ ہاتھ اٹھا کر خشک لہجے میں بولا۔

''مجھے بھی مینڈکوں سے دلچسپی ہے......!''

''وہ کس قسم کی دلچسپی ہے جناب؟''

''ہر قسم کی دلچسپی...... مثلاً مینڈکوں کو کس طرح ناشتہ کرنا چاہیے۔ یا ناشتے میں کس قسم کے مینڈک پیش کیے جائیں......!''

''کیا آپ میرا مذاق اڑانا چاہتے ہیں......!''

''ہرگز نہیں جناب! میں بھی آپ ہی کی طرح بیالوجسٹ ہوں اور میرا موضوع ہے جھینگر!''

''آپ جھینگر کے بارے میں کیا جانتے ہیں۔''

سی۔ بی شا کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

''یہی کہ وہ جھینگے کا بدل ثابت ہو سکتا ہے۔ چائے کے ساتھ اگر دو چار جھینگر بھی دم کر دیئے جائیں تو دمے کے مریضوں کو خاصا فائدہ پہنچ سکتا ہے......!''

''آپ براہ کرم تشریف لے جائیں۔ ورنہ......!''

''کیا آپ مجھے اپنے ٹیکسی ڈرائیور کا حلیہ بتا سکیں گے......!''

''میں نے عرض کیا نا کہ آپ براہ کرم تشریف لے جائیں......!''

''اگر آپ نے ٹیکسی ڈرائیور کا پتہ نہ بتایا تو ممکن ہے کہ آپ کسی جرم میں ملوث ہو جائیں......!''

''آپ آخر ہیں کیا بلا......!'' سیسل شا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''آپ کی ٹیکسی اغواء کے کیس میں پکڑی گئی ہے۔ ڈرائیور فرار ہو گیا۔''

''میں پوچھ رہا ہوں آپ کون ہیں......!''

اتنے میں تین چار بڑے بڑے مینڈک پھدکتے ہوئے برآمدے میں آ گئے......!

''اُوہو......!'' حمید پر مسرت لہجے میں چیخا۔ ''کتنے توانا اور فربہ مینڈک ہیں یقین کیجیے میں نے آج تک اتنے خوبصورت مینڈک نہیں دیکھے تھے یہ نر ہیں یا مادہ......!''

''آپ کو پسند آئے؟'' سیسل شا کے دانت بھی نکل پڑے۔

''بہت زیادہ...... مجھے حیرت ہے...... واللہ یہ مینڈک ہیں...... یا مینڈھے......!''

''عراق سے منگوائے گئے تھے اور اب میں یہاں ان کی نسل بڑھا رہا ہوں ان کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ ان کی اوپری کھال مختلف قسم کی آوازوں سے متاثر ہو کر رنگ بدلتی ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ میں یونیورسٹی کے شعبہ سائنس میں بھی آپ کا تذکرہ سن چکا ہوں۔''

''اچھا......!'' سیسل شا کھلا پڑ رہا تھا اور حمید کے بہکنے کی وجہ دراصل یہ تھی کہ اسے ایک کھڑکی میں پل بھر کے لیے ایک رنگین سا سایہ دکھائی دیا تھا اندر سے ایک بڑی کھنکتی ہوئی سی چھینک کی گونج بھی سنائی دی تھی......!

"آپ چائے پیئیں گے یا کافی......!" سیسل شا نے پوچھا۔

"ارے اس کی زحمت کیوں کرتے ہیں......!"

"نہیں کوئی بات نہیں......اندر چلئے!"

حمید تو یہ چاہتا ہی تھا۔ اس کھنکتی ہوئی چھینک کی گونج اب بھی اس کے کانوں میں ٹپکا رہی۔ بس تو پھر......وہ اس کے ساتھ ڈرائینگ روم میں آیا......!

پھر سیسل اسے وہیں چھوڑ کر اندر چلا گیا۔

ڈرائینگ روم کی دیواروں پر مختلف قسم کے مینڈکوں کی تصاویر آویزاں تھیں۔

دیواروں سے نظر ہٹ کر اس دروازے پر ٹھہری جس سے اس کا میزبان اندر گیا تھا اور وہیں ٹھہری رہ گئی کیونکہ وہاں نظر آنے والا السیشئن اسے اچھے تیوروں سے نہیں دیکھ رہا تھا۔

حمید کا کارنامہ

السیشئن بے حد خونخوار معلوم ہوتا تھا اور اب اس کے حلق سے ہلکی ہلکی غراہٹ بھی نکلنے لگی تھی۔

حمید نے بغلی ہولسٹر پر ہاتھ رکھ لیا دن بھر بندھا رہنے والا رکھوالی کا کتا معلوم ہوتا تھا تو پھر کیا یہ اس وقت اسی کے لیے چھوڑا گیا ہے۔

حمید اگر پوری طرح ہوشیار نہ ہوتا تو کتے نے پہلی ہی جست میں اس کی گردن لی ہوتی۔ وہ اچھل کر دروازے کے پاس جا پہنچا اس کے بعد برآمدے ہی میں ہوتا لیکن ایک مترنم سی آواز نے کتے کو اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

ایک بڑی اسمارٹ لڑکی کتے کو ڈانٹ رہی تھی......!

"جیک......شپ اپ......گٹ ان......گٹ ان......!"

کتا دم ہلاتا ہوا پھر اندر چلا گیا۔

لڑکی جین اور جیکٹ میں ملبوس تھی اور سیسل شا کی طرح بالکل دیسی نہیں معلوم ہوتی تھی اگر شا کی ہی لڑکی تھی تو اس کی ماں یقینی طور پر کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتی ہوگی۔

"پلیز سٹ ڈاؤن......" اس نے حمید سے کہا۔ "ڈیڈی از بزی ان دی کچن......!"

"ڈیٹس آل رائٹ......!" حمید بیٹھتا ہوا مسکرایا۔

"وہ صرف دھمکیاں دیتا ہے......خطرناک نہیں ہے!" لڑکی بدستور مسکراتی ہوئی بولی۔

"کون......؟"

"جیکی......؟"

"اوہو......میں سمجھا شاید آپ مسٹر شا کے بارے میں کہہ رہی ہیں......!"

"وہ دھمکیاں نہیں دیتے۔ لیکن خطرناک ہیں اور اسی لیے میں نے مناسب سمجھا کہ میں ہی تم سے گفتگو کروں۔ ٹیکسی کا کیا قصہ ہے......؟"

"ایک کتاب مجھے سڑک پر پڑی ملی تھی۔ میں نے سوچا اسے مالک تک پہنچا دوں۔ پھر معلوم ہوا کہ مسٹر شا بیالوجسٹ ہیں۔ مجھے بھی بیالوجی سے دلچسپی ہے......!"

"اُوہو......تبھی وہ آپ کے لیے خود چائے تیار کر رہے ہیں۔"

"کیا مطلب......؟"

"آپ نے یقیناً ان کے مینڈکوں میں دلچسپی لی ہوگی!"

"جی ہاں......اور یہ حقیقت ہے کہ ڈاکٹر شا......!"

"پروفیسر شا......!" لڑکی نے تصحیح کی! "وہ پروفیسر ہی کہلانا پسند کرتے ہیں......!"

"میں آئندہ بھی ان کے مینڈکوں میں دلچسپی لیتا رہوں گا۔" حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔ اور وہ اسے شرارت آمیز نظروں سے دیکھنے لگی۔ پھر بے حد سنجیدہ ہو کر بولی۔ "کیا تم ہم لوگوں کو بے وقوف سمجھتے ہو......!"

"میں اپنے علاوہ اور کسی کو بھی بیوقوف نہیں سمجھتا...... بڑے پائے کا بیوقوف ہوں میں......بعض مواقع پر آپ مجھ سے مل کر بے حد خوش ہوں گی......اوہ......وہ دیکھئے آپ کا نیکی مجھے پھر کینہ توز نظروں سے دیکھ رہا ہے۔"

لڑکی دروازے کی طرف مڑی اور کتے کو وہاں دیکھ کر گرجی۔ "جیکی گٹ ان...... یو انفرل بیسٹ......!"

ٹھیک اسی وقت برآمدے سے بھاری قدموں کی آواز آئی اور کسی نے کہا...... "کیا میں

اندر آ سکتا ہوں......؟''

''یس پلیز......!'' لڑکی کرسی سے اٹھتی ہوئی بولی اور پھر ایک باوردی پولیس آفیسر ڈرائینگ روم میں داخل ہوا......!

حمید نے طویل سانس لی اور کرسی کی پشت سے ٹک گیا۔

آنے والے نے حمید پر نظر ڈالی پہلے کسی قدر ٹھٹکا اور پھر لاتعلقی کا مظاہرہ کرتا ہوا لڑکی سے بولا۔

''پروفیسر کہاں ہیں؟''

''بیٹھئے! میں انھیں بھیجتی ہوں......!''

آنے والے نے حمید کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھا اور حمید نے مسکرا کر اپنی بائیں آنکھ دبائی۔

اتنے میں پروفیسر کمرے میں داخل ہوا۔

''یہی ہے وہ آدمی......انسپکٹر!'' وہ حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

''اوہ......!'' انسپکٹر نے حمید کو گھور کر دیکھا اور حمید احمقانہ انداز میں جلدی جلدی پلکیں جھپکانے لگا......!

''اس سے پوچھئے کہ اسے میری ٹیکسی کی کتاب کہاں ملی تھی......!''

''کیوں جناب......!'' انسپکٹر نے حمید سے سوال کیا۔

''پروفیسر ہی سے پوچھئے کہ میں نے انھیں کیا بتایا تھا......!''

''میں آپ ہی کی زبان سے سننا چاہتا ہوں!''

''سڑک پر پڑی ملی تھی......!''

''کہاں......کس جگہ......!''

''اس طرح بتانا مشکل ہے......آپ کو میرے ساتھ چلنا پڑے گا......!''

''کتاب کہاں ہے؟''

''میرے پاس......!'' پروفیسر کوٹ کی جیب سے کتاب نکالتا ہوا بولا۔

اب حمید کو یاد آیا کہ اس نے باتوں ہی باتوں میں کتاب اس کے حوالے کر

حالانکہ اسے اس کے پاس ہونا چاہئے تھا......!

''لائیے کتاب......مجھے دیجئے......میں دیکھوں گا اس معاملے کو'' انسپکٹر نے اس کے ہاتھ سے کتاب لیتے ہوئے کہا اور پھر حمید سے بولا ''مجھے وہ جگہ دکھائیے جہاں آپ کو کتاب ملی تھی......!''

حمید اٹھ گیا۔

''یہ امپالا آپ کی ہی ہے......!'' انسپکٹر نے پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''اچھا پروفیسر......!'' انسپکٹر سیسل شا سے بولا۔ ''میں اپنا اسکوٹر یہیں چھوڑے جا رہا ہوں......!''

''اچھی بات ہے......!''

ان دونوں نے خاموشی سے روش طے کی اور گاڑی میں آ بیٹھے۔ جب گاڑی حرکت میں آ گئی تو انسپکٹر نے پوچھا۔ ''کیا قصہ ہے، تمہارا گرانڈیل دوست ابھی کچھ ہی دیر پہلے بڑی دیر تک میرا دماغ چاٹتا رہا تھا۔ یہ گاڑی شاید اسی کی ہے......!

''ہاں......آں......لاؤ وہ کتاب مجھے دے دو اور پروفیسر کے بارے میں جو کچھ بھی جانتے ہو بتاؤ......!''

سب انسپکٹر مقصود پہلے حمید ہی کے محکمے سے تعلق رکھتا تھا پھر اسے سول پولیس میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ ان دنوں وہ تارجام کے تھانے میں سیکنڈ آفیسر کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

حمید نے اس سے ٹیکسی کی کتاب لے لی۔

''اس وقت قاسم کہاں ہے......!''

''گرینڈ ہوٹل کے کمرہ نمبر گیارہ میں......!''

''اس نے تمہیں کیا بتایا ہے......!''

''یہی کہ تم دونوں گرینڈ میں چائے پی رہے تھے۔ اچانک تم پیشاب کرنے کے بہانے اٹھے اور اس کی گاڑی لے بھاگے......!''

حمید نے طویل سانس لی اور سوچا بالکل ہی عقل سے پیدل نہیں ہے۔

''ٹیکسی کی کتاب کا کیا قصہ ہے......!''

''تم فکر نہ کرو...... پروفیسر سے کہہ دینا کہ کتاب تمہارے پاس موجود ہے ٹیکسی کی بازیابی پر ہی اسے مل سکے گی......!''

''تمہاری مرضی......!'' مقصود نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی!

''اور میرے بارے میں اسے یقین دلانے کی کوشش کرنا کہ میں نے اس سے جھوٹ نہیں بولا تھا......!''

''اور فلّی کے بارے میں کیا خیال ہے!'' مقصود نے شرارت آمیز مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

''کون فلّی......؟''

''پروفیسر کی لڑکی......اوفلیا براؤن شا......عرف عام میں فلّی کہلاتی ہے......!''

''میں نے پوچھا تھا پروفیسر کے بارے میں کیا جانتے ہو!''

''وہ تین سال سے اسی عمارت میں مقیم ہے......!''

''ذریعہ معاش......؟''

''ریس میں گھوڑے دوڑتے ہیں......اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتا اوفلیا بڑی اچھی جاکی بھی ہے۔ اکثر وہ خود ہی پروفیسر کے گھوڑے دوڑاتی ہے......!''

''وہ بیالوجسٹ بھی ہے......؟'' حمید نے پوچھا۔

''کہتا تو یہی ہے......!''

''ٹیکسی کی گمشدگی کی رپورٹ اس نے کس وقت درج کرائی تھی!''

''تین بجے کے قریب......اور ٹھیک ساڑھے چار بجے مجھے فون کیا تھا کہ ایک مشتبہ آدمی گمشدہ ٹیکسی کی کتاب لایا ہے۔ وہ اور اس کی بیٹی اسے باتوں میں الجھائے ہوئے ہیں۔''

''ہوں......تمہیں تھانے ہی پر اتار دوں......!''

''تم اب کہاں جاؤ گے......رات یہیں گزارو......گرینڈ میں کیبرے دیکھیں گے۔ کوئی غیر ملکی طائفہ ہے......!''

''پھر بھی......مجھے فوراً واپس جانا ہے!''

''تمہاری مرضی......ہاں مجھے تھانے ہی پر اتار دینا......!''

تھانے پر اسے چھوڑ کر حمید نے گرینڈ کی راہ لی۔ قاسم اسے دیکھتے ہی پھاڑ کھانے دوڑا لیکن حمید کے کڑے تیور دیکھ کر بات آگے نہیں بڑھائی تھی......!

''میں تم سے کہہ رہا تھا کہ ٹیکسی میں بیٹھو لیکن تم نے سارا کھیل بگاڑ دیا میں باہر نکلا تو سی غائب تھی مجبوراً تمہاری گاڑی لے جانی پڑی......!''

''چلو خیر......قوئی بات نہیں......وہ بھی ملیں یا نہیں۔ نالیہ اریمان۔''

''نالیہ اریمان نہیں......عالیہ نریمان......!''

''چلو چلو ٹھیک ہے......!''

''اب کیا ارادہ ہے......!''

''اللہ جانے......'' کہہ کر قاسم نے جماہی لی۔ اتنے میں فون کی گھنٹی بجی اور حمید نے یسیور اٹھالیا۔

''روم نمبر گیارہ......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''آپکی کال ہے ہولڈ آن کیجئے۔''

''ہلو......کون بول رہا ہے......!'' دوسری طرف سے آواز آئی اور اس بار والی آواز نے ید کا خون خشک کر دیا......!

وہ تھوک نگل کر ماؤتھ پیس میں بولا۔ ''حمید۔''

''قاسم کہاں ہے......؟''

''یہیں......میرے ساتھ......!''

''تم دونوں فوراً واپس آؤ......!'' کہہ کر دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا اور ید نے بھی ریسیور رکھ کر طویل سانس لی۔

''قون تھا......؟'' قاسم نے قریب آکر پوچھا۔

''کرنل......!''

''ارے باپ رے......کیا خبر ہوگئی ان کو......!''

''چوکیدار نے تمہارے باپ کو اطلاع دی ہوگی۔ وہ مجھے بھی پہچانتا ہے۔ ظاہر ہے کہ عاملہ دو غیر ملکیوں کا تھا! پھر دو پولیس انسپکٹر آئے تھے اس کے بعد ہم دونوں بھی غائب ہو

گئے۔تمہارے باپ نے کرنل کا بھیجا چاٹا ہوگا......خدا ایسا باپ گدھے کو بھی نہ دے!"

"اور کیا...... ہائیں......کیا کہا تم نے۔زبان سنبھال کر......!"

"میرا ایسا باپ ہوتا تو میں خودکشی کر لیتا......!"

"ہاں ...... ہاں......تم تو چاہتے ہی ہو کہ میں مر جاؤں!"

"تمہاری بیوی بھی اس جملے پر یہی کہتی......!"

"ہرگز نہ کہتی سالے......سب کچھ تم خود ہی کہتے ہو!"

"اچھا اچھا چلنے کی تیاری کرو......!"

"میں تو نہیں جاتا......لیکن یہ کسی کو کیا مالوم کہ ہم یہاں تارجام میں ہیں......!"

"تمہیں کس طرح معلوم ہوا تھا کہ میں تارجام کی طرف گیا ہوں......؟"

"اس ٹیکسی والے سے جو تمہیں لے جا رہا تھا......!"

"تم جیسی گوبر عقل رکھنے والا تو یہ معلوم کر لے اور کرنل فریدی اس سے محروم رہ جائے۔"

"اے تم خود گوبر عقل...... بلکہ کتے کا گوہ عقل......! بڑھتے ہی چلے جاتے ہیں! کچھ نہیں بولتا تو......!"

"بیٹا چلنے کی تیاری کرو ورنہ ہتھکڑیاں لگ جائیں گی!"

"قیوں کیا میں نے کہیں ڈاکہ ڈالا ہے!"

"جہنم میں جاؤ......!" حمید نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"اچھا......اچھا ٹھہرو...... چلتا ہوں!"

کچھ دیر بعد وہ پھر شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔

حمید خاموش تھا۔اس بھاگ دوڑ میں دوپہر کا کھانا بھی نصیب نہیں ہوا تھا......!

شہر پہنچتے پہنچتے اندھیرا پھیل گیا۔

"پہلے میرے گھر چلو......!" قاسم بولا۔

"حکم ہوا ہے کہ قاسم سمیت سیدھے یہیں پہنچو!"

"میں قیا قسی کے باپ کا نوکر ہوں!"

"قاسم اگر یہ بات بڑھ گئی تو مزید مصیبت میں پڑ جاؤ گے تمہیں معلوم ہونا چاہئے

نے دو سفید فام غیر ملکیوں کو اپنے کمرے میں بند کر کے مارا تھا۔ایک کی ٹانگ توڑ دی تھی۔"

فریدی سے برآمدے ہی میں ملاقات ہوئی۔ وہ آرام کرسی پر نیم دراز کوئی کتاب دیکھ رہا تھا......!

"تم فوراً اپنے باپ کو فون پر اطلاع دو کہ یہاں پہنچ گئے ہو!" اس نے قاسم سے کہا۔

"گھر ہی قیوں نہ چلا جاؤں!"

"جی نہیں......آپ وہی کیجئے جو میں کہہ رہا ہوں......!"

"بہت بہتر......!" قاسم نے ایسے لہجے میں کہا جیسے طوعاً و کرہاً فریدی اس کے مشورے پر عمل کرنے جا رہا ہو......!

قاسم اندر چلا گیا اور فریدی حمید کو گھورنے لگا۔

"ایک سفارت خانے کے کلچرل سیکرٹری نے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم نے اس کے مہمانوں پر تشدد کیا ہے......!"

"ٹانگ قاسم نے توڑ دی تھی...... میں تو یہی سوچتا رہ گیا تھا کہ کہیں میری اپنی ہی ٹانگ نہ ٹوٹ جائے۔"

"کیا بکواس ہے؟"

"کیا باضابطہ طور پر شکایت ہوئی ہے!"

"نہیں......وہ میرا شناسا ہے......!"

"آہا تو کیا وہ مجھے پہچانتا ہے۔اب یاد آیا کہ وہ کس سفارت خانے سے تعلق رکھتا ہے۔"

"غیر ضروری باتیں نہ کرو۔ مجھے بتاؤ کیا بات تھی؟"

اتنے میں قاسم آ گیا اور حمید نے اس سے کہا۔"تم جا کر میرے کمرے میں آرام کرو۔"

"بہت اچھے......" وہ ہاتھ نچا کر بولا۔"میں جا قر آرام کروں اور تم جھوٹی سچی لگاؤ میرے لیے......!"

"ٹھیک ہے تم بھی بیٹھو......!" فریدی بولا۔

حمید نے اپنی کہانی قاسم کے ہٹ سے شروع کی اور پروفیسر شا کے بنگلے پر ختم کر دی۔

"اور یہ رہا وہ نقلی پستول......ٹیکسی کی کتاب بھی لیتا آیا ہوں۔" اس نے ٹیکسی کی کتاب

ہی کے ساتھ تمباکو کی پاؤچ بھی نکالتے ہوئے کہا۔

فریدی نے پستول اور ٹیکسی کی کتاب لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیئے اور قاسم کی طرف متوجہ ہوا۔

قاسم کے چہرے پر گویا زلزلہ آ گیا تھا۔ ہونٹ اپنے انداز میں پھڑک رہے تھے اور آنکھیں اپنے انداز میں آڑی ترچھی ہو رہی تھیں......!

اس نے ہکلا ہکلا کر بدقت اپنی داستان سنائی۔

''ہوں......اور وہ بھول گئے......!'' حمید اس کے خاموش ہوتے ہی بولا۔

''تم چپ رہو......!'' قاسم جھینپ کر بولا۔

''اس نے دوسری بار خواب دیکھنے کے لیے خوشی سے اس کے ہاتھ پر ڈھائی سو روپے رکھ دیئے......!''

''ہاں ہاں......رخ دیئے تھے تو پھر......تمہارے باپ کے رکھ دیئے تھے!''

''شور نہ مچاؤ......!''

''آپ اسے قیوں نہیں منع کرتے......!''

''تم نے مجھے پوری بات کیوں نہیں بتائی تھی۔''

قاسم کچھ نہ بولا۔ کسی نک چڑھی لڑکی کی طرح اس نے سر جھکا کر منہ پھلا لیا تھا۔ پھر حمید ہی کہانی کا وہ ٹکڑا بھی سناتا ہوا بولا۔ ''اپنے ہونے والے گھوسی فادران لا سے انتقام لینے کے لیے برخوردار دوسری بار خواب دیکھنا چاہتا تھا......!''

''اب برداشت نہیں کر سکتا۔'' قاسم اچھل کر کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ ''تم برخوردار۔ تمہاری سات پشتیں برخوردار ہاں نہیں تو......میں لحاظ کرتا ہوں اور آپ ہیں کہ سر پر چڑھے آ رہے ہیں۔''

''بیٹھ جاؤ......!'' فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔

''اسے بھی تو سمجھایئے......!'' قاسم دوبارہ بیٹھتا ہوا بولا۔

''کیا تمہیں لیڈی سیکریٹری کی ضرورت ہے۔'' فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا......!

''بالقل نہیں......مجھے قیوں ہونے لگی جرورت......کیا میرے باپ نہیں ہے......یہی سکھایا پڑھایا کرتا ہے مجھے......کہنے لگا......اچھی تو ہے اب تم اسے نوکر رکھ لو......!''

حمید اس کے جھوٹ پر نہ صرف دنگ رہ گیا بلکہ بغلیں جھانکنے لگا۔

''کیوں......!'' فریدی اس کی طرف مڑا۔

''اور کہہ رہا تھا کچھ دن تم نوکر رکھنا اور کچھ دن میں رکھوں گا۔'' قاسم نے دوسرا ٹکڑا لگایا۔

''کیوں بکواس کر رہا ہے......!''

''ہاں اب قرنل صاحب کے سامنے یہی تو کہو گے۔ صرف انھیں سے تو نانی مرتی ہے اور ساری دنیا میں دندناتے پھرتے ہو!''

''اچھا اب تم اپنے گھر جاؤ......!'' فریدی نے اس سے کہا۔

''گھر پر قیا رکھا ہے......اس وقت تو کچھ کھانے کو بھی نہیں ملے گا۔''

''کیا کھاؤ گے......؟''

''آپ نے بھی تو کتنے پال رکھے ہیں۔ بھیڑ بکریاں پالی ہوتیں......!'' حمید بول پڑا۔

''تم چپ رہو......!'' قاسم اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ ''میں مرغیاں پالنے کو کہہ رہا تھا۔''

''مرغ کھاؤ گے......!'' فریدی نے پوچھا۔

قاسم منہ چلانے لگا۔

''میرا باورچی فریج میں کافی سامان رکھتا ہے......مرغ بھی ہوں گے تین کافی ہوں گے تمہارے لیے......یا اور......!''

''جی بس ٹھیک ہے......!''

''تم کچن میں جا کر کہہ دو......!'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''اس کے لیے......؟ میں جاؤں گا......!''

''نہیں......میرے لیے قیوں جاؤ گے۔ اس کے لیے کر رہے تھے بھاگ دوڑ دیکھا آپ نے......!''

''کسی دن تمہیں مسلم روسٹ کروں گا......!''

''دیکھئے......دھمکی دی جا رہی ہے مجھے......!''

فریدی نے پھر کتاب اٹھا لی تھی......حمید کچن کی طرف چلا آیا۔

اب وہ بڑی بوریت محسوس کر رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ تارجام ہی کی طرف نکل بھاگے

اور پروفیسر شا کے بنگلے پر پہنچ کر دَم لے۔ مینڈکوں کے بارے میں اس کی معلومات کو چیلنج کرے اور وہ کیا نام بتایا تھا مقصود نے...... اوفلیا براؤن شا...... فلی کہلاتی ہے.... فلی، ہاہا کیسر بن جائے تو مزہ آ جائے گا...... اونہہ کیس نہ بنے تب بھی مجھے مینڈکوں سے بہرحال دلچسپی ہے......!

کھانے کی میز پر بھی اس کا ذہن تار جام ہی میں بھٹکتا رہا تھا حالانکہ فریدی کا لیکچر بھی ساتھ ہی ساتھ جاری تھا۔ وہ ان دونوں کو سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ آدمی کو ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھنا چاہئے اور ولی جاہ کوئی فراڈ قسم کا ہپناٹسٹ تھا......!

کھانے کے بعد قاسم رخصت ہو گیا اور حمید سوچ رہا تھا کہ اب اسے مزید بور ہونا پڑے گا لیکن خلاف توقع فریدی نے اسے روکا نہیں تھا......!

وہ اپنے کمرے میں آیا اور لباس تبدیل کر کے جو گرا ہے پلنگ پر تو پھر دوسرے ہی دن کا سورج دیکھا تھا...... ساری رات گہری نیند سوتا رہا تھا۔

صبح اٹھا تو فریدی سے ناشتے کی میز پر بھی ملاقات نہ ہوئی۔

دفتر پہنچا تو معلوم ہوا کہ فریدی صبح سات بجے ہی دفتر پہنچ گیا تھا اور اس وقت فوٹو گرافی کے شعبے کی عمارت میں موجود ہے۔

حمید اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ گیا جو فریدی کے کمرے سے ملحق تھا......!

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی...... اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ ''کیا دفتر پہنچ گئے......؟''

''اگر آپ کو یقین آ سکے تو......!''

''میں تم سے بہت خوش ہوں...... کل تم نے ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے......!''

''میں بے ہوش ہو جاؤں...... یا بغلیں بجاؤں......!''

''سیدھے تار جام چلے جاؤ...... تمہیں وہیں رہ کر پروفیسر پر نظر رکھنی ہے......!''

تلاش

فوری طور پر حمید کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے کونسا کارنامہ

انجام دیا ہے۔ ان میں سے کوئی بھی تو ہاتھ نہیں لگا تھا۔ حتیٰ کہ ٹیکسی ڈرائیور بھی اسے جل دے گیا تھا۔

''میں نہیں سمجھ سک...... سکتا......!'' وہ ماؤتھ پیس میں ہکلایا۔ ''مم...... میں نے کونسا کارنامہ انجام دیا ہے۔''

''یقین کرو میں سچ کہہ رہا ہوں......'' دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔ ''تمہارا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ تم نے وہ نقلی پستول مجھ تک پہنچا دیا اچھا ٹھہرو...... دس منٹ بعد مجھ سے میرے کمرے میں مل سکتے ہو......!''

حمید نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ریسیور رکھ دیا......

پستول...... اس نے سوچا بھلا اس میں کیا ہو سکتا ہے۔ اونہہ یہاں تو لتے کا بھی سانپ بن سکتا ہے۔ پستول کے بجائے گوبھی کا پھول بھی ہاتھ آیا ہوتا تو اس کی پینڈی میں انھیں ایٹم کی شہزادی نظر آتی۔ وہ ہاتھ ہی ایسے تھے کہ ان میں جو چیز پہنچتی جادو کا پٹارا بن گئی۔ اب ہو سکتا ہے وہ نقلی پستول ایک ایسی توپ ثابت ہو کسی خاص میکنزم کو حرکت دینے سے تین انچ کے گولے اگلنے لگتی ہو۔ جہنم میں جائے...... ہاں تو وہ اوفلیا براؤن شا عرف فلی۔ تار جام...... اسے فوراً تار جام روانہ ہو جانا چاہئے تھا آخر خواہ مخواہ وضاحت کیوں طلب کرنے بیٹھ گیا۔ اب دس منٹ بعد ان کے کمرے میں حاضری دو اور اس تلخ مرحلے سے گزرو کہ ''فی الحال'' میں نے اپنی اسکیم بدل دی ہے اب تم تار جام جانے کی بجائے ڈیڑھ سیر بھنڈیاں خرید لاؤ۔''

دس منٹ بعد وہ فریدی کے کمرے میں پہنچا لیکن وہ وہاں موجود نہیں تھا۔ پھر وہ انتظار کے لیے بیٹھنے ہی والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی...... اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

''غالباً تم میرے منتظر ہو گے......'' دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی......!

''یقیناً جناب عالی......!''

''لیکن میں فی الحال تم تک نہیں پہنچ سکتا...... تم تار جام جا سکتے ہو۔''

''لیکن میں وہاں کروں گا کیا......؟''

''گمشدہ ٹیکسی کی تلاش...... مقصود اس سلسلے میں تمہاری مدد کرے گا......!''

''آپ مجھے بچوں کی طرح بہلانے کی کوشش کر رہے ہیں!''

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوگیا۔

''اچھی بات ہے......!'' حمید ریسیور کریڈل پر پٹختا ہوا بڑبڑایا۔''میں تارجام جارہا ہوں۔ نتیجے کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے......!''

وہاں سے اٹھ کر وہ پھر اپنے کمرے میں آیا اور میز کے گوشے سے ٹک کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

ایک بار پھر وہ نقلی پستول اس کے ذہن میں کلبلایا۔ اگر وہ کوئی ایسی ہی اہم چیز ہے تو اُسے اندھے کے ہاتھ میں بٹیر لگنا ہی کہا جا سکتا ہے۔

''جہنم میں گیا پستول......!'' وہ بڑبڑایا مزید کچھ اور بڑبڑانے والا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ جھنجھلا کر ریسیور اٹھا لیا۔

''قہو ملی یا نہیں......!'' دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

''مل غئی......!'' حمید نے نتھنے پھلا کر قاسم ہی کے لہجے کی نقل اتاری......!

''تو پھر اب کیا ارادہ ہے؟''

''عاصم صاحب کے پاس بھجوا رہا ہوں......!''

''کیا مطلب......؟''

''تمہارے تو باپ موجود ہے......وہ بے چارے یتیم ہیں۔ اُن کے لیے ضروری ہے لیڈی سیکریٹری......!''

''دیکھو......دیکھو......فون پر گالیاں دینا منع ہے ورنہ بتاتا تم کو......اچھا بیٹا وہیں پہنچ رہا ہوں......!''

''خفا کیوں ہو رہے......!''

''تم باپ دادا کیوں چڑھ رہے ہو!''

''تمہیں نے پچھلی رات کرنل سے کہا تھا کہ میرے تو باپ ہے مجھے کیا ضرورت لیڈی سیکریٹری کی......!''

''اے وہ تو میں یونہی گڑبڑا کر کہہ غیا تھا۔ سچ مچ تھوڑا ہی کہا تھا۔ باپ ہو یا نہ ہو سیکریٹری ضرور ہونی چاہئے۔ میں آ رہا ہوں......!''

حمید نے ریسیور رکھ دیا اور اپنا ہینڈ بیگ اٹھا کر دروازہ کی طرف لپکا۔ قاسم کے پہنچنے سے قبل ہی یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

پارکنگ شیڈ میں فریدی کی لنکن موجود نہیں تھی۔ اس نے اپنی موٹر سائیکل سنبھالی اور گھر کی طرف روانہ ہوگیا۔

تارجام جانے کی اجازت ملی تھی لیکن وہاں کی مدت قیام کے بارے میں کچھ نہیں کہا گیا تھا اس کا یہ مطلب تھا کہ اسے پوری تیاری کے ساتھ جانا چاہئے۔ ضروری نہیں تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور جلد ہی ہاتھ آ جاتا۔

گھر پہنچ کر اس نے سوٹ کیس میں کپڑے رکھے اور روانگی کے لیے تیار ہی تھا کہ فون کی گھنٹی بجی......!

اس نے ریسیور اٹھا لیا......دوسری طرف سے فریدی کی آواز آئی۔''میرے اندازے کے مطابق تم اب گھر پہنچ چکے ہوں گے......!''

''نہیں میں جنت الفردوس سے بول رہا ہوں۔'' حمید نے بھنا کر کہا۔

''اب تم تارجام نہیں جا رہے......!''

''کسی نے اڑائی ہوگی......میں تو سر کے بل جا رہا ہوں......!''

''سنجیدگی سے سنو......اس نمبر کی ٹیکسی کل جو آدمی چلا رہا تھا اس وقت گرین روڈ کے اصفہانی ہوٹل میں بیٹھا چائے پی رہا ہے وہاں زیادہ بھیڑ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ایک آدمی اور بھی ہے اگر تم شناخت کر سکو تو فوراً گرفتار کر لینا۔ ہتھکڑیاں ساتھ لیتے جاؤ!''

''اچھا جناب......!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور ریسیور رکھ کر سوٹ کیس کو زور کی لات رسید کی کہ وہ پھسلتا ہوا دروازے سے جا ٹکرایا......!

پھر وہ کمپاؤنڈ میں آیا۔ گیراج سے اپنی گاڑی نکالی اور گرین روڈ کی طرف روانہ ہوگیا۔

اصفہانی ہوٹل ایک تیسرے درجے کا چائے خانہ تھا۔ یہاں میزوں کی کثرت تھی۔ بارہ پیسے فی کپ والی چائے چلتی تھی۔ کاؤنٹر پر ایک فربہ اندام ایرانی بیٹھا گاہکوں سے پیسے وصول کرتا رہتا تھا۔

تھوڑی دیر بعد حمید وہاں جا پہنچا۔ گاڑی فٹ پاتھ سے لگا دی یہیں سے وہ اندر بیٹھے

ہوئے تمام لوگوں کا جائزہ بہ آسانی لے سکتا تھا......!

نظر ایک میز پر پڑی، بلاشبہ یہ وہی آدمی تھا لیکن فریدی کی فراہم کردہ اطلاع کے خلاف اس میز پر تنہا تھا۔ ہوسکتا تھا دوسرا آدمی کچھ دیر پہلے ہی اٹھ گیا ہو......!

وہ گاڑی سے اتر کر تیر کی طرح اس کی طرف گیا اور اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

اس نے اسے دیکھ کر اٹھنا چاہا لیکن حمید نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور آہستہ سے بولا۔ ''اگر یہاں اپنی بے عزتی گوارہ ہو تو ہاتھ پیر ہلانے کی کوشش کرنا۔''

''کیا بات ہے؟'' اس نے آنکھیں نکالیں۔

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ کیا بات ہے اور مجھے بھی پہچان لیا ہوگا۔ میرا تعلق پولیس سے ہے۔''

''میں نے کیا کیا ہے؟''

حمید نے دوسرے ہاتھ سے ہتھکڑیوں کی جوڑی نکالی اور میز پر رکھ دی۔

''میں چل رہا ہوں......'' وہ مردہ سی آواز میں بولا۔ ''میں چل رہا ہوں۔ لیکن بالکل بے قصور ہوں......!''

''اگر ایسا ہی ہے تو تمہیں قطعی نہ ڈرنا چاہئے۔''

وہ اس کے ساتھ چلنے پر تیار تھا حمید نے ہتھکڑیوں کی جوڑی دوبارہ جیب میں رکھ لی۔

وہ اسے گاڑی میں بٹھا کر دفتر لے آیا۔ پارکنگ شیڈ میں فریدی کی لنکن کھڑی نظر آئی۔ اس کا یہی مطلب تھا کہ وہ اس وقت اپنے کمرے میں موجود ہے۔

حمید ٹیکسی ڈرائیور کو سیدھا وہیں لیتا چلا گیا۔

''ٹھیک ہے......یہی آدمی ہے......!'' حمید نے اس سے کہا۔

فریدی نے حمید کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ڈرائیور کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد فریدی نے فائل سے نظر ہٹالی اور ڈرائیور کو گھورنے لگا۔

''حضور......میں بے قصور ہوں......!'' ٹیکسی ڈرائیور کانپتا ہوا بولا۔ ''وہ پستول مجھے اس عورت نے دیا تھا......!''

''اسے کب سے جانتے ہو......!''

''پرسوں رات سے حضور......ان دونوں نے ٹیکسی تارجام ہی سے لی تھی۔ ایگل بیچ آئے تھے اور مجھے ٹھہرنے کو کہا تھا۔ کرایہ کے علاوہ سو روپے انعام دینے کو کہا۔ پچاس پیشگی دے دیئے تھے! پھر مرد وہیں رہ گیا تھا اور عورت نے تارجام واپس چلنے کو کہا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد بولی ایک آدمی میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اگر تم تھوڑی سی ہمت کرو تو اسے پکڑ کر لے چلیں۔ تارجام پہنچ کر پولیس کے حوالے کر دیں گے۔ اسی وقت اس نے مجھے پستول دے کر کہا تھا کہ میں اسے بہلا پھسلا کر اس گاڑی میں بٹھانے کی کوشش کروں گی اگر وہ راستے میں کوئی گڑبڑ کرے تو تم پستول نکال لینا۔ میری شامت آئی تھی کہ میں نے اس کی بات مان لی۔''

''پستول بھرا ہوا تھا......؟'' فریدی نے پوچھا۔

''میں کچھ نہیں جانتا حضور......زندگی میں پہلی بار ہاتھ لگایا تھا پستول کو......اور یہ ٹیکسی میرے چچا چلاتے ہیں۔ پرسوں رات ان کی طبیعت خراب ہوگئی تھی۔ اس لیے گاڑی میرے حوالے کی۔ اس گاڑی پر دو ڈرائیور ہیں......ایک دن کا اور ایک رات کا......میرے چچا رات کے ڈرائیور ہیں......!''

''ٹیکسی کے مالک نے ٹیکسی کی گمشدگی کی رپورٹ درج کرائی ہے۔''

''ضرور کرائی ہوگی سرکار......صبح نو بجے تک ٹیکسی ان کے پاس واپس پہنچ جانی چاہئے تھی لیکن ان دونوں کم بختوں نے مجھے الجھائے رکھا۔ میرا چچا بھی پریشان ہوگا......!''

''اپنے چچا کا پتہ بتاؤ......!''

اس نے ایک پتہ حمید کو لکھوایا......کچھ دیر بعد فریدی نے پھر سوالات شروع کیے!

''کیا ان دونوں کا پتہ تمہارے چچا نے بتایا تھا......!''

''جی نہیں......میں گاڑی لے کر نکلا ہی تھا کہ وہ دونوں سڑک پر مل گئے! لیکن انھوں نے وہاں مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ کتنی دیر تک کے لیے ٹیکسی کر رہے ہیں ورنہ میں انکار کر دیتا۔ یہ تو ایگل بیچ پہنچ کر انہوں نے چکر چلایا تھا......!''

''ہوں......!'' فریدی نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔ ''اسے محکمے کی حوالات میں دے دو۔''

''سرکار میں بے قصور ہوں......رحم کیجئے۔'' وہ گڑگڑانے لگا۔ ''تب سے اب تک گھر نہیں گیا۔''

"جب تک تمہارے بیان کی تصدیق نہ ہو جائے تمہیں حوالات ہی میں رہنا پڑ
تمہارے گھر اطلاع پہنچا دی جائے گی......!"

حمید اسے حوالات میں دے کر پلٹا تو فریدی نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ خود کر
کے مطالعے میں غرق تھا۔

"تو پھر اب چلا جاؤں تارجام......!" حمید نے پوچھا۔

"ایک منٹ ٹھہرو......!" فریدی فائل سے نظر ہٹائے بغیر بولا۔

حمید نے برا سا منہ بنایا اور دوسری طرف دیکھنے لگا۔ کچھ دیر بعد فائل بند کر کے ا
طرف توجہ دی!

"مقصود نے فون پر ٹیکسی کی بازیابی کی اطلاع دی ہے۔ وہ ایک ویران جگہ کھڑ
تھی۔ اس نے پوچھا ہے کہ ٹیکسی کا کیا کیا جائے!"

"تو آپ مجھ سے پوچھ رہے ہیں کہ ٹیکسی کا کیا جائے......" حمید نے خوش ہو کر کہا۔

"غیر ضروری باتیں نہیں......!" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم اب تارجام جا
ہو۔ گاڑی کی کتاب لیتے جاؤ!"

"اور وہ نقلی پستول!"

"بات نہ بڑھاؤ...... جتنی جلد ممکن ہو سکے چلے جاؤ! تم پروفیسر کو بتا سکتے ہو کہ تم
ہو۔ ٹیکسی کے اصل ڈرائیور تک پہنچنا بھی ضروری ہے......!"

"بہت بہتر...... اب میں پستول کے بارے میں نہیں پوچھوں گا!"

"وقت نہیں ہے...... پھر بتاؤں گا تم جلدی کرو......!"

اس بار اس نے حمید کو اتنا موقع بھی نہیں دیا تھا کہ وہ گھر جا کر سوٹ کیس ساتھ لیتا۔
اس نے بھی لاپرواہی سے شانے جھٹکائے اور روانہ ہو گیا۔

تارجام پہنچ کر اس نے سب سے پہلے ٹیکسی ڈرائیور کے بتائے ہوئے پتے پر اس
چچا سے ملنے کی کوشش کی تھی......!

اس کا بیٹا ملا اور اس نے اُسے بتایا کہ وہ پچھلے دو دنوں سے ٹیکسی سمیت غائب ہے؟

"میں پہلے ہی تھانے پر بیان دے چکا ہوں......!" اس نے کہا

"تم نے جھوٹا بیان دیا ہے......!" حمید سخت لہجے میں بولا۔

لڑکے کے چہرے کا رنگ اڑ گیا اور وہ بدقت ہکلایا۔ "جی...... وہ ٹیکسی لے کر
گئے...... اور وہ...... واپس نہیں آئے......!"

"پھر جھوٹ......!"

"صص...... صاحب......!"

"شریف تمہارا کون ہے؟"

"چچ...... چچا کا لڑکا ہے......!" لڑکے کی سانس پھولنے لگی تھی اور وہ بار بار ہونٹوں پر
زبان پھیر رہا تھا۔

"شریف جیل میں ہے۔ اب تم اپنے باپ کا پتہ بتاؤ......!"

دفعتاً وہ بھاگ کھڑا ہوا اور گھر میں گھس کر دروازہ بند کر لیا۔ حمید دروازے کے قریب آ
کر بلند آواز میں بولا۔ "رحمت کو گھر سے باہر نکالو ورنہ تم سب جیل جاؤ گے۔ شریف بیان
دے چکا ہے......!"

پھر کچھ ہی دیر کی کوشش بار آور ہوئی تھی۔ رحمت مکان ہی سے برآمد ہوا۔ اس وقت بھی
اسے بخار تھا۔ اس نے اپنے بھتیجے شریف کے بیان کی تصدیق کرتے ہوئے کہا۔ "اکثر ایسا ہوا
ہے۔ وہ گاڑی لے جاتا تھا اور وقت پر واپس لاتا تھا لیکن یہ بات کبھی شاہ صاحب پر نہیں
ظاہر ہونے پائی......!"

"شریف کیسا آدمی ہے......!"

"کیا اس نے کوئی جرم کیا ہے حضور......!"

"اس کے پاس بغیر لائسنس کا پستول تھا......!"

"باپ رے......!" رحمت اپنا منہ پیٹنے لگا۔ پھر بولا۔ "یقین نہیں آتا صاحب......
شریف بہت نیک آدمی ہے۔ پتہ نہیں کس نے وہ پستول اس کے پاس رکھا ہو۔ یہی ہو سکتا
ہے صاحب...... وہ خود ایسا نہیں ہے...... روزے نماز کا پابند ہے......!"

"کیا اس نے روانہ ہونے سے قبل تمہیں بتایا تھا کہ اسے معقول انعام کے وعدے پر
پورے وقت کے لیے انگیج کر لیا گیا ہے۔"

"نہیں صاحب ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ اس نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا۔"

"پورے وقت کے کرائے کے علاوہ مبلغ سو روپے......!"

"باپ رے......! سچ بتائیے کیا وہ کسی غلط کام کے سلسلے میں پکڑا گیا ہے......!"

"اس کے خلاف صرف یہی چارج ہے کہ اس کے پاس سے پستول برآمد ہوا ہے......!"

"میرے اللہ یہ کیا ہو گیا......!" وہ روہانسا ہو کر بولا۔

"کیا تمہیں کبھی کوئی ایسا مسافر یہاں ملا ہے جس نے تمہارے پورے وقت کا سودا کیا ہو۔"

"دو ایک بار ایسا ہوا ہے صاحب......نہیں مجھے یاد ہے تین بار ایسا ہو چکا ہے۔ پچیس پچیس روپے بخشش کے ملے تھے......!"

"ایک ہی آدمی تھا تینوں بار......!"

"جی ہاں......وہ کوئی پادری صاحب ہیں! وہ اور ان کی لڑکی ہے شائد تینوں بار انہوں نے میرے پورے وقت کا سودا کیا تھا......!"

"وہ کہاں رہتا ہے؟"

"مشن روڈ پر جناب......گرجا گھر کے قریب ہی رہتے ہیں! بنگلہ نمبر تراسی ہرے رنگ سے رنگا ہوا ہے......گرین کاٹج نام ہے شاید......!"

حمید نے ولی جاہ اور عالیہ نریمان کے حلیے بیان کر کے تصدیق چاہی۔

"جی ہاں......وہ ایسے ہی ہیں......!"

حمید نے رحمت کو مشورہ دیا کہ اسے بدستور غائب ہی رہنا چاہئے شریف کو بھی جیل میں کوئی تکلیف نہ ہونے پائے گی اور خود وہ اس معاملے میں اپنی زبان بالکل بند رکھے۔ براؤن شا کو پہنچا دی جائے گی!

اس کے بعد وہ وہاں سے سیدھا مشن روڈ پہنچا تھا۔ گرین کاٹج تلاش کرنے میں بھی دقت نہ ہوئی۔ برآمدے میں پہنچ کر اس نے کال بل کا بٹن دبایا۔ لیکن کئی منٹ گزر جانے کے بعد بھی اندر سے کوئی جواب نہ ملا۔

اس نے دروازے کا ہینڈل گھما کر دھکا دیا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا......!

احتیاطاً اس نے بلند آواز میں نامعلوم صاحب خانہ کو پکارا......لیکن اس کے باوجود

اندر سے کسی قسم کی آواز نہ آئی......!

اس نے ادھر ادھر دیکھا اور کاٹج میں داخل ہو گیا۔ تین کمروں کے اس مختصر سے گھر میں ہر قسم کا سامان تو موجود تھا لیکن کہیں کوئی آدمی نہ دکھائی دیا......!

نشست کے کمرے میں دیوار پر ولی جاہ کی بڑی سی تصویر نظر آئی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے بحالت مراقبہ اس کی یہ تصویر کھینچی گئی ہو......!

اس کمرے میں فون بھی موجود تھا اس نے اس پر انسپکٹر مقصود کے نمبر ڈائیل کیے!

دوسری طرف سے جواب دینے والا مقصود ہی تھا۔

"میں مشن روڈ کے بنگلہ نمبر تراسی سے بول رہا ہوں۔"

"تم کون ہو......؟"

"حمید......! یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں!"

"کون حمید......؟"

"تمہارا باپ......کیپٹن حمید فرام سینٹرل انٹیلجنس بیورو......!"

"وہاں تم......؟ کیا کر رہے ہو......!"

"تمہیں بلا رہا ہوں......!"

"یار مت بور کرو......موڈ ٹھیک نہیں ہے......!"

"گھر سے چلتے وقت چھوٹے بچے نے وردی پر پیشاب کر دیا ہو گا۔"

"میں آ رہا ہوں......!"

حمید نے سلسلہ منقطع کر دیا......!

مقصود نے وہاں پہنچنے میں دیر نہیں لگائی تھی۔ حمید اسے بیرونی برآمدے میں ملا تھا...!

"یہاں کیا کر رہے ہو!" اس نے پوچھا۔

"اسی ٹیکسی کے سلسلے میں یہاں آیا تھا......!"

"اماں کمال کرتے ہو......ٹیکسی تو تھانے میں کھڑی ہے اور پروفیسر شاہد ہر دس منٹ بعد اس کی واگزاری کے لیے فون کر رہا ہے۔ کتاب لائے ہو......!"

"کتاب موجود ہے......اندر چلو......!"

''آخر چکر کیا ہے......!''

حمید اسے اسی کمرے میں لایا جہاں ولی جاہ کی تصویر تھی!

''اس آدمی کو کبھی دیکھا ہے......!'' اس نے تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

''تارجام میں رہنے والے ہر آدمی کو پہچاننا تو ضروری نہیں ہے میرے لیے!''

''مرچیں چبا رکھی ہیں کیا......؟''

''موڈ ٹھیک نہیں ہے......خدا کی قسم تم بہت اچھے ہو!''

''بہت دیر میں اطلاع ملی۔''

''نہیں سچ کہہ رہا ہوں۔ اس زمانے میں شادی کرنے سے بہتر ہے کہ آدمی کسی اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دے......!''

''دیکھو فی الحال اس آدمی کو تلاش کرنے کے سلسلے میں میری مدد کرو۔ اس کے بعد میں تمہیں بیوی بچوں سمیت کسی اندھے کنوئیں میں دھکیل دوں گا!''

''کچھ اتا پتا بتلاؤ......!''

''ولی جاہ نام ہے...... ہپناٹسٹ ہے...... ہپناٹزم کے ذریعے لوگوں کے مسائل حل کرتا ہے۔ پروفیشنل ہے......اس کی ایک سیکریٹری بھی ہے عالیہ نریمان......!''

''اس کی تصویر دکھاؤ......!''

''اس کی تصویر ابھی تک نہیں مل سکی......!''

''مجھ سے اڑتے ہو......!'' مقصود بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔

''فضول باتیں نہ کرو......!''

''بھلا جناب کو ہپناٹسٹ سے کیا سروکار...... نہ ہپناٹسٹ ہونا غیر قانونی ہے اور نہ عالیہ نریمان نام کی کوئی سیکریٹری رکھنا......!''

حمید نے خاموشی سے اس کا یہ ریمارک سنا تھا اور عمارت کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گیا تھا۔

دفعتاً اس نے مقصود کی آواز سنی! وہ اسے دوسرے کمرے میں چھوڑ آیا تھا۔ مقصود کسی سے اونچی آواز میں گفتگو کر رہا تھا۔ حمید کمرے کی طرف جھپٹا۔

لیکن کمرے میں مقصود تنہا نظر آیا اور حمید کے استفسار پر اس نے بتایا کہ وہ تو خاموشی سے الماری کی کتابیں الٹ پلٹ رہا تھا نہ اس نے کسی سے گفتگو کی اور نہ وہاں اس کے علاوہ ور کوئی تھا......!

''لیکن میں نے تو تمہاری آواز سنی تھی......!'' حمید بولا۔

''تمہارے کان بجے ہوں گے......!''

''اچھا ہٹ جاؤ......اس الماری کے پاس سے!'' حمید نے کہا اور آگے بڑھ کر الماری کا جائزہ لینے لگا...... کچھ کتابیں نکالیں۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے الماری کا تختہ ہلا ہو۔ ساتھ ی برابر والے کمرے سے دو آدمیوں کے بولنے کی آوازیں آئیں۔ مقصود اُدھر بڑھا...... روازہ کھول کر دوسرے کمرے میں جھانکا اور پھر حمید کی طرف مڑ کر نفی میں سر ہلا دیا۔

''کوئی نہیں ہے......!'' میدنے پوچھا۔

''کوئی بھی نہیں......؟''

اس نے پھر الماری کے تختے پر دباؤ ڈالا اور آوازیں پھر سنائی دیں اس بار مقصود اچھل کر بولا۔ ''دیوار کے اندر لاؤڈ اسپیکر معلوم ہوتا ہے......''

حمید نے طویل سانس لی اور اس خانے کی ساری کتابیں فرش پر گرا دیں......!

تباہی

کرنل فریدی آفس سے اٹھ ہی رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو......کون...... ہاں ہاں...... اوہ مقصود...... کیا بات ہے۔ ہوں ہاں...... میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ مقصود سے مدد لینا......ہوں......اچھا......ہوں......!'' وہ کچھ دیر تک دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سنتا رہا۔ پھر پیشانی پر شکنیں ڈال کر پوچھا......

''الماری کے تختے پر دباؤ پڑنے سے!''

''جی ہاں......!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''پھر حمید نے اس تختے کی ساری

کتابیں فرش پر ڈال دیں اور الماری کو اس کی جگہ سے ہٹا کر شاید یہ دیکھنے کی کوشش کر
لگے کہ اس کا سلسلہ کہاں سے ہے۔ میں دروازے میں اس طرح کھڑا تھا کہ دونوں کو
میں نظر رکھ سکوں۔ دفعتاً الماری کے قریب ایک زوردار دھماکہ ہوا اور میں بوکھلا کر دو
کمرے میں بھاگا۔ میرا ہٹنا ہی تھا کہ الماری والے کمرے کی چھت نیچے آ رہی۔ میں بڑ
میں عمارت ہی سے باہر نکل گیا اور سڑک پر پہنچ کر میں نے دو دھماکے سنے......!''

''حمید کہاں ہے......؟'' فریدی ماؤتھ پیس میں چیخا۔ ''جج...... جی...... پوری عما
ڈھیر ہو گئی ہے۔ میں نے انھیں باہر نکلتے نہیں دیکھا تھا......!''

فریدی نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور دروازے کی طرف جھپٹا۔

وہ پارکنگ شیڈ کی طرف دوڑ رہا تھا۔ اپنی گاڑی کی طرف جانے کی بجائے
حصے میں آیا جہاں سائرن والی پٹرول کاریں کھڑی تھیں......!

ان میں سے ایک کی کنجی واچ مین سے طلب کی۔ فیول کی پوزیشن دیکھی اور
کے لیے روانہ ہو گیا۔ سائرن کا سوئچ آن کر دیا تھا اور گاڑی طوفانی رفتار سے شہر کی
طے کرتی ہوئی ویرانے میں نکل آئی تھی۔ سائرن والی کار کا انتخاب اس لیے کیا تھا کہ
اس کی رفتار میں خلل انداز نہ ہو سکے......!

اور شاید زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس طرح بدحواسی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔
اس نے تو جلدی میں مقصود سے اس عمارت کا پتہ تک نہیں معلوم کیا تھا جو اس کے
کے مطابق ڈھیر ہو گئی تھی......!

آندھی اور طوفان کی طرح تارجام پہنچا اور تھانے کا ایک سپاہی اسے موقع واردا
لے گیا۔

مقصود نے اس سے پہلے ہی ملبہ ہٹانے کیلئے درجنوں آدمی کام پر لگا دیئے تھے۔
اس نے فریدی کو دیکھتے ہی شاید اسے کچھ اور بتانے کا ارادہ کیا تھا لیکن فریدی ہا
کر بولا ''مجھے صرف وہ جگہ بتاؤ جہاں دھماکہ ہوا تھا......'' مقصود نے بے بسی سے
ڈھیر کی طرف دیکھا۔ ایسی صورت میں نشاندہی مشکل تھی......!

''آدمی کم ہیں...... اور آدمیوں کو لگاؤ......!'' فریدی نے کہا اور خود بھی مزدورو

شامل ہو گیا۔ مقصود جو محض کام کی نگرانی کر رہا تھا اسے بھی اس کا ساتھ دینا پڑا تھا......!

پھر کچھ دیر بعد وہ اندازہ کر سکا تھا کہ دھماکہ کس جگہ ہوا تھا اس نے یادداشت کے
سہارے نشاندہی کی اور فریدی اسی جگہ کی صفائی پر زیادہ زور دینے کو کہتا ہوا ملبے کے ڈھیر پر
سے اتر آیا۔ اس نے مقصود کو بھی اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کیا تھا۔

''تو...... تم نے ولی جاہ کی تصویر دیکھی تھی......'' فریدی نے اس سے پوچھا۔

''جی ہاں......! لیکن میں نے اسے گوشت و پوست میں کبھی نہیں دیکھا۔''

وہاں بہت زیادہ بھیڑ ہو گئی اور شور کی وجہ سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔ اس
لیے وہ بہت زیادہ اونچی آواز میں گفتگو کر رہے تھے۔

دفعتاً ایک آدمی نے مقصود کے کاندھے پر زور سے ہاتھ مارا اور جھلا کر اس کی طرف مڑا۔

''اوہ...... پروفیسر شا......!'' مقصود کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

''ج... ی ٹیکسی مل گئی ہے تو واپس کیوں نہیں کی گئی!'' وہ تلخی سے بولا۔

''آپ دیکھ رہے ہیں یہاں یہ حادثہ ہو گیا ہے......!''

''میں تمہیں تمہارا فرض یاد دلا رہا ہوں۔ حادثات ہوتے ہی رہتے ہیں دنیا کے کام تو
نہیں رک جاتے ان کی وجہ سے......!''

''آپ براہ کرم اس وقت تشریف لے جایئے۔ بعض کارروائیوں کے بغیر ٹیکسی واپس
نہیں کی جائے گی......!''

''اچھی بات ہے...... میں دیکھوں گا......!'' پروفیسر نے غصیلے لہجے میں کہا اور وہاں
سے ہٹ کر بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

دفعتاً ملبے پر کام کرنے والے مزدور چیخنے لگے......!

''کیا بات ہے؟'' فریدی چونک کر ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

پھر وہ دونوں اُسی طرف بڑھتے چلے گئے......!

یہ ایک کنوئیں کی سی گہرائی رکھنے والا غار تھا۔ اور اسی غار کے گرد کھڑے مزدور چیخ جا
رہے تھے......!

''وہ گر گیا...... وہ گر گیا...... کوئی ادھر نہ آئے!''

یہ غار ملبے کا ڈھیر اس جگہ سے ہٹنے پر نمودار ہوا تھا جہاں کی نشاندہی مقصود نے کی تھی!

''کون گر گیا......!'' فریدی نے بلند آواز میں پوچھا۔

جواب میں انھوں نے اپنے ساتھیوں میں سے کسی کا نام لیا۔

''خدا کی پناہ......!'' مقصود کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''یہ اسی کمرے کا فرش ہے جہاں دھماکا ہوا تھا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ فرش کے ٹائیلز کا ڈیزائین یہی تھا......!''

''لیکن یہ غار کسی دھماکے کا نتیجہ ہرگز نہیں ہو سکتا......!'' فریدی نے غار میں جھانکتے ہوئے کہا۔ ''یہ کنواں ہے، بہت ہی سلیقے سے بنایا ہوا۔ کیا تم گہرائی میں چاروں طرف پلاسٹر نہیں دیکھ رہے!''

''میرا سر چکرا رہا ہے جناب! کچھ سمجھ میں نہیں آتا......'' مقصود بڑبڑایا۔

دھماکے کے ساتھ ہی اسے محسوس ہوا تھا جیسے وہ زمین میں دھنسنے لگا ہو، پھر یاد نہیں کہ کیا ہوا تھا......!

دوبارہ ہوش آنے پر گھٹن کا احساس ہوا۔ چاروں طرف تاریکی پھیلی ہوئی تھی......!

کچھ دیر تک آنکھیں بند کیے پڑا رہا۔ پھر اندھیرے میں ادھر اُدھر ٹٹولنے لگا......!

اس نے سوچا پتہ نہیں کہاں پڑا ہے۔ پھر دفعتاً اسے وہ دھماکا یاد آیا اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا......! تو کیا ملبے کے نیچے دبا پڑا ہے۔ اس خیال کے تحت وہ مشینی طور پر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چاروں طرف ہاتھ نچائے لیکن وہ خلاء میں ہی جھولتے رہے۔ کسی چیز سے ٹکرائے نہیں......!

آخر وہ کہاں ہے...... مقصود...... مقصود بھی تو ساتھ تھا۔ وہ مقصود کو آوازیں دینے لگا لیکن اپنی آواز کی گونج کے علاوہ اور کچھ نہ سن سکا......!

لیکن تھوڑی ہی دیر بعد کسی جگہ سے ایک نسوانی آواز ابھری!

''کیوں شور مچا رہے ہو......؟''

''بھوکا ہوں......!'' حمید جھلا کر بولا۔ ''تم کہاں سے بول رہی ہو۔''

''مجھے نہیں معلوم......!'' جواب ملا۔

''تمہاری آواز تو اب چاروں طرف سے آتی محسوس ہو رہی ہے!''

''خاموش رہو۔ مجھے شور پسند نہیں ہے!''

''لیکن تمہاری آواز تو کچھ جانی پہچانی سی لگ رہی ہے!''

''میں عالیہ نریمان ہوں اور تم خواب دیکھ رہے ہو......!''

''کاش تم بھی میرے اس خواب میں شامل ہوتیں!''

''صرف میری آواز شامل ہے!''

''ایک لطیفہ سنو گی......!''

''اس سے پہلے تم یہ بتاؤ کہ وہ پستول کہاں ہے جو تم نے ٹیکسی ڈرائیور کی جیب سے نکالا تھا۔''

''پستول؟ کہیں تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔ وہ پستول تھا۔''

''پھر کیا تھا؟''

''مجھے حیرت ہے کہ ٹیکسی ڈرائیور بھاگا کیوں تھا۔ جبکہ پستول نقلی تھا۔''

''ہاں نقلی ہی تھا۔ لیکن وہ ہے کہاں؟''

''میں نے اسی سے اُس پر فائر کرنا چاہا تھا۔ جب فائر نہ ہوا تو جھلا کر بغور اس کا جائزہ لیا۔ میں کہہ نہیں سکتا کہ کتنا تاؤ آیا تھا اس پر۔ پستول ہی پھینک مارا تھا اس جگہ جہاں وہ جھاڑیوں میں غائب ہوا تھا......!''

''پھینک دیا تھا......!''

''اور نہیں تو کیا گلے میں لٹکائے پھرتا......!''

''تم حقیقتاً کون ہو؟'' عالیہ نریمان کی آواز آئی۔

''پہلے تم بتاؤ کہ تم کہاں ہو اور میں تم تک کس طرح پہنچ سکوں گا کیونکہ یہ ساری

مصیبتیں تمہارے ہی لیے برداشت کر رہا ہوں......!''

''میرا خیال ہے کہ دو چار دن اور برداشت کرو گے اور اس کے بعد تمہیں اس کشاکش سے نجات مل جائے گی......!''

''کیا مطلب؟''

''تمہارا جسم روح سے خالی ہو جائے گا......!''

''خواب میں......!''

''کیپٹن حمید......! اگر وہ پستول واپس نہ ملا تو تم یہیں ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ گے....!''

''بڑی خوشی ہوئی کہ تم مجھے جانتی ہو!''

''ہمیں پستول واپس چاہئے اور ہم کچھ نہیں چاہتے!''

''جب وہ تمہاری نظروں میں اتنا ہی قیمتی تھا تو تم نے اسے ٹیکسی ڈرائیور کے حوالے کیوں کر دیا......!''

''میں تمہیں کوئی لفنگا سمجھی تھی۔ میں نے سوچا شاید تم کسی بے ہودگی پر اتر آؤ......!''

''کیا وہ ٹیکسی ڈرائیور زیادہ قابل اعتماد معلوم ہوا تھا......''

''غیر ضروری باتوں سے کیا فائدہ!''

''پھر تمہیں میری اصلیت کیسے معلوم ہوئی!''

''جب تم نے اس انسپکٹر کو ہمارے مکان میں طلب کیا......!''

''کیا تم لوگ وہاں اس وقت موجود تھے!''

''یقیناً تھے......لیکن کمروں کے فرش کے نیچے......!''

''آخر تم لوگ کیا کرتے پھر رہے ہو!''

جواب میں عالیہ نریمان کا قہقہہ سنائی دیا اور وہ بولی۔ ''کیا تم اس سے مطمئن ہو کہ دلنواز جاہ ایک پیشہ ور ہپناٹسٹ ہے!''

''میں قطعی مطمئن ہوں......لیکن تم......تمہارا جغرافیہ سمجھ میں نہیں آتا......!''

''میں اس کی سیکریٹری ہوں!''

''ایک ہپناٹسٹ کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ وہ مکانات کے نیچے تہہ خانے بنوائے!''

''پھر......اور پھر وہ دھماکا کیسا تھا!''

''دھماکا نہیں......دھماکے کہو......تین دھماکے ہوئے تھے اور عمارت ڈھیر ہو گئی تھی!''

''مقصود کہاں ہے۔ مطلب کہ وہ انسپکٹر......!''

''خوش قسمت تھا بچ نکلا......!''

''اور میں خواب دیکھ رہا ہوں!''

''بچوں کی سی باتیں نہ کرو......تم بہت بڑے خطرے میں گھرے ہوئے ہو......!''

''فی الحال میں بھوکا ہوں۔ کیا کھانے کو کچھ مل سکے گا۔''

''بھوکے مرنے ہی کے لیے یہاں لاڈالے گئے ہو......'' عالیہ نے کہہ کر قہقہہ لگایا۔

حمید جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اتنا گہرا اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ جگہ کیسی ہے! پہلے گھٹن کا احساس ہوا تھا اب وہ کیفیت بھی باقی نہیں رہی تھی......! کچھ دیر بعد اس نے پھر عالیہ کو آواز دی لیکن جواب نہیں ملا......!

فریدی رسی کے سہارے کنوئیں میں اتر رہا تھا۔ کسی اور کو نہیں اترنے دیا تھا۔ حالانکہ دو کانسٹیبلوں نے اس کے لیے اس سے اجازت مانگی تھی۔

بعد میں مزدوروں نے اسے بتایا تھا کہ لوہے کی ایک ٹوٹی مڑی چادر کے نیچے سے یہ کنواں برآمد ہوا تھا......!

اوپر سے اس کی تہہ صاف نہیں دکھائی دی تھی۔ اس لیے اندازہ کرنا دشوار تھا کہ وہ کوئی خشک کنواں ہے یا اس میں پانی بھی موجود ہے......!

پھر وہ تہہ تک بھی جا پہنچا۔ نیچے پہنچ کر اس نے ٹارچ روشن کی اور حیرت سے چاروں

طرف دیکھنے لگا۔ اوپر کے ملبے کا تھوڑا سا حصہ بھی تہہ تک نہیں پہنچ سکا تھا اور وہ ایک
شفاف جگہ پر کھڑا تھا اور یہ سطح بھی کسی دھات ہی کی تھی۔ مزید یقین کرنے کے لیے اس
زور سے اپنا پیر فرش پر مارا...... اس کنوئیں کا مقصد......؟

وہ سوچ میں پڑ گیا...... یہاں بڑی گرمی تھی۔ لباس پسینے سے بھیگ گیا تھا۔ وہ
طرف نیچے اوپر ٹارچ کی روشنی ڈالنے لگا۔ یہ سوال مسلسل اس کے ذہن پر ہتھوڑے چلا
رہا تھا کہ حمید کہاں گیا! اوپر کے ملبے میں تو اس کا سراغ نہیں ملا تھا۔

گھٹن اور گرمی کا احساس بڑھتا گیا۔ لیکن وہ یہاں کسی کنوئیں کی موجودگی کا مقصد
کیے بغیر واپس نہیں جا سکتا تھا، فریدی ہی تھا...... اور پھر معاملہ تھا حمید کی گمشدگی کا......!

ٹارچ کی روشنی چاروں طرف آڑی ترچھی لکیریں بناتی رہی! دفعتاً ایک جگہ
چند ابھری ہوئی چھوٹی چھوٹی لکیریں نظر آئیں......! ان کی اونچائی اتنی زیادہ نہیں تھی کہ
نہ پہنچ سکتا۔ وہ پنجوں کے بل اٹھ کر انھیں قریب سے دیکھنے کی کوشش کرنے لگا......!

وہ تین لکیریں تھیں، ایک سرخ رنگ کی تھی دوسری زرد رنگ اور تیسری سبز رنگ کی
سرخ رنگ کی لکیر کے قریب انگلی لیجاتے لیجاتے رک گیا۔ اس کا ذہن تیزی سے
رہا تھا۔ انگلی سبز رنگ کی لکیر کی طرف ہٹ آئی اور جیسے اس سے مس ہوئی۔ ایک عجیب
جھنکار اس کمرے میں گونجی...... بائیں طرف ایک مستطیل خلاء نمودار ہوئی۔ مستطیل
لمبائی اور چوڑائی کے اعتبار سے اتنا تھا کہ ایک قد آور آدمی بہ آسانی اس سے گزر سکتا تھا

فریدی نے ٹارچ کی روشنی اس مستطیل خلاء میں ڈالی جو دُور تک پھیلتی ہوئی
اندھیرے میں گم ہو گئی......!

تو یہ ایک سرنگ تھی......!

اس نے بے خوف وخطر سرنگ کے دہانے میں قدم رکھ دیا......!

یہ حمید کا معاملہ تھا...... اس کی زندگی اور موت کا سوال تھا......! لہٰذا اس وقت وہ
فریدی اور دانشمند فریدی نہیں رہا تھا جہنم میں بھی چھلانگ لگا دیتا اس کے لیے۔ اسے
اسے اپنی زندگی کی پرواہ نہیں رہی تھی......! صرف ایک خیال ذہن پر مسلط تھا کسی طرح
تک جا پہنچے......!

وہ بڑی تیز رفتاری سے سرنگ طے کر رہا تھا......! یہاں اس کنوئیں سے زیادہ گھٹن اور
گرمی تھی۔ گھٹن میں تیز رفتاری پھیپھڑوں کا کیا حال کرتی ہے اس کا وہی اندازہ کر سکتے ہیں
جنھیں کبھی ایسے حالات سے دوچار ہونے کا اتفاق ہوا ہو......!

اچانک سرنگ بائیں جانب مڑی اور چند قدم کے بعد راستہ مسدود ہو گیا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سرنگ کا دوسرا دہانہ بڑے بڑے پتھروں سے پاٹ دیا گیا ہو..!

وہ پھر سوچ میں پڑ گیا۔ آخر وہ مزدور کہاں گیا جو کچھ ہی دیر پہلے کنوئیں میں گرا تھا......
لہٰذا پتھروں کا یہ بھراؤ بھی دھوکا ہی ہو سکتا ہے کوئی اور راستہ...... کوئی اور راستہ...... وہ پھر
پلٹا...... دائیں بائیں روشنی ڈالتا ہوا وہ تیزی سے چل رہا تھا......!

ایک جگہ اسے رک جانا پڑا...... زمین کچھ غیر مسطح سی تھی۔ جھک کر دیکھا ایسا لگتا تھا جیسے
کسی نے جوتے کی نوک سے ٹھوکر مار مار کر مٹی ہٹائی ہو!

اس نے بھی جوتے کی نوک ہی سے آس پاس کی مٹی کریدنی شروع کی۔ دفعتاً کوئی سخت
سی چیز جوتے کی نوک سے ٹکرائی...... ساتھ ہی اوپر سے ایسی آواز آئی جیسے کوئی وزنی شے کسی
دوسری چیز سے رگڑ کھاتی ہوئی ایک طرف سے دوسری طرف نکل گئی ہو......!

فریدی پھرتی سے پیچھے ہٹا اور اس نے ٹارچ بھی بجھا دی......!

اوپر تاروں بھرا آسمان نظر آ رہا تھا...... ٹھنڈی ہوا کا ایک جھونکا اس کے جسم سے ٹکرایا۔

نکاسی کا راستہ...... اس نے سوچا، اور بڑی احتیاط سے آگے بڑھنے لگا......!

کچھ دیر تک وہ عالیہ نریمان کو آوازیں دیتا رہا تھا۔ پھر تھک کر بیٹھ گیا تھا۔ اندھیرا......
گھپ اندھیرا...... پورا جسم بری طرح دکھ رہا تھا اور بھوک کے مارے پیٹ میں بھی اینٹھن سی
ہونے لگی تھی......!

پھر پتہ نہیں کب اسی عالم میں اس پر دوبارہ غفلت طاری ہو گئی......!

پھر دوبارہ کسی نے اسے جھنجھوڑ کر ہی جگایا تھا......وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا......!

دو ٹارچیں روشن نظر آئیں......لیکن دونوں آدمیوں کے چہرے تاریکی میں تھے......!

''کیا بات ہے؟'' حمید نے گرج کر پوچھا۔ ''کیوں میری نیند خراب کی......!''

''ہمارے ساتھ چلو......!'' ایک آواز آئی۔

''تمہاری آواز بھدّی ہے۔'' حمید نے خشمگیں لہجے میں کہا۔ ''تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا......کوئی سریلی آواز لاؤ۔''

''کیا تم پاگل پن کا ڈھونگ رچاؤ گے......؟''

''شٹ اپ......بدتمیزی نہیں......!''

''تم اسے دھکے دیتے ہوئے لے چلو!'' دوسری آواز آئی۔ ''میں روشنی دکھاؤں گا......''

''اچھی بات ہے۔ تو یہ بھی کر کے دیکھ لو......!'' حمید کڑک کر بولا۔

پھر جیسے ہی ایک ٹارچ بجھی حمید تڑ سے بولا۔ ''برا مان گئے......میں تو مذاق کر رہا تھا......چلو کہاں چلتے ہو......!''

کوئی سخت سی چیز بائیں پہلو میں چبھی جو ریوالور کی نال کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتی تھی۔

وہ ان کے ساتھ چل پڑا۔ آگے چلنے والا ٹارچ روشن کیے ہوئے تھا۔ حمید کو اب اندازہ ہو سکا کہ وہ کسی غار میں چل رہا ہے......!

جلد ہی وہ کھلے میں نکل آئے اور صبح کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے حمید کا چہرہ سہلاتے ہوئے گزرنے لگے۔

اس وقت وہ ایک چھوٹے سے جزیرے میں کھڑا تھا۔ ایسے لگتا تھا جیسے کچھ دن پہلے اسے زلزلے نے تباہ کر دیا ہو! جگہ جگہ ٹوٹی پھوٹی چٹانوں کے ڈھیر نظر آ رہے تھے اور انھیں کے درمیان غاروں کے دہانے دکھائی دیئے......!

اوڑ پھر چاروں طرف حد نظر تک پانی ہی پانی......!

وہ ان دونوں کی طرف مڑا۔ یہ موٹے ہونٹ اور چھوٹی ناک والے سیاہ فام لوگ تھے۔

انھوں نے غار میں اس سے انگریزی میں گفتگو کی تھی اور لہجے کے اعتبار سے وہ اسے

غیر ملکی ہی معلوم ہوئے تھے......!

''میں کہاں ہوں......'' اس نے دفعتاً ان سے سوال کیا۔

''تم جہاں کہیں بھی ہو مرتے دم تک وہیں رہو گے۔ یہاں سے نکل نہیں سکتے......یہ پانی لامحدود گہرائیوں تک ہے......!''

''کیا تم مجھے یہی دکھانے لائے ہو......!''

''یقیناً......تاکہ تم معاملے کی اہمیت کو سمجھ سکو......!''

''اس وقت میرے لیے ناشتے سے زیادہ اور کوئی چیز اہم نہیں!''

''بس چلتے رہو......!'' ریوالور والے نے اسے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا......!

وہ ڈھلان میں اترتے چلے گئے۔ حمید کو احساس تھا کہ وہ دونوں مسلح ہیں اور احساس نہ ہوتا تب بھی وہ یہاں سے نکل جانے کے امکانات کا جائزہ لیے بغیر کوئی حرکت نہ کرتا اور پھر اسے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ ہے کہاں......!

پانی کے قریب پہنچ کر وہ رک گئے۔ حمید خاموش تھا۔ کئی منٹ تک وہ یونہی کھڑے رہے۔ پھر ان میں سے ایک بولا۔ ''مچھلیاں پکڑو اور کھاؤ اسکے علاوہ یہاں اور کچھ نہیں ہوتا۔''

''تم لوگ بھی مچھلیاں ہی کھاتے ہو!''

''ہم ایسی غذائیں کھاتے ہیں جو ہمیں کڑی محنت کے لیے تیار کر سکیں!'' دوسرا بولا اور اپنے تھیلے سے انڈے کا سینڈوچ نکال کر کھانے لگا۔ دوسرا بھی ایک پتھر سے ٹک کر اپنا تھیلا ٹٹولنے لگا تھا۔ اس نے کاغذ میں لپٹا ہوا ایک اسٹیک نکالا اور کھانے لگا......!

اوہ......تو یہ بات ہے......حمید نے سوچا۔ مجھے اس طرح پریشان کر کے اس پستول کے بارے میں معلومات حاصل کی جائیں گی......!

انھیں کھاتے دیکھ کر اس کے خالی معدے کی اینٹھن میں اضافہ ہو گیا۔ لیکن وہ خاموش کھڑا رہا۔

کچھ دیر بعد انھوں نے تھرموس سے کافی انڈیلی اور کچھ ایسے انداز میں پینے لگے جیسے حمید کو چڑا رہے ہوں......!

وہ بیزاری سے دوبارہ اسی طرف مڑ گیا جدھر سے وہ آئے تھے۔ وہ اس پر معترض نہ

ہوئے.....حمید پھر اس جگہ آ پہنچا جہاں سے چلا تھا.....!

اس نے مڑ کر دیکھا.....وہ دونوں سیاہ فام آدمی اس کے پیچھے نہیں آئے تھے.....!

وہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ پتھروں کے ڈھیر کے قریب سے بائیں جانب
ہوا کا ایک مہکتا ہوا جھونکا اس کے ذہن کو جھنجھوڑ گیا ایسا محسوس ہوا جیسے کہیں قریب ہی گو
تلا جا رہا ہو.....!

اس کے قدم ہوا کے رخ پر تیزی سے اٹھنے لگے اور بالآخر وہ اس جگہ جا پہنچا جہ
گوشت کے پارچے تلے جا رہے تھے.....!

اس نے عالیہ نریمان کو دیکھا۔ وہ کینواس کے ایک فولڈنگ اسٹول پر بیٹھی فرائنگ پ
میں پارچے الٹ پلٹ رہی تھی.....اور اس کے قریب ہی ایک مسلح سیاہ فام آدمی براجمان ت
حمید خاموشی سے کھڑا انہیں دیکھتا رہا.....!

عالیہ اس کی طرف متوجہ نہیں تھی۔ بڑے انہماک سے فرائینگ پین میں سرخ ہو
پارچوں کو دیکھ رہی تھی.....!

سیاہ فام آدمی نے حمید کی آہٹ پر سر اٹھا کر اس طرف دیکھا تھا اور پھر وہ بھی فرائنگ
پین ہی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا.....!

جب پارچے سرخ ہو گئے تو عالیہ نے فرائنگ پین اسٹوو پر سے اٹھا لیا اور سار
پارچے پانی میں پھینک آئی.....!

''کیا تم پاگل ہو گئی ہو.....؟'' حمید نے اونچی آواز میں کہا۔

''نہیں.....!'' اس نے لاپرواہی سے جواب دیا۔''ادھر کی مچھلیاں کچا گوشت نہیں کھاتیں۔''

''خوب.....!'' حمید نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اُسے گھورتا رہا۔

عالیہ نے فرائنگ پھر اسٹوو پر رکھ کر اس میں مکھن ڈالا۔ ''چھن چھن'' کی خوش آہنگی
ایک بار پھر حمید کے کان سہلائے۔ پارچوں کی دوسری کھیپ فرائنگ پین میں پہنچ گئی تھی۔

حمید آہستہ آہستہ اسٹوو کی طرف بڑھنے لگا.....!

''اگر تم نے مداخلت کی تو یہ کالا آدمی تمہیں گولی مار دے گا'' عالیہ نریمان نے فرائنگ
پین پر نظر جمائے ہوئے کہا۔

''مداخلت.....کیسی مداخلت.....؟'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔''میں تو تمہارا ہاتھ
بٹانا چاہتا ہوں۔ ہمارے یہاں تو مچھلیوں کو دل کھلائے جاتے ہیں۔ میرے دادا کے تالاب
میں ایسی مچھلیاں تھیں جو صرف اناناس کا مربہ کھاتی تھیں..... اور میرے ذاتی تالاب کی
مچھلیوں کا کیا پوچھنا جب تک کوئی حسین چہرہ نہیں دیکھ لیتیں ناشتہ ہی نہیں کرتیں.....!''

''میں کہتی ہوں قریب نہ آنا.....وہ گونگا اور بہرہ ہے.....!''

حمید نے مڑ کر سیاہ فام آدمی کی طرف دیکھا! اس نے ریوالور نکال لیا تھا اور اسے خونخوار
نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

ایک آدمی سے نپٹ لینا اس کے لیے مشکل نہیں تھا۔ لیکن اس کے بعد وہ اسے گھیر کر
کسی خارش زدہ گیدڑ کی طرح مار لیتے۔ وہ نکل کر جاتا کس طرف!

لہٰذا دوسرا قدم نہ اٹھ سکا۔ ٹھنڈی سانس لے کر اسی جگہ بیٹھ گیا۔ عالیہ بدستور فرائنگ
پین کی طرف متوجہ رہی.....!

''میرا خالی پیٹ تمباکو پینا تمہیں ناگوار تو نہیں گزرے گا'' اس نے کچھ دیر بعد عالیہ
سے پوچھا۔

وہ اس کی طرف دیکھ کر مسکرائی اور بولی۔''خود تمہارے لیے نقصان دہ نہ ہو تو
ضرور پیو۔''

''ہوسکتا ہے نقصان ہی پہنچائے لہٰذا ارادہ ملتوی کرتا ہوں!''

عالیہ پھر اٹھی اور اس بار کے تلے ہوئے پارچے بھی پانی میں پھینک آئی۔

''کتنے ہزار ٹن پارچے روزانہ تل ڈالتی ہو گی.....!'' حمید نے اس سے پوچھا۔

''کبھی تول کر نہیں تلنے بیٹھی.....!''

''میں مسٹر ولی جاہ سے ملنا چاہتا ہوں.....!''

''کیوں.....؟''

''میں ناشتے کا خواب دیکھنا چاہتا ہوں!'' حمید شرما کر بولا۔

''پستول کی واپسی کے بغیر ناممکن ہے.....!'' عالیہ نے خشک لہجے میں کہا۔

''مجھے وہاں لے چلو.....جہاں پھینکا تھا۔ تلاش کر دوں گا.....!''

"تم جھوٹے ہو......!"

"یقین کرو تلاش کر دوں گا......!"

"بکواس ہے۔ پستول کرنل فریدی کے پاس پہنچ چکا ہے!"

"تب تو انھیں پکڑوا ہی بلواؤ ورنہ......!"

"پستول تم نے ہی اس کے حوالے کیا تھا......!"

"مسٹر ویجاہ تو ہپناٹسٹ ہیں وہ مجھے ٹرانس میں لا کر حقیقت معلوم کر سکتے ہیں......!"

عالیہ نے تیسری بار فرائینگ پین میں پارچے ڈالے اور حمید جلدی سے بولا۔ "مچھلیوں کو بدہضمی نہ ہو جائے تمہیں ان کی صحت کا بھی خیال رکھنا چاہیے......!"

عالیہ پھر بھی کچھ نہ بولی اور حمید اپنی خوش مزاجی برقرار رکھنے کے لیے مدھم سروں میں سیٹی بجانے لگا۔ ویسے دل تو یہ چاہ رہا تھا کہ ان دونوں کو اٹھا کر پانی میں پھینک دے اور پارچے تلنے بیٹھ جائے......!

کچھ دیر بعد عالیہ نے سر اٹھا کر کہا۔ "جانتے ہو تم کہاں ہو؟"

"شاید افریقہ کے کسی ہیبت ناک حصے میں!"

وہ ہنس پڑی۔

"بھلا اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟"

"تم تارجام سے زیادہ دور نہیں ہو......!"

"بکواس ہے......وہاں آس پاس ایسا کوئی علاقہ نہیں ہے......!"

"پہلے نہیں تھا لیکن اب ہے......اور تم اچھی طرح جانتے ہو!"

"کیا جانتا ہوں......؟"

"یہ تم ہی لوگوں کا کارنامہ ہے۔" وہ چاروں طرف انگلی نچا کر بولی۔

"میں نہیں سمجھا......!"

"کیا یہ جھیل اس وقت نہیں بنی تھی جب جیرالڈ شاستری کی زیر زمین دنیا تباہ ہوئی تھی۔"

"لڑکال جنگل......!" حمید اچھل پڑا۔

"ہاں......یہ وہی جھیل ہے......ادھر کوئی نہیں آتا......چاروں طرف گھنے جنگل

اور تم یہاں ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ گے......!"

"آخر یہ ولی جاہ ہے کیا بلا......؟"

"تم دیکھ ہی لو گے۔ اپنے کارناموں پر بہت زیادہ مغرور ہو گئے ہو تم لوگ......!"

"میرا کارنامہ ہے میرا کوئی کارنامہ نہیں......میں جو آج تک کسی کے دل میں اپنے لیے محبت نہیں پیدا کر سکا۔ کوئی کارنامہ کیا انجام دوں گا......!"

"معلوم ہوتا ہے اب بھوک کی سہار نہیں ہو رہی......!"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے......!"

"اچھا میں پارچے اچھالتی ہوں انھیں خلاء میں ہی دانتوں سے پکڑنے کی کوشش کرو......اگر ہاتھ لگایا تو گولی مار دی جائے گی......!"

"کیا بات ہوئی......!"

"ورزش بھی ہو جائے گی۔ تم روزانہ صبح ورزش کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو...!"

حمید نے سوچا اگر مار ڈالنا ہوتا تو پہلے ہی مار ڈالتے یقیناً کسی مقصد کے تحت اسے زندہ رکھا گیا ہے......لہٰذا جس طرح بھی ہو سکے پہلے پیٹ بھرنے کی کوشش کرو......!

عالیہ نے ہاتھ نچا نچا کر سیاہ فام آدمی کو کچھ اشارے کیے اور وہ مستعد ہو کر کھڑا ہو گیا......ریوالور اس نے سیدھا کر لیا تھا۔

"ہاں تو اچھالوں پارچہ......!" عالیہ نے حمید سے پوچھا۔

"ضرور......!ضرور......!"

عالیہ نے ایک پارچہ اچھالا جو پہلے اس کی ناک پر پڑا اور پھسلتا ہوا زمین پر چلا آیا......

حمید جھینپ کر اپنا چہرہ صاف کرنے لگا اور وہ دونوں ہنسنے لگے۔

حمید نے غصے کو دبانے کی کوشش کی اور ڈھٹائی سے ہنس کر بولا۔ "چلو دوسرا پھینکو اس بار غلطی نہیں ہو گی......!"

عالیہ نے کافی بلندی پر پارچہ اچھالا اور حمید اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے سیاہ فام آدمی پر ٹوٹ پڑا۔ وہ پارچے کی طرف دیکھ رہا تھا۔

حمید پہلی ہی بار اندازہ کر چکا تھا کہ اس کی نظر پارچے کی طرف رہتی ہے لہٰذا وہ بے

آسانی اس کے ہاتھ سے ریوالور جھپٹتا ہوا دوسری طرف نکلا گیا۔

''اب تم دونوں اپنے ہاتھ اٹھاؤ......!'' وہ پلٹ کر غرایا۔ ''اگر کسی کی زبان سے ایک لفظ بھی نکلا تو بے دریغ گولی مار دوں گا۔ پھر اپنا حشر خواہ کچھ ہو۔''

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہے تھے۔

''اور اب تم اسٹوو کے پاس سے ہٹ جاؤ......!'' حمید نے عالیہ سے کہا۔ وہ خاموشی سے ہاتھ اوپر اٹھائے ہوئے اسٹوو کے پاس سے ہٹ گئی......!

''اسی طرح ہاتھ اٹھائے کھڑے رہو تم دونوں۔ اگر آواز نکلی تو فائر کر دوں گا......!''

اور پھر وہ بائیں ہاتھ سے پارچے نکال نکال کر کھاتا رہا اور...... داہنے ہاتھ سے انہیں کور کیے رہا......!

فرائنگ پین سے تازہ نکلے ہوئے تیز گرم پارچوں کو منہ میں رکھ کر کچلنا کوئی آسان کام تو نہیں تھا...... طرح طرح کے منہ بن رہے تھے۔ کبھی سر بائیں جانب جھکتا اور کبھی دائیں جانب......!

عالیہ غالباً اس کی ہیئت کذائی پر ہی ہنسی تھی......!

''ہنسے...... جاؤ......!'' حمید منہ چلاتا ہوا بولا۔

پارچے ختم کر کے وہ اٹھ گیا اور عالیہ سے بولا...... ''اور تلو......!''

وہ ہنستی ہوئی پھر اسٹوو کے قریب آ بیٹھی......!

حمید نے سیاہ فام آدمی سے پوچھا۔ ''کیا واقعی تم گونگے اور بہرے ہو......؟''

وہ پہلے ہی کی سی حالت میں خاموش کھڑا رہا......!

فریدی کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے ساری رات جاگتا رہا ہو۔ اس وقت وہ ڈی۔ آئی۔ جی کے آفس میں بیٹھا اس سے گفتگو کر رہا تھا۔

''جھاڑیوں میں مزدود کی لاش مل گئی...... لیکن حمید......!''

''ملبہ صاف ہو گیا......!'' ڈی آئی جی نے پوچھا۔

''جی ہاں......!''

''تو اس سرنگ کا راستہ جھاڑیوں میں نکلتا ہے!''

''جی ہاں...... اور اصل عمارت سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا......!''

''پھر اب کیا سوچا ہے۔ میں نے پہلے کبھی تمہیں اتنا پریشان نہیں دیکھا۔''

''جی ہاں...... میں پریشان ہوں......'' فریدی نے خشک لہجے میں کہا اور خلاء میں گھورنے لگا۔

پھر کچھ دیر بعد بولا۔ ''میں آپ کو پوری کہانی سنا چکا ہوں......!'' میرے لیے اب اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں کہ اس کلچرل سیکریٹری کے گریبان پر ہاتھ ڈال دوں......!''

''مجھے معلوم ہے کہ تمہارے پاس ایک مخصوص اجازت نامہ ہے جس کے تحت تم صرف صدر مملکت کو جوابدہ ہو...... لیکن بعض سفارت خانوں کے معاملات میں براہِ راست مداخلت نہیں کر سکو گے۔ اس کے لیے تمہیں باقاعدہ منظوری لینی پڑے گی......!''

''اسی لیے میں استعفٰی دینا چاہتا ہوں......!''

''استعفٰی......؟''

''جی ہاں...... میں چاہتا ہوں کہ بعض بین الاقوامی حالات کی بناء پر مجھے اجازت نہیں ملے گی......!''

''استعفٰی دے دینے کے بعد تم کیا کر سکو گے!''

''اُس وقت میں ایک ذمہ داری آدمی نہ رہوں گا اور ایک عام آدمی کی طرح قانون شکنی کر سکوں گا......!''

''کیا مطلب؟''

''کلچرل سیکریٹری اسٹیفن بروس پر تشدد کیے بغیر میں ولی جاہ کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم کر سکوں گا......!''

''شاید حمید والے صدمے نے تمہیں ذہنی طور پر مفلوج کر دیا ہے۔ مجھے تم سے ہمدردی ہے کرنل فریدی......!''

''میرا استعفیٰ منظور کیجیے......!''

''بچوں کی سی باتیں نہ کرو......آرام کرنے کیلئے طویل مدت کی رخصت پر جا سکتے ہو۔''

دفعتاً فریدی کی نیم غنودہ آنکھوں میں عجیب سی چمک لہرائی اور وہ کرسی سے اٹھ گیا۔ اب اس کے چہرے پر اضمحلال بھی نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کسی نئے خیال کے تحت اچانک اس کی شخصیت ہی بدل گئی ہو۔

''میں آپ کا شکر گزار ہوں جناب!'' وہ مسکرا کر بولا۔ ''نہ میں استعفیٰ دوں گا اور نہ طویل رخصت چاہوں گا......!''

ڈی، آئی، جی اسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔ یہ اچانک تبدیلی ہی غالباً حیرت کا باعث تھی۔

''آپ مجھے ہمیشہ سیدھی راہ دکھاتے ہیں......!''

''مجھے تم سے یہی امید تھی......!'' ڈی۔ آئی۔ جی کھل اٹھا۔ ''تم اطمینان رکھو! وہ بعافیت ہوگا، ورنہ مزدور ہی کی طرح اس کی لاش بھی مل جاتی۔''

''لاش......!'' فریدی کا چہرہ پھر زرد ہو گیا۔

''میرا مطلب تھا...... وہ بخیریت ہی ہوگا'' ڈی۔ آئی۔ جی بھی اٹھتا ہوا بولا اور مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔

ڈی۔ آئی۔ جی کے آفس سے نکل کر وہ کوٹھی کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ کوٹھی پہنچ کر وہ تجربہ گاہ کی طرف جا رہا تھا کہ ملازم نے ایک لفافہ پیش کیا۔

''ایک صاحب دے گئے تھے......!'' اس نے کہا۔

فریدی نے اس پر اچٹتی سی نظر ڈالی۔ اس کا نام اور پتہ اس پر ٹائپ تھا...... تجربہ گاہ کی طرف بڑھتے ہوئے اُس نے اسے چاک کر کے پرچہ نکالا...... اور اس کے قدم رک گئے۔

پرچے پر انگریزی حروف میں ٹائپ تھا۔

''اگر تم اس پستول کے راز سے واقف ہو گئے ہو تو پستول سمیت اسے اپنی ہی ذات تک محدود رکھو ورنہ کیپٹن حمید کو قتل کر دیا جائے گا......!''

تو وہ زندہ ہے...... پیشانی سے تشویش کی لکیریں غائب ہو گئیں اور وہ پھر پہلے کی طرح

پرسکون فریدی نظر آنے لگا......!

تجربہ گاہ میں پہنچ کر اس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کیے اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

''اٹ از ہارڈ اسٹون...... بروس کے بارے میں کوئی اطلاع......!''

''کوئی مشتبہ حرکت ابھی تک نہیں دیکھی گئی!''

''اس وقت وہ کہاں ہے؟''

''اپنے بنگلے میں......!''

''اس کا تعاقب جاری رکھا جائے......اور جس وقت وہ ہاف مون کلب میں پہنچے مجھے فوراً اطلاع دی جائے!''

''بہت بہتر جناب......!''

فریدی نے ریسیور رکھ کر سگار سلگایا اور آرام کرسی میں نیم دراز ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر بعد فون کی گھنٹی بجی......اس نے ریسیور اٹھایا۔

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''وہ اپنے بنگلے سے نکلا ہے۔ اس کے ساتھ ایک عورت بھی ہے۔ سیاہ رنگ کی ڈاج نمبر ڈی۔ ایف۔ تھری سکس نائن ون، تعاقب جاری ہے۔''

''ٹھیک ہے......!'' کہہ کر فریدی نے ریسیور رکھ دیا۔

پارچوں کی دوسری کھیپ کا بھی صفایا کر دینے کے بعد اس نے کافی طلب کی......!

''اس کے لیے تمہیں کچھ دور چلنا ہوگا'' عالیہ اٹھلائی۔

''او کے۔ او کے......!'' حمید بڑی شرافت سے بولا۔ ''اور اب تم اپنے اس محافظ سے کہو کہ ہاتھ نیچے گرا کر مجھ سے اپنا ریوالور واپس لے پھر مجھ سے دوستانہ انداز میں مصافحہ کرے۔''

عالیہ نے حمید کو غور سے دیکھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ اس کے بارے میں صحیح اندازہ لگانے کی کوشش کر رہی ہو۔ پھر وہ سیاہ فام آدمی کو اشارے کرنے لگی......!

اس نے اپنے ہاتھ نیچے گرا دیئے اور حمید کی طرف بڑھا، حمید نے ریوالور اسے واپس کرتے ہوئے مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھایا جسے بڑی گرم جوشی سے قبول کیا گیا۔

اس کے بعد وہ بڑی دیر تک خاموشی سے کھڑے ایک دوسرے کو دیکھتے رہے، سیاہ فام آدمی نے ریوالور ہولسٹر میں دھکیل لیا تھا اور بت بنا کھڑا تھا......!

''کافی پلیز......!'' حمید نے عالیہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

''چلو......!'' وہ بائیں جانب مڑتی ہوئی بولی۔

حمید اس کے برابر چل رہا تھا۔

''اب مجھے بتاؤ......اس نقلی پستول کیلئے مجھے اتنی اذیت کیوں دی جا رہی ہے......!''

''کیا تمہارے باس نے تمہیں نہیں بتایا۔''

''وہ مجھے کبھی کچھ نہیں بتاتا لیکن پستول تو میں نے جھاڑیوں میں پھینک دیا تھا......!''

''تم جھوٹے ہو......پستول اس کے قبضے میں ہے!''

''میں سمجھ گیا......!''

''کیا سمجھ گئے......؟''

''اگر وہ کوئی خاص اہمیت رکھتا ہے تو جھاڑیوں سے پر لگا کر اڑا ہوگا اور سیدھا میرے باس کی گود میں جا گرا ہوگا۔ ہر وہ چیز جو اس کے لیے اہمیت رکھتی ہے حیرت انگیز طور پر اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ عورت کی اس کی نظروں میں کوئی اہمیت نہیں ہے اس لیے آج تک کوئی عورت اڑ کر بھی اس کے پاس نہیں پہنچ سکی......!''

''عورت کا کیا ذکر تھا یہاں......!''

''عورت کا ذکر میں ہر جگہ نکال لیتا ہوں۔ یہ میرا کمال ہے۔ حد یہ ہے کہ عبادت کے بعد جو دعا مانگتا ہوں اس میں بھی عورت شامل ہوتی ہے۔ میں گڑگڑاتا ہوں اے میرے معبود میرے لیے اسپیشلی ایک ایسی عورت تخلیق کر دے جس میں بیوی بننے کی صلاحیت نہ ہو۔''

''بھوکے تھے تو ڈھنگ کی باتیں کر رہے تھے......!''

''ناشتے کے بعد سے دوپہر کے کھانے تک مجھے کبھی بیوی کی پرواہ نہ ہوگی......اسے لکھ لو......!''

اب وہ مغرب کی طرف ڈھلان میں اتر رہے تھے۔ ایک جگہ عالیہ رکی اور وہ وہیں سے بائیں جانب مڑ گئی۔ جب حمید بھی مزید نشیب میں اترا تو اسے کسی غار کا دہانہ دکھائی دیا جس میں عالیہ داخل ہو رہی تھی۔

حمید نے بھی اس کی تقلید کرنی چاہی لیکن سیاہ فام آدمی راہ میں حائل ہو گیا۔

اس نے اسے وہیں ایک طرف بیٹھ جانے کا اشارہ کیا تھا۔

حمید نے اسے گھور کر دیکھا لیکن کچھ بولا نہیں۔ ویسے وہ دہانے سے ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

کچھ دیر بعد ایک اور سیاہ فام آدمی غار کے دہانے سے برآمد ہوا جس کے ہاتھوں پر کافی کی کشتی تھی......!

گونگے بہرے محافظ نے آگے بڑھ کر کشتی اس کے ہاتھوں پر سے اٹھالی اور اسے ایک طرف زمین پر رکھ کر خود کافی بنانے بیٹھ گیا۔ دوسرا آدمی پھر غار کے اندر واپس چلا گیا تھا۔

محافظ نے ایک کپ اپنے لیے تیار کیا اور دوسرا حمید کے لیے۔

حمید نے اپنی کافی ابھی ختم بھی نہیں کی تھی کہ عالیہ نریمان غار کے دہانے سے برآمد ہوئی۔ لیکن اب وہ غوطہ خوری کے لباس میں تھی......!

''ہائیں......کیا مطلب؟'' حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ مگر وہ اتنی دیر میں کنارے پر پہنچ کر پانی میں چھلانگ لگا چکی تھی......!

پھر حمید نے اسے دوبارہ ابھرتے نہ دیکھا۔ پتہ نہیں کن گہرائیوں میں گم ہو گئی تھی۔

سیاہ فام محافظ ان سارے معاملات سے بالکل ہی بے تعلق نظر آ رہا تھا۔

حمید کافی ختم کرکے وہیں بیٹھا رہا......!

مقصود کا تبادلہ فریدی کے محکمے میں بارہ گھنٹے کے اندر اندر ہوا تھا اور اس پر عجیب سی وحشت طاری تھی! وہ سوچ رہا تھا کہ اب اس کے دن رات اس کے اپنے نہ رہیں گے۔ صرف

محکمے ہی تک کی بات ہوتی تو خیر کوئی مضائقہ نہیں تھا لیکن کرنل فریدی کے تحت کام کرنا......خدا کی پناہ اس طرح چاق وچوبند رہنا پڑتا تھا جیسے دوسرے ہی لمحے میں قیامت آنے والی ہو۔

اس وقت وہ فریدی ہی کے احکام پر ہاف مون نائٹ کلب کی کمپاؤنڈ میں سیاہ رنگ کی ڈاج کے قریب کھڑا تھا اور اس کے جسم پر......ڈرائیوروں کی مخصوص وردی تھی......!

فریدی ہی نے اس کا میک اپ کیا تھا اور سمجھا دیا تھا کہ وہ اس کار کے ڈرائیور کی جگہ لے رہا ہے اور کار کے مالک کو اسے فریدی کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچانا ہوگا......!

گاڑی کے اصل ڈرائیور کا جو بھی حشر ہوا ہو۔ اسے تو گاڑی خالی ہی ملی تھی اور گاڑی کی کنجی فریدی نے اسے دیتے ہوئے کہا تھا۔ ''بہت ہوشیاری کی ضرورت ہے......ایک مرد اور ایک عورت......دونوں شراب کے نشے میں دھت ہوں گے......اور اگر ایسا نہ ہو تو بھی انہیں وہاں تک پہنچانے کی ذمہ داری تم پر ہوگی۔ موقع کے لحاظ سے اپنی عقل استعمال کرنا!''

اور اب مقصود گاڑی کے قریب کھڑا سوچ رہا تھا کہ اگر اپنی عقل چوپٹ ہو گئی یا عین وقت پر بیوی کی کوئی زیادتی یاد آگئی تو پھر وہ کہاں ہوگا......!

ٹھیک بارہ بج کر سترہ منٹ پر ایک عورت اور ایک مرد گاڑی کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ عورت کے قدم لڑکھڑا رہے تھے۔ لیکن مرد کی چال معمول کے مطابق تھی۔ مقصود نے آگے بڑھ کر پچھلی سیٹ کا دروازہ کھول دیا۔ مرد نے عورت کو اندر بٹھا دیا اور مقصود سے بولا۔

''تم میم صاحب کو بنگلے پر چھوڑو۔ پھر ادھر آؤ......ہام ادھر ہی ہے......!''

مقصود کا سر گھوم گیا......وہ اس غیر ملکی کو واپس جاتے دیکھ رہا تھا۔

اس کے عمارت میں داخل ہو جانے کے بعد اس نے پچھلی سیٹ پر نظر ڈالی......عورت لیٹ گئی تھی اور غالباً اس کی آنکھیں بھی بند تھیں۔

''اب میں ان میم صاحب کو کہاں لے جاؤں۔ میرے معبود......!'' وہ اگلی سیٹ پر بیٹھتا ہوا بڑبڑایا......فریدی نے اسے ان دونوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا تھا......!

مقصود نے انجن اسٹارٹ کرتے ہوئے سوچا کاش میں نے ولی جاہ کی تصویر نہ دیکھی ہوتی۔ اسی قصور کی بناء پر اسے اس محکمے میں دوبارہ واپس آنا پڑا تھا......!

اُسے اس کام سے دلچسپی تھی لیکن بیوی کی وجہ سے اسے اپنا تبادلہ سول پولیس میں کرانا

پڑا تھا۔ وہ راتوں کو اس کی گھر سے غیر حاضری پر طوفان اٹھا دیا کرتی۔ کسی طرح یقین ہی نہ کرتی کہ وہ ڈیوٹی پر تھا......!

وہ گاڑی کو کمپاؤنڈ سے نکالتا ہوا بولا۔ ''زندگی جہنم بن جائے گی۔''

لیکن وہ جائے کہاں......پتہ نہیں عورت اہم تھی کہ مرد......وہیں چلنا چاہئے بہرحال...!

گاڑی تیزی سے راستے طے کرتی ہوئی فریدی کے بتائے ہوئے پتے پر جا پہنچی۔ گاڑی رکتے ہی مقصود پچھلی سیٹ کی طرف مڑا تھا۔ عورت بے خبر سوئی ہوئی نظر آئی۔ وہ اسے گاڑی ہی میں چھوڑ کر نیچے اتر آیا اور عمارت کی طرف بڑھا۔

برآمدے میں پہنچ کر گھنٹی کا بٹن دبانے کے بعد اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ دروازہ کھلا اور دروازہ کھولنے والا فریدی ہی تھا......!

''عورت بے ہوش پڑی ہے جناب!'' مقصود بوکھلائے ہوئے لہجے میں بولا......!

''اور مرد......؟''

''وہ کلب ہی میں ہے!'' مقصود نے کہا اور کہانی دہرا دی۔

''اچھی بات ہے۔ اسے اٹھوا کر اندر لانے میں میری مدد کرو......!''

عورت عمارت کے اندر لائی گئی اور جیسے ہی فریدی نے مقصود سے کچھ کہنا چاہا تھا فون کی گھنٹی بجی تھی......!

فریدی نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔ مقصود اسی کی طرف دیکھ رہا تھا دفعتاً اس نے محسوس کیا جیسے دوسری طرف سے بولنے والے کی بات سن کر اس کے چہرے پر پہلے تو حیرت کے آثار پیدا ہوئے ہوں۔ پھر آنکھوں سے گہری تشویش جھانکنے لگی ہو!

اس نے ریسیور رکھ دیا اور مقصود سے بولا۔ ''اسے پھر اٹھا کر گاڑی ہی میں لے چلو۔!''

مقصود میں اتنی جرأت نہیں تھی کہ وہ اس سے اس تبدیلی کی وجہ پوچھ سکتا......!

بے ہوش عورت دوبارہ گاڑی تک لائی گئی اور فریدی نے مقصود سے کہا۔ ''تم اب اسی عمارت میں ٹھہرو......میری واپسی تک باہر نہ نکلنا۔''

اس بار فریدی ہی کار ڈرائیو کر رہا تھا اور مقصود عمارت میں واپس آ گیا...!

فریدی نے اسٹیفن بروس کی گاڑی بے ہوش عورت سمیت ہاف مون نائٹ کلب
دی۔اس کا اہتمام پہلے ہی کرلیا تھا کہ گاڑی میں مقصود کی انگلیوں کے نشانات نہ پائے جائیں
اور پھر وہ کلب کی عمارت میں داخل ہوا...... رات کا ڈیڑھ بجا تھا ہال میں ایک بھی
خالی نظر نہیں آتی تھی...... اسٹیج پر تین لڑکیاں تھرک رہی تھیں......!

فریدی نے اسٹیفن بروس کو اپنی میز پر تنہا دیکھا۔لیکن وہ پوری طرح اسٹیج کی
متوجہ نہیں تھا۔ چہرے پر خوفزدگی کے آثار تھے جنہیں شاید وہ بڑی کوششوں سے چھپانے
باوجود بھی نہیں چھپا سکا تھا۔فریدی آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس کی میز کے قریب پہنچا اور
اس طرح اچھل پڑا جیسے موت سر پر پہنچ گئی ہو......!

پھر اچانک ایسا معلوم ہوا جیسے اس کی آنکھوں سے مسرتوں کے سوتے پھوٹ نکلے ہوں
''خوش آمدید...... خوش آمدید کرنل''۔ وہ اس کے استقبال کے لیے اٹھتا ہوا بولا
تم میری میزبانی قبول کروں گے۔''

''میں تمہارے ہی لیے آیا ہوں......!'' فریدی اس سے مصافحہ کر کے سامنے والی
پر بیٹھتا ہوا بولا۔''مجھے اطلاع ملی تھی کہ تم خوفزدہ ہو۔''

''مم...... میں...... خ...... خوفزدہ......!''

''ہاں...... آں...... جس دن تم نے کیپٹن حمید کی شکایت کی تھی اس دن سے تمہاری
نگرانی کراتا رہا ہوں......!''

''کک...... کیوں...... کیا میں نے جھوٹ کہا تھا......!''

''بہتیری سچی باتیں چھپا گئے تھے......!''

''کک...... کچھ بھی نہیں......، کیا پیؤ گے......!''

''مجھ سے زیادہ تمہیں اس کی ضرورت ہے!'' فریدی مسکرایا۔''لیکن بہت دیر
اپنے لیے منگانے کی ہمت نہیں کر سکے۔''

''کک...... کیا مطلب؟''

''تمہیں ڈر ہے کہ کہیں اس بار زہر آلود شراب نہ ملے۔تمہاری سیکریٹری کو پہلے ہی
شراب میں بے ہوشی کی دوا دی جا چکی ہے۔وہ لوگ شاید تمہیں زندہ لے جانا چاہتے ہیں...!''

''مم...... میں...... کچھ نہیں سمجھا......!''

''ٹھہرو...... میں خود اپنی نگرانی میں تمہارے لیے پگ تیار کراؤں گا۔''

اسٹیفن بروس حیرت سے آنکھیں پھاڑے فریدی کو دیکھتا رہا......!

فریدی اٹھ کر شرابوں کے کاؤنٹر پر آیا۔ایک سربند بوتل خود منتخب کی اور سوڈے کے سائیفن
کی بجائے سوڈے کی بوتلیں طلب کیں انہیں خود ہی لیے ہوئے اسٹیفن کی میز پر آ گیا۔
پھر خود ہی اسٹیفن کیلئے گلاس بھی تیار کیا تھا۔اسٹیفن دم بخود یہ سب کچھ دیکھتا رہا تھا۔

''پیؤ......!'' فریدی اس کی طرف گلاس کھسکاتا ہوا بولا۔'' تاکہ تمہارے منتشر حواس
یکجا ہو سکیں۔ میں دوستوں کا دوست ہوں......!''

اسٹیفن نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے گلاس پکڑ کر ہونٹوں سے لگا لیا۔ پھر وہ کسی ایسے
آدمی کی طرح اسے خالی کر گیا تھا۔ جو کئی دنوں سے پیاسا رہا ہو۔ گلاس میز پر رکھ کر اس نے
رومال سے ہونٹ خشک کیے اور خاموش بیٹھا رہا لیکن وہ فریدی سے نظریں چرانے کی کوشش کر
رہا تھا......!

''تمہاری سیکریٹری اب بھی گاڑی میں بے ہوش پڑی ہے......!'' فریدی بولا۔

''لل...... لیکن...... وہ تو گھر......!''

''گاڑی یہیں کمپاؤنڈ میں موجود ہے۔ان کا خیال تھا کہ تم دونوں ساتھ ہی جاؤ گے۔
یعنی جب تم دیکھو گے کہ اسے نشہ ہو گیا ہے تو تم اسے خود ہی لے جاؤ گے اور وہ تمہیں گھیر لیں
گے لیکن جب تم اسے گاڑی میں ڈال کر خود یہاں آ بیٹھے تو...... لیکن یہ تو بتاؤ کہ تمہیں خطرے
کا احساس کیونکر ہوا......!''

''جج...... جب میں واپس آیا تو......!''

''ہاں...... ہاں کہو......!''

''سامنے والی میز پر چار آدمیوں کو دیکھ رہے ہو!''

''ہاں......اُوہ......!''

''یہ مجھے کینہ توز نظروں سے دیکھ رہے تھے جب میں واپس آیا......!''

''کیا تم انھیں پہچانتے ہو......!''

''ن......نہیں......لیکن نظریں پہچانتا ہوں......!''

''فکر نہ کرو......کیا میں تمہیں گھر پہنچا دوں......!''

''میں بہت بڑے خطرے میں گھر گیا ہوں......!''

''باقاعدہ پولیس سے مدد طلب کرو......!''

''ناممکن......کوئی جواز نہیں ہے......!''

''میں نجی طور پر تمہاری مدد کرنے کو تیار ہوں......!''

''شکریہ......لیکن......!''

''فکر نہ کرو......اگر خود کو اپنی کوٹھی میں غیر محفوظ سمجھو تو میرے ساتھ چلو......وہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا......!''

''لیکن میری سیکریٹری......تم کہہ رہے تھے کہ وہ باہر گاڑی میں ہے۔''

''میرا خیال ہے کہ انھوں نے تمہارے ڈرائیور کو ملا رکھا تھا۔ جیسے ہی میرے آدمیوں نے گاڑی پر قبضہ کرنا چاہا وہ اسٹیرنگ چھوڑ کر بھاگ گیا!''

''اوہ......اُوہ......!''

''اب تم جو چاہو تمہارے لیے کرنے کو تیار ہوں!''

''میری سمجھ میں نہیں آتا......زندگی میں پہلی بار پراگندہ ذہنی کا شکار ہوا ہوں......!''

''اکثر ہوتا ہے......میرا خیال ہے تھوڑی سی اور لو......!'' فریدی گلاس میں انڈیلتا ہوا بولا۔ پھر سوڈے کی بوتل کھولی اور اس کے لیے دوسرا گلاس تیار کر دیا۔

''شکریہ......!''

دوسرا گلاس اس نے تھوڑا تھوڑا کر کے خالی کیا تھا۔

''میں یہی بہتر سمجھتا ہوں کہ تمہارے ساتھ چلوں!''

''تو چلو اٹھو......وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ!''

اسٹیفن نے پھر اس میز کی طرف دیکھا جس پر وہ چاروں نامعلوم آدمی اب بھی موجود تھے......وہ بھی ان دونوں ہی کی طرف متوجہ تھے!

''تم ان کی فکر نہ کرو......! یہاں میرے آدمی بھی موجود ہیں جو تمہاری نگرانی کرتے رہے تھے!'' کہتا ہوا فریدی اٹھ گیا اور اسٹیفن نے اٹھتے وقت بوتل اٹھائی......!

جب وہ دروازے کے قریب پہنچے تو تین آدمی ان کے پیچھے تھے......!

''یہ میرے آدمی ہیں......!'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''چلتے رہو......!'' وہ اسے اس کی گاڑی کے قریب لایا......!

وہ دونوں اگلی سیٹ پر بیٹھے......فریدی نے اسٹیرنگ سنبھالا۔ اور گاڑی پھاٹک سے گزر کر سڑک پر آ نکلی۔

اسٹیفن نے مڑ کر دیکھا ایک اور گاڑی بھی پھاٹک سے نکل رہی تھی!

''اوہو......تم کیوں پریشان ہو......میرے آدمی ہیں۔ اطمینان سے بیٹھو......!'' فریدی بولا۔ ویسے اس نے اسٹیفن کے تھوک نگلنے کی آواز صاف سنی تھی......!

بالآخر کار اسی عمارت کے سامنے آ کھڑی ہوئی جہاں اسے کچھ دیر پہلے مقصود لایا تھا...!

''بیٹھے رہو......!'' فریدی نے آہستہ سے کہا اور مڑ کر دیکھنے لگا۔ دوسری گاڑی بھی اس کے پیچھے آ رکی تھی اور ایک تیسری گاڑی تیزی سے گزرتی چلی گئی تھی......!

''دیکھا تم نے......!''

اسٹیفن کچھ نہ بولا۔

پچھلی گاڑی والوں نے بے ہوش عورت کو عمارت میں پہنچا دیا تھا کچھ دیر بعد فریدی اور اسٹیفن بروس ایک کمرے میں تنہا رہ گئے......!

''اب تم مجھ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھو گے......!'' اسٹیفن نے جھینپی ہوئی ہنسی کے ساتھ کہا۔

''قدرتی بات ہے......مجھے قطعاً دلچسپی نہ ہوتی......لیکن کیپٹن حمید کم از کم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتا خواہ وہ باہر کچھ بھی کر آیا ہو......!''

''وہ ایک قطعی نجی قسم کا جھگڑا تھا، کیپٹن خواہ مخواہ دخل دے بیٹھا۔''

"لیکن اب مجھے ولی جاہ کی تلاش ہے!" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

"کیوں؟ تمہیں اس سے کیا سروکار......!"

"اسٹیفن کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ اس سے محفوظ رہ سکو!"

"یقیناً......فی الحال میں ایسی پوزیشن میں نہیں ہوں کہ اس معاملے کو اپنی آگے بڑھا سکوں!"

"تم مجھ پر اعتماد کرو......!"

"اس سے پہلے اپنی پوزیشن صاف کرنے کی کوشش کروں گا۔ ولی جاہ سے بہت پرانا ہے۔ جب میں مغربی جرمنی میں تھا تب کی بات ہے!"

"جھگڑے کی نوعیت!" فریدی نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بہت ہی نجی قسم کی بات ہے!"

"اس کے لیے وہ یہاں دوڑا چلا آیا......کیا خیال ہے وہ آخر اس طرح خواہ کیوں کرتا پھرتا ہے!"

"یہی تو بزنس ہے اس کا......!"

"بڑی عجیب بات ہے......لیکن وہ بھی تو تم سے خائف معلوم ہوتا ہے ایسا کہ پھر نہ دکھائی دیا......!"

"میں کیا بتاؤں کتنا نجی معاملہ تھا۔ بس یہ سمجھ لو ایک عورت کی بات تھی۔ لیکن بالآخر مر گئی! اسی کی گولی کا نشانہ بنی تھی لیکن وہ مجھے مار ڈالنے کے درپے ہو گیا تھا......"

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ سگار سلگا رہا تھا۔ اس کے بعد وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ بولا۔ "اب نیند آ رہی ہے...... پتہ نہیں لزی ہوش میں آئی یا نہیں!"

"اسے سونے ہی دو...... بے ہوشی کے بعد وہ سکون سے سوتی رہے گی۔ تم تمہیں سونے کا کمرہ دکھا دوں......!"

اسٹیفن اٹھ کر اس کے ساتھ چلنے لگا...... فریدی ایک جگہ رکا اور اسٹیفن سے

"پہلے ایک چیز دیکھ لو......!"

"ہوں......ہوں......!" اسٹیفن نروس سی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"تمہارے بارے میں تو سن رکھا تھا کہ تمہارے پاس نوادرات کا بہت بڑا ذخیرہ ہے......میں ضرور دیکھوں گا......!"

فریدی اسے قریب والے کمرے میں لے گیا۔ یہاں صرف دو تین......کرسیاں پڑی ہوئی تھیں اور دیوار پر فلم کی اسکرین کا سا پردہ بنایا گیا تھا اور اس کے مقابل دوسری دیوار کے قریب آٹھ ملی میٹر کا ایک پروجیکٹر اسٹینڈ پر رکھا ہوا تھا!

"بیٹھ جاؤ......!" فریدی نے کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا کوئی فلم دکھاؤ گے......!" اسٹیفن نے بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں......اور اس کا شمار بھی تم نوادرات میں ہی کرو گے!"

"ضرور دکھاؤ......!"

فریدی نے کمرے کی روشنی کا سوئچ آف کرکے پروجیکٹر کا سوئچ آن کر دیا......! وہ ہلکی سی آواز کے ساتھ چل پڑا تھا اور سامنے والا اسکرین روشن ہو گیا تھا۔ تصویریں رنے لگیں......جنگل کا سین تھا......دو آدمی چلے جا رہے تھے۔

کیمرہ ان کے پیچھے تھا......آہستہ آہستہ کیمرہ ان کے قریب ہوتا گیا۔ بار بار کسی ت کی شاخ یا کوئی جھاڑی ان کے اور کیمرے کے درمیان آ جاتی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ فلم بندی جھاڑیوں میں چھپ کر کی گئی ہو! وہ دونوں چلتے چلتے رک گئے انھوں نے اپنی وں پر بڑے بڑے تھیلے اٹھا رکھے تھے......!

پھر انہوں نے وہ تھیلے زمین پر رکھ دیئے اور انکے چہرے اب کیمرے کے سامنے تھے......!

"اوہ......!" اسٹیفن اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"بیٹھے رہو......بیٹھے رہو......!" فریدی پرسکون لہجے میں بولا۔ "تمہیں پوری ریل نی پڑے گی اور یہ سب کچھ دوستانہ فضا میں ہو رہا ہے تم مطمئن رہو......!"

اسٹیفن خاموشی سے بیٹھ گیا۔

فلم اس دوران میں چلتی رہی تھی! ان دونوں آدمیوں میں سے ایک خود اسٹیفن بروس۔ اس نے تھیلے سے ایک ٹرانسمیٹر نکالا۔ اور اس پر کسی سے گفتگو کرنے لگا۔ دوسرا آدمی ول طرف پر تجسس نظریں ڈال رہا تھا......! ٹرانسمیٹر بند کرکے اسٹیفن نے تھیلے سے ایک

چھوٹی سی مشین نکالی اور اپنے ساتھی کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھنے لگا۔ کیمرہ اس کے
حرکت کرتا رہا......!

گھنی جھاڑیوں کے درمیان یہ ایک پگڈنڈی سی تھی۔ جس پر وہ چل رہا تھا
نے ایک سائن بورڈ کی بھی تصویر لی تھی۔ جس پر ''ممنوعہ علاقہ'' لکھا تھا۔ لیکن اسٹیفن
اس سائین بورڈ کو پیچھے چھوڑتا ہوا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

بورڈ پر یہ تحریر انگریزی اور اردو دونوں زبانوں میں تھی......! اسٹیفن کی تصویر
ہوتے ہوتے بالکل غائب ہوگئی......! اور فریدی نے پروجیکٹر کا سوئچ آف کر کے کمرے
دوبارہ روشنی کر دی......!

اسٹیفن بروس کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا۔ ہونٹ خشک تھے!

''کیا میں تمہارے لیے گلاس تیار کراؤں!'' فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

''دیکھو......دوست......!'' اسٹیفن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''ہم شکار کا
اُدھر گئے تھے......!''

''مجھے اس سے قطعی سروکار نہیں ہے کہ تم ادھر کیوں گئے تھے!''

''پھر تم کیا چاہتے ہو اور اس کا کیا مقصد تھا......!''

فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا......!

''ولی جاہ یہاں کیا کر رہا ہے......تم اچھی طرح جانتے ہو!'' اس نے کہا
مسکراہٹ اب بھی اس کے لبوں پر کھیل رہی تھی!

''مم......میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ وہ میری تلاش میں ہے اور مجھے مار ڈالنا چاہتا

''اگر یہ بات ہوتی تو وہ لوگ کیمرے کی بجائے رائفل استعمال کرتے اور تم
یہاں باتیں نہ بنا رہے ہوتے......!''

''کیا مطلب؟'' وہ پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

''یہ فلم انہیں لوگوں میں سے ایک کے پاس سے برآمد ہوئی تھی۔ بیٹھ جاؤ
سے سوچو کہ تمہیں اب کیا کرنا چاہئے......!''

اسٹیفن کسی ہارے ہوئے جواری کے سے انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔

فریدی نے سوئچ بورڈ پر لگے ہوئے ایک پش سوئچ پر انگلی رکھ دی کہیں دُور سے گھنٹی
بجنے کی آواز آئی اور دوسرے ہی لمحے میں ایک آدمی کمرے میں داخل ہوا۔

''وہسکی سوڈا'' فریدی نے اس سے کہا اور وہ الٹے پاؤں واپس چلا گیا۔

اسٹیفن خاموش بیٹھا کسی خیال میں گم تھا۔

اس آدمی کی واپسی جلد ہی ہوئی۔ اس کے ہاتھوں پر ایک کشتی تھی جس میں بوتلیں اور
گلاس تھے......! کارنر ٹیبل پر کشتی رکھ کر وہ فریدی کی طرف مڑا۔

''ٹھیک ہے......میں بلیک کافی پیوں گا!'' فریدی کہتا ہوا میز کی طرف بڑھا اور اسٹیفن
کے لیے گلاس تیار کرنے لگا۔

''نہیں......اب میں نہیں پیوں گا۔'' اچانک اسٹیفن سر اٹھا کر بولا۔

''تمہیں اس کی ضرورت ہے!'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

اسٹیفن نے نہیں نہیں کرتے ہوئے یہ گلاس بھی کسی ازلی پیاسے کے سے انداز میں خالی
کر دیا۔

فریدی خاموشی سے سگار کے کش لیتا رہا۔ بظاہر وہ اسٹیفن کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

تھوڑی دیر بعد اسٹیفن بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میری پوزیشن بے حد خراب ہو گئی ہے۔''

فریدی خاموش ہی رہا۔ اسٹیفن کہتا رہا۔ ''ولی جاہ اور اس کی سیکریٹری دونوں جرمن
ہیں......ایرانی نہیں......اور ولی جاہ ہمارے مخالف کیمپ کا ایجنٹ ہے۔''

اس نے خاموش ہو کر پھر شراب کی بوتل کی طرف دیکھنا شروع کیا۔

''اور تمہاری بھی اصل حیثیت ایک جاسوس کی ہے۔ کلچرل سیکریٹری کی نہیں......!''

''کچھ بھی ہو کرنل فریدی! تمہارا ملک اصولاً ہمارے ہی کیمپ سے متعلق ہے۔''

''یہ سب کچھ سیاستدان جانیں!'' فریدی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دیتے ہوئے
کہا۔ ''میرا کام صرف قانون کی حفاظت کرنا ہے......!''

''میں نے کب کہا ہے کہ تم ایسا مت کرو......!''

''ولی جاہ کے بارے میں سب کچھ بتا دینے میں تم دیر لگا رہے ہو!''

''میں بتا رہا ہوں......جیسے ہی وہ مجھے یہاں نظر آیا تھا میں نے اُسے مار ڈالنے کی

کوشش کی تھی......!"

"میرا خیال ہے کہ پہلے تم اُسے نظر آئے تھے۔ لیکن اس نے تمہیں مار ڈالنے کی کوشش نہیں کی تھی! یہ فلم اسی بات کا ثبوت ہے۔ کیا تم بتا سکو گے کہ اس نے تمہیں مار ڈالنے کی کوشش کیوں نہیں کی......!"

اسٹیفن کے ہونٹ ہلے لیکن پھر سختی سے ایک دوسرے پر جم گئے! ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بے ساختہ طور پر نکل جانے والے کسی جملے کو اس نے روکا ہو......!

فریدی اُسے جواب طلب نظروں سے دیکھتا رہا۔

"میں تمہیں تفصیل سے بتانے کی کوشش کروں گا!"

"چلو تفصیل ہی سے بتاؤ......!" فریدی نے ٹھنڈی سانس لی۔

"وہ اعلیٰ درجے کا ہپناٹسٹ ہے۔" اسٹیفن نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ایک سگریٹ منتخب کرتے ہوئے کہا۔ "جہاں بھی جاتا ہے خوابوں کے بیوپاری کی حیثیت سے اپنی پبلسٹی کرتا ہے اور سرکاری حلقوں میں خاص طور پر متعارف ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ میں تمہیں مغربی جرمنی کا ایک واقعہ سناؤں۔ کئی سال پہلے کی بات ہے۔ وہ وہاں ایک پیشہ ور ہپناٹسٹ کی حیثیت سے پریکٹس کرتا تھا۔ بہتیرے لوگ محض تفریحاً اس کے پاس خواب دیکھنے آیا کرتے تھے۔ ایک دن ایک بڑا سرکاری آفیسر بھی اس کے پاس جا پہنچا وہ کچھ بہت ہی اہم کاغذات کہیں رکھ کر بھول گیا تھا۔ ولی جاہ نے اسے خواب میں وہ جگہ بتا دی جہاں کاغذات رکھے ہوئے تھے۔ بس پھر کیا تھا بہت ہی اعلیٰ حلقوں میں وہ متعارف ہو گیا اور اس کے بعد جانتے ہو کیا ہوا......!"

وہ خاموش ہو کر فریدی کی طرف دیکھتا ہوا سگریٹ سلگانے لگا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ سگریٹ سلگا کر کش لیتے ہوئے اسٹیفن نے اس طرح آنکھیں سکوڑیں جیسے حافظے پر زور دے رہا ہو......!

"اُس نے بہت بہت بڑے بڑے سرکاری راز اڑائے۔" اسٹیفن بالآخر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "تم جانتے ہی ہو گے کہ آدمی ٹرانس میں آ جانے کے بعد ہر طرح ہپناٹسٹ کے قبضے میں ہوتا ہے بحالت خواب ہپناٹسٹ کے سوالوں کے بالکل درست جواب دیتا ہے؟

اس طرح ولی جاہ نے اہم ترین راز اہم ترین شخصیتوں سے معلوم کیے اور انھیں مخالف کیمپ تک پہنچا دیا جس کا وہ ایجنٹ ہے!"

"میں بالکل سمجھ گیا!" فریدی نے طویل سانس لے کر کہا۔ "لیکن یہ تو تم اس کے طریق کار کے بارے میں بتا رہے ہو...... میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ وہ یہاں کیا کر رہا ہے......اور وہ تم کسی ممنوعہ علاقے میں کیوں داخل ہوئے اور ایسا کرنے پر اس کے آدمیوں نے تمہاری تصاویر کیوں لیں......!"

"مجھے پھر شراب کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے!"

"اب نہیں......!" فریدی مسکرایا۔

"کیوں......؟" اسٹیفن بھی مسکرا کر بولا۔ "اب اتنے غیر متواضع کیوں ہو گئے...!"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ اس گلاس کے بعد تم زیادہ نشہ ہو جانے کی ایکٹنگ شروع کر دو گے اور کام کی بات جہاں تہاں رہ جائے گی!"

"بہت چالاک ہو......!" وہ بھرّائی ہوئی آواز میں بولا۔

چند لمحے خاموش رہ کر اس نے پوچھا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ ممنوعہ علاقہ کون سا ہے!"

"میں ابھی فیصلہ نہیں کر سکا۔" فریدی نے جواب دیا۔

"اب اگر یہاں میں تمہیں بہکا دوں تو......!" اسٹیفن انگلی اٹھا کر ہنسا لیکن اس کی یہ ہنسی بے جان اور کھوکھلی تھی......!

"تم مجھے نہیں بہکا سکتے......!"

"وہ کس طرح......!"

"جس بورڈ پر "ممنوعہ علاقہ" لکھا ہوا ہے۔ وہ مخصوص ساخت کا ہے۔ مجھے صرف یہ دیکھنا پڑے گا کہ اس ساخت کے بورڈ کس علاقے میں استعمال کیے گئے ہیں......!"

وہ بے بسی سے اسے دیکھتا رہا۔

کئی منٹ گزر گئے۔ اسٹیفن کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا آخر کار وہ سر اٹھا کر بولا۔

"میں اپنی شکست اس شرط پر تسلیم کر سکتا ہوں کہ تم اس معاملے کو آگے نہ بڑھاؤ...... مطلب یہ کہ میرے معاملے کو......!"

"میں نہیں سمجھا......!"

"میں یہاں سے ناپسندیدہ فرد قرار دے کر نہ نکالا جاؤں۔ خود ہی چلا جاؤں گا......!"

"میں سمجھتا ہوں، اس طرح تم کسی دوسری جگہ کام کرنے کے قابل نہ رہو گے کوئی بھ تمہارا وجود برداشت نہ کر سکے گا......!"

اسٹیفن نے پرتفکر انداز میں اپنے سر کو اثباتی جنبش دی۔

"اچھی بات ہے اسٹیفن...... یہ میرا وعدہ ہے کہ تمہیں یہاں سے بے داغ نکل جا دوں گا......!"

"ویلجاہ......لڑکال جنگل کی اس جھیل میں دلچسپی لے رہا ہے جو جیرالڈ شاستری کی ز دنیا تباہ ہونے سے وجود میں آئی تھی......!"

"اوہ......!" کرسی کے ہتھوں پر فریدی کے پنجے سختی سے جم گئے اور چند لمحوں کے ب بولا۔ "اب یاد آیا اس ساخت کے بورڈ اُسی "ممنوعہ علاقے" میں لگائے گئے تھے......!"

"اس کی پارٹی وہاں کسی چیز کی تلاش میں ہے!"

"اور تم خود بھی......!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"ہاں...... میں بھی...... تلاش کی پہل میری ہی پارٹی نے کی تھی۔ پھر وہ پتہ نہیں ک سے آ کودا......!"

"اس فلم کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ وہ تمہاری تلاش وجستجو سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے!"

"میں بھی اب یہی سوچنے پر مجبور ہوں!"

"تمہیں کس چیز کی تلاش تھی اسٹیفن......!"

"یہ میں نہیں بتاؤں گا......!"

"اسٹیفن اب اس بات پر نہ اڑو...... ورنہ ہو سکتا ہے تمہارے مخالف کیمپ ک پہنچ جائے۔ تم خود کیا کر سکتے ہو یہ تو میں نے دیکھ ہی لیا۔"

اسٹیفن کے چہرے پر اندرونی کشمکش کے آثار تھے......!

آنکھوں کی جنگ

حمید اور گونگا بہرہ محافظ وہیں بیٹھے رہے تھے اور سورج چڑھ آیا تھا۔ دفعتاً محافظ نے حمید کو وہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ یہاں ان لوگوں کے پاس غوطہ خوری کے لباس بھی موجود ہیں اگر ایک سوٹ بھی ہاتھ آ جائے تو کیا کہنا۔ یہ تو اسے معلوم ہی ہو چکا تھا کہ وہ لڑکال جنگل میں ہے۔!

محافظ اسے لے کر ایک غار میں داخل ہوا۔ اس نے ٹارچ روشن کر لی تھی، یہاں دن کی روشنی میں بھی گہرا اندھیرا تھا۔ غیر مسطح اور ناہموار راستہ جلد ہی ختم ہو گیا اور وہ ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جسے کمرہ ہی کہا جا سکتا ہے......!

اسے جیرالڈ شاستری کی زیر زمین دنیا کی عمارت یاد آئی...... تو کیا ان دھاکوں نے عمارات کے کچھ حصوں کو توڑے پھوڑے بغیر کسی قدر اوپر پہنچا دیا تھا۔

جس کمرے میں وہ داخل ہوئے تھے وہاں کار بائیڈ کے چراغ روشن تھے! لیکن کوئی کھڑکی یا دروازہ نہ ہونے کے باوجود بھی گھٹن کا احساس نہیں ہوتا تھا......!

فرش پر کئی خالی بستر پڑے ہوئے تھے......!

حمید ایک پر نیم دراز ہو گیا۔ ذہن پر عجیب سا سناٹا طاری تھا۔ پھر وہ نہایت اطمینان سے نہ صرف لیٹ گیا تھا بلکہ اس کی آنکھ بھی لگ گئی تھی......!

دوپہر کے کھانے کے لیے اسے باقاعدہ طور پر جگایا تھا لیکن جگانے والا کوئی محافظ نہیں بلکہ ولی جاہ خود تھا۔

"ناشتے کے بعد ہی تم قیلولہ شروع کر دیتے ہو!" اس نے پوچھا۔

"نہیں...... ایک قیلولہ مجھ پر ڈیو تھا۔ میں نے سوچا موقع اچھا ہے میرا باس چونکہ قیلولے کا قائل نہیں ہے اس لیے کبھی کبھار چھپ کر ہی کرنا پڑتا ہے......!"

"سیاہ فام آدمی کھانے کے خوان اٹھائے وہیں لائے تھے اور ان دونوں نے ایک بستر

ہی پر بیٹھ کر کھانا شروع کر دیا تھا......!

''وہ موٹا آدمی کون تھا؟'' ولی جاہ نے پوچھا۔

''موٹا......!'' حمید ہنس کر بولا۔ ''ہے ایک ڈیوٹ!''

''مالدار آدمی ہے......!''

''بہت زیادہ......! تمہاری سیکریٹری کے لیے بڑی دوڑ دھوپ کر رہا تھا......!'' حمید نے کہا اور مختصراً قاسم کی بوکھلاہٹوں کا تذکرہ کرتا رہا۔

''اگر میں تمہیں مار ڈالوں تو......!'' دفعتاً ولیجاہ نے سوال کیا۔

''یہ اب پوچھ رہے ہو۔ پہلے ہی مار ڈالا ہوتا۔ خیر اب مجھے ایک گلاس پانی پی لینے دو!''

''نہیں میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں!''

حمید نے پانی کا گلاس ختم کر کے ڈکار کے ساتھ ''الحمد للہ'' کہتے ہوئے اس سے کہا۔

''اب مار ڈالو......!''

ولی جاہ اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتا رہا...... پھر ہنس پڑا۔

''ہنس ہنس کر مارو چاہے رو رو کر...... مجھے تو بہرحال مرنا ہے!''

''کیوں؟ تم مرنا کیوں چاہتے ہو......!''

''اس لیے کہ میرا تمباکو ختم ہو گیا ہے۔ پرنس ہنری کے علاوہ اور کوئی تمباکو نہیں پیتا۔''

''میں تمہیں بہت عمدہ سگریٹ پلا سکتا ہوں۔ تم پسند کرو گے۔ تمباکو میں خود تیار کرتا ہوں اور سگریٹ بھی خود ہی بناتا ہوں......''

''نکالو...... میرا سر گھوم رہا ہے......!''

سونے کا خوبصورت سگریٹ کیس جیب سے نکال کر حمید کی طرف بڑھا دیا گیا۔ سگریٹ بڑے سلیقے سے بنائے گئے تھے لیکن ان پر ٹریڈ مارک نہیں تھا۔ حمید نے ایک سلگا کر دو تین کش لیے اور بولا۔ ''واقعی نفیس ہیں'' ولی جاہ بھی کھانا ختم کر چکا تھا۔ اُس نے سیاہ فام آدمیوں کو اشارہ کیا...... وہ برتن اٹھائے گئے!

''حمید کش پر کش لیتا اور تمباکو کی تعریفیں کرتا رہا...... سگریٹ ختم کر کے وہ لیٹ گیا۔''

''کیا ہوا...... کیا بات ہے؟'' ولی جاہ نے پوچھا۔

''سر چکرا گیا ہے......!''

''تمہیں اتنے گہرے کش نہ لینے چاہئیں تھے!''

''ابھی ٹھیک ہو جاؤں گا......!''

''لیکن تمہیں تو نیند آ رہی ہے......!''

''ہاں...... ہاں...... مجھے...... نیند...... آ رہی ہے......!''

''گہری نیند آ رہی ہے......!''

''گہری نیند آ رہی ہے!'' حمید نے آنکھیں کھولے بغیر اس کے الفاظ دہرائے......!

''لیکن تم گہری نیند کے باوجود میرے سوالات کے جواب دو گے!''

''میں سوالات کے جواب دوں گا......!''

''کیا تم بالکل سو گئے......!''

''میں بالکل سو گیا ہوں......!''

ولی جاہ نے اسکی پیشانی پر کئی بار زور زور سے انگلی ماری لیکن حمید کی آنکھیں نہ کھلیں۔

''کیپٹن حمید......!'' اس نے بھاری آواز میں کہا۔ ''تم میری آواز سن رہے ہو......!''

''ہاں میں سن رہا ہوں......!''

''تم نے وہ نقلی پستول جھاڑیوں میں پھینکا تھا۔''

''نہیں......!''

''پھر وہ کہاں ہے؟''

''میں نے کرنل فریدی کو دے دیا تھا......''

''اس نے تم سے اس کے متعلق کیا گفتگو کی!''

''یہی کہ میں نے وہ پستول اس تک پہنچا کر ایک بڑا کارنامہ انجام دیا ہے......!''

''کیا تمہیں اس جواب پر حیرت نہیں ہوئی تھی!''

''ہوئی تھی لیکن انھوں نے میری حیرت رفع نہیں کی۔ میرے لیے وہ اب بھی ایک ٹوائے پسٹل ہے!''

''کیپٹن حمید! اگر تمہاری زندگی خطرے میں ہو تو فریدی کیا کرے گا۔''

''آگ کے سمندر میں بھی چھلانگ لگا دیں گے......!''

''کیا تمہاری گردن پر خنجر رکھ کر اس سے کوئی بات منوائی جا سکتی ہے!''

''اگر وہ اصولاً اسے غلط سمجھیں گے تو انہیں اس کی پرواہ نہیں ہو گی! تم میری گردن پر خنجر رکھ کر ان سے کوئی غلط کام نہیں لے سکتے!''

''میں نے اسے دھمکی دی ہے کہ اگر پستول کا راز اس سے آگے بڑھا تو میں تمہیں قتل کر دوں گا......اس دھمکی کا اس پر کیا اثر ہو گا۔''

''پستول کا راز ان سے آگے نہیں بڑھے گا......!''

''تمہیں یقین ہے؟''

''ہاں مجھے یقین ہے......وہ تنہا تمہاری تلاش میں نکل پڑیں گے!''

ولی جاہ نے قہقہہ لگایا......اور بولا۔ ''اچھا اب تم آرام سے سوتے رہو......!''

حمید بدستور گہری گہری سانسیں لیتا رہا......اس کا چہرہ پرسکون تھا۔

لڑکال جنگل کے محافظوں کی پہلی چوکی پر دو ایسے شکاری پکڑ کر لائے گئے تھے جن کے پاس نہ تو بندوقوں کے لائیسنس تھے اور نہ شکار کھیلنے کا اجازت نامہ! ان میں سے ایک قوی ہیکل بوڑھا تھا اور دوسرا جوان آدمی۔ بوڑھے کے سر اور ڈاڑھی کے بال برف کی طرح سفید تھے لیکن چہرے کی جلد پر کہیں ہلکی سی شکن بھی نہیں تھی۔ آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ ایسا توانا بوڑھا شاذونادر ہی دیکھا گیا ہو گا۔ جوان آدمی گستاخ اور منہ پھٹ معلوم ہوتا تھا۔ بوڑھے کے دبانے کے باوجود بھی چوکی کے انچارج سے ٹرائے جا رہا تھا......!

''تم نہیں جانتے ہم کون ہیں!'' وہ آنکھیں نکال نکال کر کہہ رہا تھا۔ ''کیا سمجھتے ہو تم دو ٹکے کے آدمی۔ ہمارے لائسنس اور پرمٹ ہمارے کیمپ میں رہ گئے! تم ہمیں نہیں روک سکتے......!''

''میں کچھ نہیں جانتا......!'' انچارج غرّایا۔ ''تم لوگ یہاں سے ہل نہیں سکتے......!''

اتنے میں اس کے اسسٹنٹ نے اسے اشارے سے ایک طرف بلا کر سرگوشی کی!

''صاحب احتیاط سے کام لیجئے! مجھے تو یہ ڈاکو معلوم ہوتے ہیں اس وقت چوکی میں صرف ہم دونوں ہیں......انہیں دلاسہ دے کر کچھ دیر یہیں روکے رکھنے کی کوشش کیجئے۔ مسلح گارڈ آنے ہی والے ہوں گے......پھر دیکھ لیں گے......!''

''تم ٹھیک کہتے ہو......!'' انچارج بولا اور پھر ان دونوں کی طرف پلٹ آیا۔

''دیکھئے جناب!'' اس نے کچھ دیر بعد بوڑھے سے نرم لہجے میں کہا۔

''ہم مجبور ہیں یہ ہمارا فرض ہے!''

''کوئی بات نہیں......کوئی بات نہیں......!'' بوڑھے نے سر ہلا کر کہا۔ ''ہو سکتا ہے کچھ دیر بعد ہماری پارٹی کے لوگ ادھر آ نکلیں......!''

''کیا مطلب؟'' انچارج اچھل پڑا۔

''آپ گھبرا کیوں گئے!'' نوجوان مضحکہ اڑانے والے انداز میں ہنسا۔

''کچھ نہیں......کوئی بات نہیں! ہو سکتا ہے آپ ٹھیک کہتے ہوں۔ اچھی ہی بات ہے کہ آپ یہاں کچھ دیر ستا لیں......!''

نوجوان ہنسنے لگا اور بوڑھے نے غصیلے لہجے میں اُسے خاموش رہنے کی تاکید کی......!

انچارج اور اس کا نائب دونوں ہی بڑے غیر مطمئن سے نظر آ رہے تھے! ہر چند کہ ان دونوں کے ہولسٹروں میں ریوالور موجود تھے! لیکن پھر بھی انہیں مزید مسلح آدمیوں کا انتظار تھا! ان دونوں کی بندوقوں پر تو وہ پہلے ہی قبضہ کر چکے تھے! دفعتاً اسسٹنٹ کو خیال آیا کہ اس نے ان دونوں کی جامہ تلاشی ابھی تک نہیں لی۔ آہستہ سے اس نے یہ بات انچارج کے کان میں کہی اور انچارج نے بڑے نروس انداز میں بوڑھے کی طرف دیکھا اور پھر ہولسٹر سے ریوالور نکال کر ان دونوں کی طرف اٹھاتا ہوا بولا۔ ''آپ دونوں جامہ تلاشی کیلئے تیار ہو جائیں..!''

''حد ہو گئی......'' نوجوان آدمی پیر پٹخ کر بولا۔ ''انہیں یہ فرض بھی ادا کرنے دو!''

سب سے پہلے اسسٹنٹ نوجوان آدمی کی طرف بڑھا۔

انچارج ریوالور تانے ہوئے آگے بڑھ آیا تھا۔ دفعتاً بوڑھے نے نہ صرف اس کے

ریوالور پر ہاتھ ڈال دیا بلکہ بائیں ہاتھ سے پڑنے والا گھونسہ اسے سامنے والی دیوار تک لے گیا۔

''آواز نہ نکلے!'' بوڑھا غرایا۔ اور اسسٹنٹ سے بولا۔ ''تم بھی دیوار سے لگ کھڑے ہو جاؤ......!''

وہ دونوں ہاتھ اٹھائے ہوئے دیوار سے جا لگے۔ بوڑھے نے نوجوان سے کہا بندوقیں اٹھاؤ اور اس کھڑکی سے نکل جاؤ......تم جانتے ہو کہ تمہیں کہاں پہنچنا ہے!''

''ڈاکو...... ڈاکو......!'' ان دونوں کی زبانوں سے بہ یک وقت نکلا۔ نوجوان بوڑھے کی ہدایت پر عمل کرتا ہوا کھڑکی سے دوسری طرف کود گیا۔ بوڑھے نے ان دونوں کہا۔ ''میرے جانے کے بعد یہاں کوئی ہنگامہ نہ ہونے پائے ورنہ......!''

''تم ڈاکو ہو......!'' انچارج چیخا۔

''خاموش......! ورنہ گولی کھوپڑی میں اتر جائے گی!'' وہ الٹے پیروں کھڑکی کی ہٹتا ہوا بولا۔ ٹھیک اسی وقت باہر کسی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی اور وہ دونوں چیخنے لگے۔ فائر ہوئے......اور بوڑھے نے کھڑکی سے باہر چھلانگ لگا دی......!

انچارج اور اسسٹنٹ دونوں ایک دوسرے پر گر گئے تھے!

بھاری قدموں کی آوازیں باہر سے آئیں۔ شاید کچھ لوگ دوڑتے ہوئے ادھر آ تھے۔ انچارج اور اس کا نائب اٹھنے کی کوشش کر رہے تھے! دفعتاً تین مسلح گارڈ اندر گھ اور اُن دونوں کو فرش سے اٹھایا......!

''ادھر......'' انچارج......کھڑکی کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ ''مفرور۔ ڈاکو......!''

گارڈ کھڑکی کی طرف جھپٹے......سامنے والی جھاڑیوں سے پھر ایک فائر ہوا تینوں گارڈ جلدی سے بیٹھ گئے!

''باہر نکل کر گھیرو......دو آدمی ہیں......ایک میرا ریوالور لے گیا۔'' انچارج چیخا

پھر تھوڑی ہی دیر میں وہاں خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا۔ دوسری چوکیوں سے ٹرانسمیٹر ذریعے رابطہ قائم کر کے انھیں اطلاع دی گئی اور دس منٹ کے اندر اندر وہاں چالیس گارڈ اکٹھا ہو گئے! انچارج اور اس کے نائب کو بہت دیر بعد یقین ہو سکا تھا کہ وہ

زندہ ہیں بلکہ زخمی تک نہیں ہوئے!

حمید سو کر اٹھا تو تازہ دم تھا اور اُسے قطعی یاد نہیں تھا کہ اُسے نیند کس طرح آئی تھی! کمرے میں کاربائیڈ لیمپ بدستور روشن تھا۔ بستر چھوڑ کر وہ نکاسی کے راستے کی طرف بڑھا۔ لیکن دو سیاہ فام آدمیوں نے اسے کمرے سے نہ نکلنے دیا۔ حمید نے وجہ پوچھی تو جواب بھی نہ ملا۔

اس کے بعد وہ بستر کی طرف پلٹ آیا تھا۔ گھڑی دیکھی...... پانچ بجے تھے......!

''چائے کا وقت ہے......!'' وہ ان دونوں پہرہ داروں کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخا۔

وہ بت بنے کھڑے رہے۔ حمید سوچ رہا تھا آخر انھیں اب کیا خدشہ ہے...... تیر کر یہ جھیل پار نہیں کی جا سکتی......غیر مسلح بھی ہوں، پھر اتنی کڑی نگرانی کی کیا ضرورت ہے......!

آہستہ آہستہ اسے سونے سے قبل کی باتیں یاد آنے لگیں۔ ولی جاہ نے بتایا تھا کہ اس نے اس کے سلسلے میں فریدی کو دھمکی دی تھی۔ وہ فریدی کی فطرت سے اچھی طرح واقف تھا۔ اس دھمکی کے باوجود اگر اسے علم ہو جائے تو وہ تنہا ہی لڑکال جنگل میں گھس پڑے گا۔ لیکن سوال تو یہ ہے کہ اسے علم کیونکر ہو گا۔ جبکہ خود اسے علم نہیں تھا کہ وہ تارجام کے اس مکان سے یہاں تک کیسے پہنچا تھا اور......دفعتاً پشت سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ چونک کر مڑا۔

عالیہ نریمان دروازے میں کھڑی اُسے گھورے جا رہی تھی۔

''خالی ہاتھ آئی ہو......!'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''شام کی چائے بھی مچھلیوں کے لیے ضروری ہے۔''

لیکن وہ اسے پہلے ہی کے سے انداز مین خاموشی سے گھورتی رہی۔ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی!

''ادھر فریدی نے ان اطراف میں قدم رکھا اور ادھر تمہیں گولی مار دی جائے گی!'' اس نے کچھ دیر بعد سخت لہجے میں کہا۔

''کاش فریدی کو علم ہوتا......!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''کس بات کا علم ہوتا۔'' اس نے تلخ لہجے میں سوال کیا۔

''یہی کہ میں یہاں سے واپس نہیں جانا چاہتا......!''

''ہونہہ......ہم میں کوئی بھی جیرالڈ شاستری کی طرح احمق نہیں ہے......!''

''میں یہاں سے اس لیے واپس نہیں جانا چاہتا کہ......''

''بس......!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''آج دوپہر دو ڈاکو ان جنگلوں میں گھس آئے ہیں
مسلح گارڈ انھیں تلاش کرتے پھر رہے ہیں۔ کیا خیال ہے تمہارا......؟ وہ پلکیں جھپکائے بغیر
راہِ راست حمید کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی......!''

''گھس آئے ہوں گے!'' حمید نے لاپرواہی سے کہا۔

''کیا یہ تمہارا باس نہیں ہوسکتا۔''

''میرا باس ڈاکو نہیں ہے۔'' حمید نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

وہ زہریلی سی ہنسی کے بعد بولی ''لیکن پوز یہی کرنا چاہتا ہے تاکہ ہم مطمئن بیٹھے رہیں
اور وہ اچانک ہم پر ٹوٹ پڑے......!''

اتنے میں پھر قدموں کی چاپ سنائی دی اور ولی جاہ داخل ہوا۔

''کیا خبر ہے!'' اس نے عالیہ سے پوچھا۔

''کچھ بھی نہیں...... میں زندگی بھر شرمندہ رہوں گی۔ میں نے پستول ٹیکسی ڈرائیور
کیوں دیا تھا۔ اور یہ اسی شخص کی بدولت ہوا تھا۔ اب میں اُسے زندہ نہیں دیکھنا چاہتی......''

''اُوہ......کچھ بھی نہیں......اُسے بھول جاؤ!'' ولی جاہ لاپرواہی سے بولا۔ ''مجھے اطلاع
ملی ہے کہ فریدی چار بجے شام تک سنگ سنگ بار میں دیکھا گیا ہے۔ اور ڈاکوؤں والا ہنگامہ
صبح دس بجے برپا ہوا تھا اس وقت سے اب تک مسلح محافظ انھیں ڈھونڈتے پھر رہے ہیں
تھوڑے تھوڑے وقفے سے فائروں کی آوازیں آتی ہیں۔''

''کچھ بھی ہو...... یہ شخص......!''

''یہ شخص میرے لیے کام کرے گا۔ کیوں دوست!'' ولی جاہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتا
ہوا مسکرایا۔

''تم مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو!''

''باورچیوں کی مدد کرو۔ وہ کہتے ہیں کہ انھیں کوئی پڑھا لکھا اور ذہین آدمی چاہیے......!''

''میں کہتی ہوں اُسے زندہ رکھنا ٹھیک نہیں!''

''میں اسے ٹھیک کرلوں گا......!''

''تم جانو......!'' عالیہ نے برا سا منہ بنا کر کہا اور وہاں سے چلی گئی!

ولی جاہ نے حمید کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''میں نہیں سمجھ سکتا کہ مس زریمان مجھ سے اچانک ناراض کیوں ہوگئیں'' حمید بیٹھتا ہوا بولا۔

''کوئی خاص بات نہیں وہ تم دونوں کی شہرت سن چکی ہے۔''

''لیکن میں تو بے بس ہوں۔'' حمید نے کہا اور تھوڑی دیر تک خاموش رہ کر بولا۔

''ڈاکوؤں کا کیا قصہ ہے......!''

''شاید کچھ مفرور مجرموں نے جنگل میں پناہ لی ہے۔ اکثر آ جاتے ہیں۔ اور میں انھیں
پکڑ کر مزدور بنا دیتا ہوں...... وہ یہاں سکون سے میرے لیے کام کرتے ہیں اور ان کا مستقبل
محفوظ ہو جاتا ہے......!''

''تم لوگ یہاں کیا کر رہے ہو......!''

''جیرالڈ نے زیرِ زمین دنیا تعمیر کی تھی...... میں پانی میں شہر بسا رہا ہوں۔''

حمید نے بے اعتباری سے اس کی طرف دیکھا! اور وہ ہنسنے لگا ہنسنے کے انداز سے پتہ
چلانا مشکل تھا وہ اس کی کم عقلی پر ہنسا یا فخریہ طور پر۔

حمید کے اندازے کے مطابق اس جزیرے میں یہ اس کا دسواں دن تھا۔ اور اسے سچ
مچ باورچیوں کی مدد کرنی پڑتی تھی۔ ولی جاہ بھانت بھانت کے کھانے تیار کراتا تھا۔
دنیا کا شاید ہی کوئی ملک بچا ہو جس کے مخصوص کھانے وہاں نہ تیار کیے جاتے ہوں اس
کے لیے کتابوں سے مدد لینی پڑتی تھی۔ لیکن باورچی ناخواندہ تھے......!
حمید دن بھر معمولی آدمیوں کی طرح باورچیوں سے مغز پچی کرتا رہتا لیکن کھانا اسے ولی

جاہ ہی کے ساتھ کھانا پڑتا تھا۔ کبھی کبھی عالیہ بھی ان کے ساتھ ہوتی......!

اس وقت وہ دوپہر کا کھانا کھا رہے تھے! ولی جاہ کے چہرے پر فکرمندی کے آثار تھے! عالیہ نے کچھ دیر بعد اسے ٹوکا۔

”ہاں میں فکرمند ہوں۔“ ولی جاہ نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”آج کل کے حالات میری سمجھ میں نہیں آرہے......!“

”کیسے حالات؟“

”اسٹیفن بروس یہاں سے انڈونیشیا بھیج دیا گیا! حالانکہ یہ سمجھ میں آنے والی نہیں......اس سے کیا نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے!“

اسٹیفن بروس کے نام پر حمید کے کان کھڑے ہوئے لیکن اس نے اپنے چہرے سے کچھ نہ ظاہر ہونے دیا......!

”یقیناً یہ الجھن کی بات ہے!“ عالیہ بولی اور اس نے گھور کر حمید کی طرف دیکھا۔

”اس طرح مت گھورو......میں بھی الجھن میں پڑ گیا ہوں!“

”کیوں......؟“

اس دن ایگل بیچ پر ان دونوں کو چھڑانے کے لیے اسٹیفن بروس پولیس آفیسرز کے ساتھ آیا تھا......!“

”وہ ہمارا دشمن ہے!“ ولی جاہ بولا۔

”تب پھر اس میں پریشانی کی کیا بات ہے اگر وہ یہاں سے کہیں اور بھیج دیا گیا!“

”یہ اسی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے جب ایسا کرنے کے لیے یہاں کی حکومت کو... پڑے اور یہاں کی حکومت اسی صورت میں دباؤ ڈال سکتی ہے جب اسے اس کی مصروفیات کا علم ہوجائے!“

”ارے تو تم اپنا معدہ کیوں خراب کررہے ہو۔ بھگتنے دو اُسے اور ہماری حکومت کو!“

”کیپٹن حمید میں سنجیدہ ہوں۔ فریدی نے میری دھمکی کی پرواہ نہیں کی اس نے پر اسٹیفن بروس کو چھیڑا ہے!“

”مجھے چین سے کھا لینے دو......میں اپنا معدہ چوپٹ کرنا نہیں چاہتا......!“

”کیپٹن حمید اگر تمہاری وجہ سے ڈھنگ کا کھانا نہ مل رہا ہوتا تو میں تمہیں مار ڈالتا...... یقین کرو......!“

”مسٹر ولی جاہ......اگر فریدی کو یقین ہوگیا کہ تم ہمارے ملک کے مفاد کے خلاف کچھ کررہے ہو تو ہزاروں کیپٹن حمید قربان کرکے بھی تمہاری گردن آدبوچے گا......!“

”مجھے غصہ نہیں آسکتا۔ بہت ٹھنڈا دماغ رکھتا ہوں ویسے مار ڈالنا میرے لیے کوئی بڑی بات نہیں۔ فی الحال تم میری زبان کے چٹخارے کے لیے مفید ہو اس لیے زندہ رہو گے!“

”ان دونوں ڈاکوؤں کا کیا ہوا۔ ہاتھ لگے تمہارے......“ حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”ایک ملا ہے......دوسرا نہیں مل سکا......وہ کہتا ہے کہ اسکے باپ کے گولی لگی تھی...... اور محافظوں کی ایک ٹولی اس کے پیچھے ہے۔ وہ پیشہ ور ڈاکو نہیں......انھوں نے خاندانی جھگڑوں کی بناء پر تین قتل کیے تھے! پولیس ان کے پیچھے تھی!“

”میرا خیال ہے کہ تمہارے آدمی بھی جنگلوں کی خاصی کڑی نگرانی کر رہے ہیں۔!“ حمید بولا۔

”ہم پوری طرح تیار رہتے ہیں۔ ہر وقت......ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے......اب اپنے باس کی بے چارگی ملاحظہ کرو......تارجام کے چکر کاٹ رہا ہے! پروفیسر شا اور اس کے مینڈکوں کے پیچھے پڑ گیا ہے۔ بے چارہ سمجھتا ہے کہ وہ ہونق بھی میری ہی پارٹی سے تعلق رکھتا ہے!“

”تم اس حد تک واقف ہو میرے باس کی مصروفیات سے!“

ولی جاہ جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک سیاہ فام محافظ گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا......اور ولی جاہ سے جلد جلد کچھ کہنے لگا۔ اس کی زبان حمید کی سمجھ میں نہ آسکی۔

عالیہ اور ولی جاہ دونوں پہلے ہی کھانا چھوڑ کر اٹھ گئے تھے!

ولی جاہ نے حمید سے کہا۔ ”اگر تم نے یہاں سے ہلنے کی بھی کوشش کی تو تمہارے پرخچے اڑ جائیں گے......!“

پھر وہ سب بڑی تیزی سے وہاں سے چلے گئے تھے!

حمید دسترخوان پر تنہا رہ گیا......دسترخوان سے اٹھ بھی نہ سکا! وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں

اس کمرے میں بھی ڈائنامائٹ نہ موجود ہو......وہ خاموش بیٹھا رہا......!

تھوڑی دیر بعد ایک شکستہ حال آدمی کمرے میں داخل ہوا اور حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے قریب آ کر آہستہ سے بولا۔ ''وہ سب غوطہ خوری کے لباس میں تھے اور پانی میں گئے! تم محتاط رہنا......میں مقصود ہوں!''

اتنا کہہ کر وہ تیزی سے دوڑتا ہوا پھر باہر نکل گیا۔ حمید جہاں تھا وہیں بیٹھا رہ گیا۔ نہیں کس قسم کا کھیل شروع ہوا تھا......معلوم نہیں وہ کس قسم کی احتیاط کی تاکید کر گیا تھا۔ تھا بہرحال جلدی میں۔

اچھی بات ہے تو اس کے لیے احتیاط کا تقاضہ یہی ہوسکتا ہے کہ وہ ولی جاہ کی ہدایہ عمل کرے۔ جہاں بیٹھا ہے وہیں بیٹھا رہے۔

جب سے اس کمرے میں قدم رکھا تھا دوبارہ آسمان دیکھنا نصیب نہیں ہوا تھا۔ غار کے اندر ہی اندر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیا جاتا۔ کسی کمرے میں باورچی خانہ تھا تو میں کچھ لوگ مختلف قسم کے کام کرتے ہوئے نظر آتے اور یہ کاریگر سب کے سب مقامی تھے۔ حمید نے انہیں کبھی آپس میں گفتگو کرتے نہیں دیکھا تھا۔ مفلوک الحال اور ستم رسیدہ معلوم ہوتے تھے! ہوسکتا ہے غیر قانونی حرکتیں کر کے لڑکال جنگل میں پناہ لینے والے رہے ہوں۔ ولی جاہ نے ایسے لوگوں کا تذکرہ بھی کیا تھا لیکن یہ مقصود کہاں سے آ گیا......! اس کی شکستہ حالی اور بڑھے ہوئے شیو کی وجہ سے پہچان نہیں سکا تھا۔ ہوسکتا ہے میک اپ میں رہا ہو!

ایک گھنٹہ گزر جانے کے بعد پھر کئی قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور ولی جاہ فام آدمیوں کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔

''اُوہ......تم ابھی تک باورچی خانے میں نہیں گئے!'' اس نے حمید سے کہا۔

''تمہاری ہدایت کے مطابق میں یہاں سے ہلا بھی نہیں......!''

''باورچی خانے میں جاؤ......!'' ولی جاہ کا لہجہ تحکمانہ تھا۔

حمید نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا کیونکہ ابھی تک ولی جاہ اس سے دوستانہ میں گفتگو کرتا رہا تھا......!

''کیا تم نے نہیں سنا!''

''جا رہا ہوں......!'' حمید اسے گھورتا ہوا اٹھ گیا! لیکن آج یہ نئی بات تھی کہ سیاہ فام گارڈ اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ورنہ اس سے پہلے وہ تنہا ہی کئی کمروں سے گزرتا ہوا باورچی خانے پہنچتا تھا۔

باورچی خانے میں بھی وہ اس پر مسلط رہا۔ اب حمید کا ذہن مقصود میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ مقصود کی موجودگی کا مطلب تو یہی تھا کہ فریدی بھی یہاں موجود ہے! مقصود نے ولی جاہ کی تصویر دیکھی تھی! ہوسکتا ہے فریدی نے اسی بناء پر اسے ساتھ رکھا ہو......!

وہ اپنے کام میں لگا رہا۔ باورچیوں کو بھی شاید مسلح آدمی کی موجودگی پر حیرت تھی! لیکن وہ خاموشی سے کام کرتے رہے۔ باورچیوں سے نپٹنے کے بعد جیسے ہی حمید اپنے کمرے میں جانے کے لیے مڑا۔ محافظ نے مضبوطی سے اس کا بازو پکڑ لیا۔ حمید اسے تیکھی نظروں سے دیکھ کر رہ گیا تھا۔ فوراً خیال آیا کہ اسے محتاط رہنے کی ہدایت ملی ہے......!

محافظ اسے کھینچتا ہوا ایک طرف لے چلا......لیکن یہ راستہ اس کمرے کی طرف نہیں جاتا تھا......! حمید خاموشی سے چلتا رہا۔ کوئی دوسرا موقعہ ہوتا تو اس سیاہ فام آدمی کا ایک آدھ دانت ضرور ٹوٹا ہوتا۔

حمید کو زیادہ دیر تک نہیں چلنا پڑا تھا۔ وہ ایک ایسے کمرے میں جا پہنچا جو دوسرے کمروں سے بڑا تھا۔ یہاں ولی جاہ، عالیہ نریمان کے علاوہ چھ سیاہ فام آدمی بھی موجود تھے!

''آیئے......آیئے......شہزادے صاحب!'' ولی جاہ نے اسے دیکھ کر طنزیہ لہجے میں کہا!

''میں نہیں سمجھ سکتا کہ تم اچانک بدل کیوں گئے ہو!'' حمید نے ولی جاہ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

دفعتاً کمرے میں ایک آواز گونجی اور حمید چونک پڑا۔ یہ تو مقصود کی آواز تھی۔ وہی جملے تھے جو اس نے اس سے ولی جاہ کی عدم موجودگی میں کہے تھے!

''کیا خیال ہے؟'' ولی جاہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرایا۔

اور حمید کی نظر اُس ٹیپ ریکارڈر پر پڑی جس سے یہ آواز نکلی تھی غالباً یہ ٹیپ ریکارڈر اس سے قبل اسی کمرے میں کہیں پوشیدہ رہا تھا۔ جہاں مقصود سے ملاقات ہوئی تھی......!

حمید دم بخود رہا......!

''مقصود کون ہے؟'' ولی جاہ دہاڑا۔

''وہ کوئی بھی ہو لیکن مجھ پر اس کی ذمہ داری نہیں!''

ولی جاہ نے اسی سیاہ فام آدمی سے کچھ کہا جو حمید کو یہاں لایا تھا اور وہ اپنے سر کو جنبش دے کر وہاں سے چلا گیا!

''آج ایک موٹر بوٹ دکھائی دی تھی!'' ولی جاہ حمید کو کڑی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''جو اس جزیرے کا چکر کاٹ کر پھر واپس چلی گئی!''

''میں اس کے بارے میں کیا بتا سکتا ہوں!''

''ابھی تم سب کچھ اگل دو گے!'' عالیہ نریمان نے نفرت آمیز لہجے میں کہا۔

تھوڑی دیر بعد باورچیوں اور کاریگروں کی ایک فوج اندر داخل ہوئی اور ولی جاہ کڑک کر بولا۔ ''مقصود ان میں سے کون ہے؟''

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے اب کیا کرنا چاہیے! ان لوگوں میں وہ آدمی موجود تھا جس نے خود کو مقصود بتا کر حمید سے چند جملے کہے تھے لیکن حمید نے غور سے دیکھا تو محسوس کیا کہ وہ اپنی شکل سے بحیثیت مقصود نہیں پہچانا جا سکتا تھا لیکن آواز تو مقصود ہی کی تھی! غالباً وہ میک اپ میں تھا......!

''بتاؤ......!'' ولی جاہ دہاڑا۔

حمید نے مقصود کی آنکھوں میں بے چینی کے آثار محسوس کیے۔ ٹھیک اسی وقت تین آدمی غوطہ خوری کے سوٹ میں ملبوس اندر آئے اور ولی جاہ ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ان کے چہرے ڈھکے ہوئے تھے صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں...... ان میں سے ایک نے گیس ماسک چہرے سے ہٹا کر کہا۔

''کشتی پر جنگل کے محافظوں کی ایک ٹیم تھی! غالباً انھیں اس بوڑھے آدمی کی تلاش تھی جو اس کے ساتھ تھا......!'' اس نے مقصود کی طرف اشارہ کیا......!

''ان دونوں کو لے جا کر جھیل میں غرق کر دو......!'' ولی جاہ نے حمید کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ''اگر تمہارا باس میری بات مان لیتا تو میں تمہیں زندہ رہنے دیتا۔''

''تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ میرے باس نے تمہاری بات نہیں مانی......!''

''یہ آدمی...... مقصود اس کا ثبوت ہے!'' ولی جاہ نے مقصود کی طرف دیکھ کر کہا۔ اسے کچھ دیر تک گھورتا رہا پھر سوال کیا۔ ''تمہارا بوڑھا باپ کون بنا تھا؟''

''کرنل فریدی!'' مقصود نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''ہوں...... تو یہی بات تھی......!''

''بالکل یہی بات تھی......!'' مقصود بولا۔ ''اور اب تم مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ...!''

''اوہ...... لے جاؤ...... انھیں...... اور ڈبو دو......'' ولی جاہ غرایا۔

''ایک منٹ......!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''اس سے کیا فائدہ......اوہ مس نریمان تم کچھ نہیں بول رہیں۔ میں کہتا ہوں مجھے تو تم پال لو۔ زندگی بھر تمہارے پیچھے دُم ہلاتا پھروں گا...!''

''شٹ...... اَپ......!''

دفعتاً ایک سیاہ فام آدمی دوڑتا ہوا اندر آیا...... اور جلدی جلدی کچھ کہنے لگا......!

اس کے خاموش ہوتے ہی ولی جاہ ایک جانب جھپٹا تھا اور دیوار کے قریب کسی پوشیدہ میکنزم کو چھیڑا تھا۔

دیوار ایک جانب سرک گئی اور اس طرح ظاہر ہونے والے خانے سے ولی جاہ غوطہ خوری کے لباس نکال نکال کر فرش پر ڈالنے لگا۔

اچانک اُن غوطہ خوروں میں سے ایک پیچھے ہٹا جو کچھ دیر پہلے یہاں آئے تھے...... اور اس نے ریوالور نکال کر اپنا ماسک ہٹاتے ہوئے اونچی آواز میں کہا۔ ''ٹھہرو......!''

ولی جاہ چونک کر اسکی طرف مڑا اور جھلا کر بولا۔ ''روڈی کیا تیرا دماغ خراب ہو گیا ہے!''

''میں روڈی نہیں...... کیپٹن حمید کا باس ہوں!'' سناٹے میں پر ہیبت آواز گونجی......

ایک پل کے لیے ایسا معلوم ہوا جیسے ان میں سے کوئی بھی زندہ نہ ہو...... سناٹا...... گہرا سناٹا......صرف پلکیں جھپک رہی تھیں اور سانسیں چل رہی تھیں......!

''حمید......!'' دفعتاً فریدی بولا۔ ''ملکی لوگوں کو باہر نکال دو!''

''تم اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کرو گے!'' ولی جاہ نے ہاتھ اٹھائے ہوئے حمید کو گھور کر کہا۔ دونوں کی نظریں ملیں اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے اُسے اُس کا حکم ماننا ہی پڑے گا..!

''کرنل فریدی......!'' ولی جاہ گونجیلی آواز میں بولا۔ ''میری طرف دیکھو!''

فریدی نے زہریلی ہنسی کے ساتھ کہا۔ ''تمہاری یہ خواہش ضرور پوری کروں گا......!''

حمید نے دیکھا کہ دونوں پلکیں جھپکائے بغیر ایک دوسرے کو گھورے جا رہے ہیں پھر یک بیک ولی جاہ لڑکھڑاتا ہوا دیوار سے جا لگا تھا۔

اس کی سانسیں تیزی سے چل رہی تھیں اور چہرہ پسینے سے تر ہو گیا تھا......اتنے میں فریدی نے بائیں ہاتھ سے اپنے قریب کھڑے ہوئے غوطہ خور کی گردن پر گھونسہ رسید کر دیا وہ لڑکھڑاتا ہوا دور جا گرا شائد اس نے فریدی کے ریوالور پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی تھی!

''خاموشی سے تم لوگ خود کو گرفتاری کیلئے پیش کر دو!'' فریدی نے انہیں مخاطب کیا۔

''اور میں تم سے کہتا ہوں کہ ریوالور زمین پر ڈال دو۔'' ولی جاہ کی آواز سنائی دی

''میرا ہاتھ اس بٹن پر ہے جس کے دباتے ہی ہم سب فنا ہو جائیں گے......!''

''نہیں نہیں ایسا نہ کرنا'' یہ عالیہ نریمان کی آواز تھی۔ حمید چونک پڑا۔ وہ تو اس وجود ہی کو فراموش کر بیٹھا تھا اس نے عالیہ کی طرف دیکھا اور کوئی عجیب سی بات محسوس کی اور پھر وہ عجیب سی بات اس کی سمجھ میں آ گئی! جب وہ یہاں آیا تھا تو عالیہ کے چہرے پر تاریک شیشوں والی عینک نہیں تھی......!

''نہیں! میں سب کچھ تباہ کر دوں گا......!''

''نہیں نہیں......!'' عالیہ گھگھیائی۔ ''میں ان لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کروں گی۔ یہ لوگ دشمن نہیں ہیں۔ اصل دشمن اسٹیفن بروس تھا جسے ان لوگوں نے نکل جانے دیا......!''

''بیکار ہے!'' ولی جاہ بولا۔ ''یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آئے گی!''

''مجھے کوشش کرنی چاہئے!''

حمید نے محسوس کیا کہ فریدی نے صرف ایک ہی بار عالیہ کی طرف دیکھا تھا پھر ولی جاہ کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''تم خاموش رہو!'' ولیجاہ نے جھلائے ہوئے لہجے میں عالیہ نریمان سے کہا تھا۔

''اوہ......ٹھہرو......'' فریدی بولا۔ ''تو کیا سمجھوتے کی بھی کوئی صورت ہے؟ ضرور سنوں گا......!''

''ہم تمہارے ملک کے مفاد کے خلاف کچھ نہیں کر رہے!'' عالیہ نے کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اس پر کس طرح یقین کر لیا جائے۔''

''عالیہ......فضول باتیں ختم کرو......!'' ولی جاہ چیخا۔ ''جزیرے کو پولیس نے گھیر لیا ہو گا......میں بٹن دبانے جا رہا ہوں......!''

پھر دفعتاً وہ چیخ مار کر نیچے گر گیا۔ فریدی کے ریوالور سے ہلکی سی ''ٹرچ'' کی آواز نکلی تھی......!

ولی جاہ کی چیخ کے ساتھ ہی ایک دھماکہ بھی ہوا۔ اور کمرے میں گہرا دھواں پھیل گیا۔

وہ سب چیخنے لگے......حمید کا سر چکرایا تھا اور اس نے محسوس کیا تھا کہ لوگ ایک دوسرے پر دھڑام دھڑام گر رہے ہیں! اس سے بھی کوئی ٹکرایا تھا اور اسے ساتھ لیتا ہوا فرش پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ پھر ہوش و حواس کھونے سے قبل ہی اُسے یقین ہو گیا تھا کہ یہ دھماکہ اس کی زندگی کا آخری ہی دھماکہ ہو سکتا تھا......!

دوسری بار آنکھ کھلی تو کاربائیڈ کے چراغوں کے بجائے بجلی کے گلوب نظر آئے......اور بستر نرم و گرم محسوس ہوا اور ایک بڑا خوبصورت چہرہ اس پر جھکا ہوا تھا......!

''مم......میں......!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''میں جنت میں ہوں یا جہنم میں..!''

''آپ قومی زنانہ ہسپتال میں ہیں جناب!'' خوبصورت چہرے سے جواب ملا......!

حمید نے پھر آنکھیں بند کر لیں......!

مرنے کے بعد اعمال کی جزا یا سزا سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اُس نے سوچا......لیکن قومی زنانہ ہسپتال......کیا بات ہوئی......اس نے پھر آنکھیں کھول دیں......

اس بار دو خوبصورت چہرے اس پر جھکے ہوئے تھے!

''میں زنانہ ہسپتال میں کیوں ہوں!'' اس نے آہستہ سے پوچھا۔

''ہوش میں ہیں......!'' ایک نے دوسری سے کہا۔

''میری بات کا جواب دو......!'' حمید نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''آپ لیٹے رہئے جناب......قریب ترین میڈیکل ایڈ سینٹر ہونے کی بناء پر آپ یہاں ہیں ورنہ اور کوئی خاص بات نہیں......!'' نرس نے جواب دیا اور اس تختی کی طرف دیکھنے لگی

جس پر تحریر تھا۔ ''زچہ خانے میں زیادہ دیر ٹھہرنے سے اجتناب کیجئے......''

حمید نے بھی تختی کی طرف دیکھا تھا اور بھنا کر اٹھ بیٹھا تھا۔

''قریب ترین میڈیکل ایڈسینٹر میں...... یہی جگہ رہ گئی تھی میرے لیے!'' وہ اپنا او
ہونٹ بھینچ کر بولا۔

''کہیں کوئی بیڈ خالی نہیں تھا جناب!''

''میں اطلاع دے دوں......!'' ایک نرس کہتی ہوئی باہر چلی گئی اور دوسری نے گ
میں کوئی مشروب حمید کو پیش کیا۔

''ارگٹ مکسچر......!'' حمید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''ارے نہیں جناب!'' وہ کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولی۔

اتنے میں کرنل فریدی کمرے میں داخل ہوا...... حمید نے اُسے گھور کر دیکھا۔ وہ حسب
معمول مطمئن اور پرسکون نظر آرہا تھا......!

''تم جاسکتی ہو......!'' فریدی نے نرس کی طرف دیکھے بغیر کہا اور وہ باہر چلی گئی۔

''کیا اس وقت ہم عالم بالا کے کسی زچہ خانے میں پائے جاتے ہیں!'' حمید نے برا
منہ بنا کر پوچھا۔

''بھئی تارجام میں قریب ترین ہسپتال یہی تھا۔''

''کتنے مرے......؟'' حالانکہ آپ نے فائر کرنے میں پُھرتی دکھائی تھی لیکن پھر
اس نے بٹن دبا ہی دیا تھا......!

''کیسا بٹن...... وہاں تو کچھ بھی نہیں تھا...... اُس نے خواہ مخواہ دھمکی دی تھی......!''

''تو پھر وہ دھماکہ......؟''

''گیس کا چھوٹا سا دستی بم تھا...... جو غالباً اس کی سیکریٹری نے استعمال کیا تھا۔ میں
دھواں دیکھتے ہی چہرے پر ماسک چڑھا لیا تھا۔ اور بقیہ لوگ بے ہوش ہو گئے تھے۔ وہ نکل
گئی...... اور وہ دونوں بھی جو غوطہ خوری کے لباس میں تھے......!''

''کیا ولی جاہ مر گیا؟''

''زندہ ہے...... میں نے اس کے پیر پر فائر کیا تھا۔ اس وقت تک آپریشن کر کے گو

نکال لی گئی ہو گی......!''

''لیکن اگر عالیہ نریمان نکل گئی تو میں قاسم کو کیا منہ دکھاؤں گا!''

''قاسم......!'' فریدی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''وہ اب ساری دنیا کو تباہ کر دینا
چاہتا ہے!''

''کیوں......؟''

''بقول اس کے عاصم صاحب نے اس کی دنیا تباہ کر رکھی ہے۔ مجھ سے کہہ رہا تھا کہ
اگر اب ولی جاہ مل گیا تو میں اپنے باپ کی 'تباہی کا خواب' دیکھوں گا۔ چاہے پچاس ہزار ہی
کیوں نہ دینے پڑیں۔ اچھا اٹھو یہاں سے...... اگر کوئی ڈلیوری کیس آگیا تو تمہیں پریشانی ہو
گی......!''

ہسپتال کی کمپاؤنڈ میں لنکن موجود تھی! وہ دونوں اگلی سیٹ پر آبیٹھے اور دفعتاً حمید پر ہنسی کا
دورہ پڑ گیا! فریدی اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔

''کیا دماغ خراب ہو گیا ہے۔''

''ارے صاحب......!'' حمید پیٹ دبائے ہوئے کراہا۔ ''اس بار تو آپ نے کمال ہی
کر دیا۔ وہ جنگ لڑی ہے آپ نے کہ عورتوں کے علاوہ اور کسی کے بس کا روگ نہیں......!''

''کیا بکواس ہے؟''

''آنکھوں کی جنگ......!'' حمید نے کہہ کر پھر قہقہہ لگایا اور بولا۔ ''میں دیکھ رہا ہوں کہ
آپ دوسروں کی للکار پر بہت زیادہ سینہ سپر ہونے لگے ہیں......! اس نے آنکھیں لڑانے کے
لیے للکارا اور آپ ڈٹ گئے......!''

''اوہ......!'' فریدی بھی ہنس پڑا...... ''وہ مجھے اپنی قوت ارادی کے تحت لانا چاہتا تھا
میں نے کہا یہ بھی سہی......!''

''حضور مجھے ڈر ہے کہیں اب آپ کے کارناموں کی پیروڈیاں نہ لکھی جانے لگیں!
ویسے مجھے یقین ہے کہ آپ آنکھوں کی جنگ کے بھی ماہر ہیں۔ میں نے ولی جاہ کو لڑکھڑا کر
پیچھے ہٹتے دیکھا تھا۔ لیکن افسوس وہ نکل گئی۔ لیکن کیسے گئی۔ اس جزیرے سے نکل جانے کا
سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیا باہر سے وہ جگہ گھیرے میں نہیں تھی......!''

"حمید صاحب...... میں بالکل تنہا تھا......" فریدی نے کہا اور ولی جاہ کی دھمکی کا تذ
کرتا ہوا بولا۔ "میں اتنا بڑا خطرہ نہیں مول لے سکتا تھا یقین کرو کہ اگر پہلے سے اسے وہاں
میری موجودگی کا علم ہو جاتا تو وہ تمہیں زندہ نہ چھوڑتا......" فریدی نے کہا اور انجن اسٹارٹ
دیا۔ گاڑی ہسپتال کی کمپاؤنڈ سے نکل کر ایک طرف روانہ ہو گئی اور فریدی پھر بولا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ انھیں دونوں غوطہ خوروں کے ساتھ جھیل میں اتر گئی ہو گی......!"

"ولی جاہ نے مجھے بتایا تھا کہ وہ پانی میں شہر تعمیر کر رہے ہیں!"

"بکواس ہے۔ کتنی دیر وہ پانی میں رہ سکیں گے...... اس وقت پوری جھیل پر ہمار
موٹر بوٹ چکراتے پھر رہے ہوں گے......!"

"یہ غالباً پچھلی ہی رات کا واقعہ ہے اور اس وقت دس بجے ہیں!"

"اوہ ختم کرو۔ ولی جاہ ہمارے قبضے میں ہے وہ اگر نکل بھی گئی تو کیا ہے!"

"اوہ...... میرے خدا......!" دفعتاً حمید چونک کر بولا۔ "وہ منحوس نقلی پستول، کیا آپ
اب بھی اس کے بارے میں نہ بتائیں گے۔"

"مجھے موقع کب مل سکا تھا کہ تمہیں اس کے بارے میں بتاتا۔ وہ پستول نہیں کیم
ہے۔ آٹھ ملی میٹر کا مووی کیمرہ۔ اس میں ایک عدد ایکسپوزڈ ریل بھی موجود تھی اور حمید
صاحب وہی ریل تم تک پہنچنے کا ذریعہ بنی ورنہ میرے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکتا کہ وہ لوگ
تمہیں کہاں لے گئے ہیں۔" پھر وہ اسے بروس کی کہانی سنانے لگا۔ خاموش ہوا تو حمید بولا۔

"کیا وہ ولی جاہ ہی کے آدمی تھے جنھوں نے ہاف مون میں اسٹیفن کو گھیرنا چاہا تھا......!"

"نہیں سب اپنے ہی آدمی تھے۔ جب انھوں نے دیکھا کہ وہ مدہوش عورت کو گاڑ
تک پہنچا کر واپس آ گیا ہے تو انھوں نے اسے یونہی خواہ مخواہ غصے میں گھورنا شروع کر دیا۔
اسٹیفن سمجھا شائد وہ خطرے میں ہے لہٰذا بہت زیادہ بدحواس نظر آنے لگا۔ مجھے اس کی اطلا
فون پر ملی اور میں نے اصل اسکیم سے ہٹ کر موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دوسرا ڈرامہ
ڈالا۔ اصل اسکیم تو زبردستی اس کا اغواء تھی! اور اس کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ اس
پوچھ گچھ کرنے کے لیے مجھے اُوپر سے اجازت لینی پڑتی لیکن تمہاری وجہ سے میرے پاس ا
کا وقت نہیں تھا......!"

"ولی جاہ کہہ رہا تھا کہ اسٹیفن بروس کو اچانک انڈونیشیا بھیج دیا گیا! اور اسی سے اس
نے اندازہ لگایا تھا کہ آپ اصل حالات سے واقف ہو چکے ہیں......!"

"ہاں یہ ٹھیک ہے! اس نے اسی وعدہ پر مجھے سب کچھ بتایا تھا کہ میں اسے خاموشی سے
نکل جانے دوں گا۔ اُسے ایک سیکرٹ ایجنٹ کی حیثیت سے بدنام کر کے اس کے ملک کو
واپس نہ کیا جائے گا......!"

حمید کچھ دیر خاموش رہا پھر چونک کر بولا۔ "یہ تو بتائیے...... کہ آپ اور مقصود ڈاکوؤں
کے بھیس میں جنگلوں میں آ گھسے تھے پھر ولی جاہ کو کیونکر اطلاعات ملتی رہی تھیں کہ آپ شہر سے
باہر نہیں نکلے کبھی سنگ سنگ بار میں دیکھے گئے اور کبھی کہیں اور......!"

"ڈاکوؤں کے روپ میں ادھر جانے کے لیے ضروری تھا کہ شہر میں ایسا آدمی چھوڑا
جائے جو میرا رول ادا کر سکے۔ لہٰذا بلیک فورس کا ایک ممبر میری پراکسی کرتا رہا تھا۔ بہرحال
مقصود ولی جاہ کے آدمیوں کے ہاتھ لگا۔ میں بھی اسی طرح اس کے آدمیوں کے ہاتھ لگ سکتا
تھا لیکن جنگلوں کے محافظ ہمیشہ آڑے آتے رہے۔ مجھے ان سے بچنا تھا اور ولی جاہ کے
آدمیوں تک پہنچنا تھا! بہرحال اس ہنگامے کی بناء پر مزید محافظ دوسری جگہوں سے طلب کئے
گئے اور میرے آدمیوں کو اس کا موقع مل سکا کہ وہ بھی انھیں محافظوں میں شامل ہو کر جنگلوں
میں داخل ہو جائیں۔ بہرحال مجھے شبہ تھا کہ جھیل کے درمیان خشکی کا جو حصہ ہے وہی ان
لوگوں کی پناہ گاہ ہو سکتی ہے لہٰذا میرے آدمیوں نے اندازہ کرنے کے لیے محافظوں کے روپ
میں خشکی کے اس حصے کا ایک چکر لگایا انھوں نے اس حصے تک پہنچنے سے پہلے ہی دوربینوں
کے ذریعے دیکھا تھا کہ کچھ لوگ پانی میں کود رہے ہیں! تمہارے بیان کے مطابق ولی جاہ کے
لیے ان سب حرکتوں کا مقصد محض ان ڈاکوؤں کی تلاش تھا میں بھی اسے یہی باور کرانا چاہتا
تھا۔ مختصراً یہ کہ شام تک اتفاق سے میں اس جگہ جا پہنچا جہاں ولی جاہ کے کچھ غوطہ خور موجود
تھے! ان میں سے ایک میرے ہاتھ لگا اور میں نے اسے بے بس کر کے اس کا غوطہ خوری والا
لباس حاصل کر لیا۔ وہ جدوجہد کے دوران ہی میں مر گیا تھا اس لیے اس کی جگہ لینے میں اور
بھی آسانی ہوئی!"

"اتنی جلدی میں آپ نے اس کا میک اپ کر لیا تھا......!"

''قطعی نہیں! ضرورت ہی کیا تھی۔ چہرے تو ان دونوں کے بھی نقاب ہی میں چھپے ہو
تھے۔ وہ غالباً اسی کشتی کے بارے میں چھان بین کرنے اس کنارے تک آئے تھے!''
''لیکن سنئے تو سہی۔ اس نے تو کوئی نام لے کر آپ کو مخاطب کیا تھا جب آپ
ماسک ہٹایا تھا چہرے سے......!''
''اور اسی بات سے میں نے اندازہ لگایا کہ وہ اپنے آدمیوں کو ان کے لباس پر پڑ
ہوئے نمبروں سے پہچانتا ہے۔ ان کے چہرے سے نہیں۔ اس کا یہ مطلب ہوا کہ بے شمار
اس کیلئے کام کر رہے ہیں۔ ان کے نمبروں کے توسط سے صرف ان کے نام یاد ہیں!''
''خیر...... چھوڑیئے! مجھے الجھن ہو رہی ہے۔ لیکن یہ ضرور پوچھوں گا کہ یہ لوگ یہا
کیا کر رہے تھے؟''
''اسٹیفن بروس کی فراہم کردہ اطلاع کے مطابق جیر اللہ شاستری نے اس کے ملک سے
ریڈیم کا ایک بہت بڑا ذخیرہ غائب کر دیا تھا۔ یہ ذخیرہ اس وقت بھی اس کی زیر زمین دنیا میں
موجود تھا جب وہ تباہ ہوئی تھی۔ بروس کا کہنا تھا کہ چونکہ وہاں ریڈیم کی تابکاری کے آثار نہیں
ملے لہٰذا خیال کیا جاتا ہے کہ وہ ذخیرہ اب بھی پانی میں کہیں محفوظ ہے! بروس بھی اس کی تلاش
میں تھا کہ اسے ولی جاہ کی موجودگی کا علم ہوا۔ لیکن میرے نظریئے کے مطابق ولی جاہ کی پارٹی
بہت پہلے سے نہ صرف اس کے چکر میں تھی بلکہ اسٹیفن بروس کی بھی نگرانی کرتی رہی
تھی......!''
''جہنم میں جائے!'' حمید بڑبڑایا۔ ''ریڈیم...... ریڈیم سب بکواس ہے۔ ان سبھوں کا
دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مجھے نیند آ رہی ہے......!'' پھر وہ سچ مچ اونگھنے لگا تھا اور آہستہ آہستہ
اس پر گہری نیند مسلط ہو گئی!
شہر پہنچ کر فریدی نے اسے جگایا۔ ان کی گاڑی آرلکچنو کی کمپاؤنڈ میں رکی تھی! دو
انھوں نے دوپہر کا کھانا کھایا اور پھر چل پڑے۔
''اب کہاں جا رہے ہیں......!''
''ولی جاہ سے نہیں ملو گے...... وہ پولیس ہاسپٹل میں ہے!''
''اس منحوس سے مل کر کیا کروں گا۔ عالیہ نریمان تو نکل ہی گئی!'' حمید بولا۔

ولی جاہ کا آپریشن ہو چکا تھا اور وہ ہوش میں تھا۔ البتہ اس کے چہرے پر کرب کے
آثار تھے جو فریدی کو دیکھ کر اور زیادہ گہرے ہو گئے۔
فریدی اسے خاموشی سے گھورتا رہا پھر بولا۔ ''کیا تم نے ریڈیم کے ذخیرے کا پتہ لگا لیا
ہے......!''
''ریڈیم کا ذخیرہ...... کیسا ریڈیم کا ذخیرہ!'' ولی جاہ کی آنکھوں میں کرب کے ساتھ ہی
حیرت کے آثار بھی نظر آئے۔ پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''خدا کے لیے مجھے اس کی
موت کی خبر نہ سنانا۔''
''کس کی موت کی خبر......؟''
''عالیہ نریمان کی......!''
''ارے...وہ...! اُس نے گیس کا دستی بم استعمال کیا تھا اور بڑی صفائی سے نکل گئی تھی۔''
''مجھے تمہارے رحم وکرم پر چھوڑ کر......!'' ولی جاہ متحیرانہ انداز میں چیخا۔
''فضول باتیں ختم کرو۔ ریڈیم کے ذخیرے کی بات کرو۔ جسے جھیل میں تلاش کر رہے
تھے!''
''میں کسی ریڈیم کے ذخیرے کے متعلق کچھ بھی نہیں جانتا۔ وہ تو پانی میں ایک شہر تعمیر
کرا رہی تھی! لیکن وہ بے وفا نکلی۔ میں اس کا ایک ادنیٰ غلام بن کر رہ گیا تھا۔ اوہ
اولیویا......تم مجھے اس طرح چھوڑ گئیں......!''
''اولیویا......لیکن اس کا نام تو عالیہ تھا!''
''نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ اس کا نام اولیویا نارمن تھا وہ جرمن تھی میں ایرانی ہوں۔ میری
محبت میں اس نے اپنا نام اولیویا نارمن تھا وہ جرمن تھی میں ایرانی ہوں۔ میری محبت میں اس
نے اپنا نام اولیویا نارمن سے بدل کر عالیہ نریمان رکھ لیا تھا......'' پھر ولی جاہ نے ایک متحیر کن
کہانی شروع کی۔ وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہا تھا۔ ''بظاہر وہ میری سیکریٹری کا رول ادا
کرتی تھی۔ لیکن حقیقتاً میری مالکہ تھی۔ اتنی ذہین اور چالاک عورت شائد روئے زمین پر دوسری
نہ مل سکے! تم کیا سمجھتے ہو کہ تم اتفاقاً ہم لوگوں کے پیچھے لگے تھے ہرگز نہیں! وہ خود ہی چاہتی
تھی کہ تمہیں اپنی طرف متوجہ کرے۔ وہ اُولیویا نارمن ہے دنیا کی چالاک ترین عورت...... کیا

اس سے ایسی حماقت سرزد ہو سکتی تھی کہ کوئی ایسا مووی کیمرہ جس میں ہمارا راز پوشیدہ ہو، معمولی ٹیکسی ڈرائیور کے سپرد کر دیتی۔ مقصد یہی تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور کسی موقع پر اسے استعمال کرنا چاہے اور کیپٹن حمید اس سے وہ پستول نما کیمرہ چھین لے۔ اس طرح اس نے ایک ہی چال میں دو بساطیں الٹیں۔ اسٹیفن بروس کو تمہاری نظروں میں لائی اور تمہیں اپنے پیچھے بھی لگایا لیکن یہ سب کچھ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ اسٹیفن بروس کو تو وہ اپنے راستے سے ہٹانا چاہتی تھی لیکن آخر تمہیں کیوں اپنی طرف متوجہ کیا؟ وہ کہتی تھی کہ تم اس کے بہت پرانے شناسا ہو!

وہ خاموش ہو گیا اور فریدی کے چہرے پر حمید نے عجیب سے کیفیتیں دیکھیں۔ بالکل ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی بھیڑیئے نے آس پاس شکار کی بو سونگھ پائی ہو۔ آخر کار ولی جاہ کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا غرّایا۔ ''کیا تم اسے بہت چاہتے ہو!''

''بہت زیادہ لیکن ہمیشہ یہ دھڑکا لگا رہا ہے کہ وہ کہیں نہ کہیں ضرور میری گردن کٹوادے گی۔ سو دیکھ لو۔ خود نکل گئی اور میں تمہارے رحم و کرم پر پڑا ہوا ہوں!''

''کیا تمہارے پاس اُس کی کوئی تصویر ہے؟''

''تھی۔ میری جیکٹ کی جیب میں۔ ہسپتال والوں نے مجھے میری جیکٹ واپس نہیں کی۔ اس کی تصویر ہر وقت میرے پاس رہتی ہے۔ اس کی موجودگی میں بھی اور عدم موجودگی میں بھی......!''

فریدی نے وہیں جیکٹ طلب کرائی! ولی جاہ کا بیان غلط نہیں تھا۔ ایک جیب سے عالیہ زریمان کی تصویر برآمد ہوئی اور فریدی بے ساختہ چونک کر بولا۔ ''بیشک'' پھر حمید نے اسے دروازے کی طرف دوڑتے دیکھا۔ حمید بھی لپکا تھا۔ لیکن جتنی دیر میں برآمدے تک پہنچتا لنکن اسٹارٹ بھی ہوئی اور تیزی سے احاطہ کے باہر بھی نکل گئی۔

''میں بہت تھک گیا ہوں!'' حمید برا سا منہ بنا کر بڑبڑایا۔ ''متحیر رہ جانے کی بھی سکت نہیں رہی مجھ میں۔''

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 104

مہلک شناسائی

(دوسرا حصہ)

پیش رس

آج میں خدا کو حاضر ناظر جان کر آپ کو یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ میں نے ہابیل قابیل والی ٹریجڈی سے پہلے کوئی کوئی جاسوسی ناول نہیں لکھا تھا لیکن کوا بیچارہ آج تک پشیمان ہے اس نے حضرت آدم کو مٹی کھود کر دفن کر دینے کا فن کیوں سکھایا۔ کوے کا خیال ہے کہ اُس کی اس غلطی کی بناء پر آج اولاد آدم، آدمی ہی کو زندہ دفن کر دینے کے فن میں طاق ہوگئی ہے۔

• اوپر کی عبارت کا مفہوم مع سیاق و سباق سلیس اردو میں لکھئے اور اردو ادب کے ان چودھریوں کو روانہ کر دیجئے جو یہ فرماتے ہیں کہ جرائم کی تعداد میں اضافہ ہونے کا سبب جاسوسی لٹریچر ہے۔ یقین کیجئے کہ وہ آپ کے اس حل شدہ پرچہ امتحان کی رسید تک نہ دیں گے۔ کیونکہ پرچہ ان کا اپنا سیٹ کیا ہوا نہیں ہے یا ہوسکتا ہے وہ آپ کو لکھ بھیجیں کہ ہابیل اور قابیل والی ٹریجڈی غلط فہمی کی بناء پر ہوئی تھی۔ وہ دونوں سمجھے تھے کہ اب کوئی دوسری عورت پیدا ہی نہ ہوگی۔

لیکن وہ کبھی اس کا اعتراف نہ کریں گے کہ سارے ہی جرائم کسی نہ کسی غلط فہمی کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔

مستقبل سے مایوسی غلط فہمی ہی کی پیداوار ہے اور یہی آدمی کو جرائم کی طرف لے جاتی ہے۔

مستقبل سے مایوس ہو کر یا تو آدمی جرائم کرتا ہے یا پھر کسی ایسے کرنل فریدی کی تلاش میں ذہنی سفر کرتا ہے جو قانون اور انصاف کیلئے بڑے سے بڑے چہرے پر مکا رسید کر سکے۔

اور یہی تلاش ہیرو ازم کی کہانیوں کو جنم دیتی ہے۔ خیر چھوڑیئے......! یہ سب بھی ان باتوں کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہیں لیکن اس موضوع پر اظہار خیال کے لئے یہ ارزاں ترین نسخہ ہے کہ لٹریچر نشانہ ملامت بنایا جائے۔

بات ہونی چاہئے تھی "مہلک شناسائی" کی۔ لہٰذا اب ادھر آیئے ...... فریدی کی کہانیوں میں آپ اسے منفرد پائیں گے۔ یہ کہانی لکھتے وقت مجھے بے شمار مشورے موصول ہوئے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان پر عمل کروں۔

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ابن صفی

۲۷/۱۱/۱۹۶۸

علامتی شاعری

بات ملٹری انٹیلی جنس تک جا پہنچی تھی اور ان دونوں کو ہیڈ کوارٹر میں طلب کر لیا گیا تھا۔

آج کرنل قادری کے سامنے پیشی تھی۔ کرنل فریدی نے بجھے ہوئے سگار کو ڈسٹ بن میں ڈالتے ہوئے کیپٹن حمید سے کہا۔ "تم اپنی زبان بند رکھو گے۔"

"جنرل صاحب اتنے خوبصورت ہرگز نہ ہوں گے کہ مجھے اپنی زبان کھولنے کی ضرورت پیش آئے۔"

"سنجیدگی سے سنو! تم اپنے بیان میں اتنے ہی حالات تک محدود رہو گے جن سے دوچار ہوئے تھے۔"

"ظاہر ہے...... بال بچے دار تو ہوں نہیں کہ جنرل قادری کو منے میاں کے آشوب چشم کے تشویش ناک حالات سنانے بیٹھ جاؤں۔"

"اور اس سے کسی بات پر الجھنا مت۔"

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"اس کی کسی بات کی تردید نہ کرنا...... جہاں اس کی نوبت آئے تم اس بات کو مجھ پر چھوڑ سکتے ہو۔"

"مثلاً اگر وہ مجھے گدھا کہے تو میں آپ کی طرف دیکھنے لگوں۔"

فریدی اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ "پچھلے مہینے کی بات ہے اس کا ایک ماتحت

دوران گفتگو میں کسی طرح آلو کے ذکر کا گنہگار ہوگیا تھا۔ قادری نے پوچھا تم نے آلو کا
درخت دیکھا ہے۔ اس نے کہا جناب عالی درخت نہیں پودا...... اس نے کہا درخت اور
پودے کا فرق سمجھاؤ وہ ہکلایا اور قادری نے بھرپور مکا اس کے منہ پر رسید کردیا۔ تین دانت
ٹوٹ گئے تھے اس کے۔''

''کیا وہ میرے ساتھ بھی اس قسم کا برتاؤ کرسکتا ہے۔''

''کریک ہے۔''

''لیکن یہ بات ملٹری انٹیلی جنس تک کیسے آپہنچی۔''

''مجھے رپورٹ دینی تھی...... وے دی۔ کیس ادھر ریفر کرنے میں میرے مشورے کو دخل نہیں۔ جیرالڈ شاستری والا کیس بھی ادھر سے متعلق تھا لہٰذا یہ معاملہ بھی ادھر ہی آیا۔''

''اوہ...... وہ دیکھئے...... وہ کرنل ادھر ہی آرہا ہے...... شائد جنرل قادری کا اسسٹنٹ ہے۔'' حمید نے بجھا ہوا پائپ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''کرنل فریدی پلیز......!'' آنے والے نے اُن کے قریب پہنچ کر کہا۔

''یس...... تھینک یو......!'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

اور پھر وہ قادری کے روم میں آئے۔ حمید نے اس پر تفصیلی نظر ڈالی تھی۔ وہ ایک بڑی میز کے پیچھے بیٹھا انہیں گھورے جارہا تھا۔ بدنمائی کی حد تک لحیم شحیم آدمی تھا۔ موٹی گردن پر شفاف کھوپڑی والا چہرہ۔ عجیب بھی تھا اور ڈراؤنا بھی...... حمید نے سوچا کہ اس کے ماتحت اس کا سامنا کرنے سے کتراتے ہوں گے۔ ٹھوڑی کی بناوٹ اذیت پسند طبیعت کی غماز تھی۔ آنکھیں چھوٹی اور چمکیلی تھیں۔

حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر وہ غرایا۔ ''تم کرنل فریدی ہو۔''

''یس سر......!'' حمید نے ایڑیاں بجائیں۔

فریدی دم بخود رہ گیا۔

''بیٹھ جاؤ...... وردی میں کیوں نہیں آئے؟''

حمید اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''آنریری کرنل ہوں جناب۔''

فریدی کھنکارا لیکن حمید کی کھوپڑی پر جیسے برف جم گئی تھی۔

''مجھے علم ہے۔'' جنرل قادری کا لہجہ حقارت آمیز تھا۔

حمید تنا بیٹھا رہا۔ فریدی اس سے چند قدم پیچھے خاموش کھڑا تھا اور جنرل قادری نے اس کی طرف توجہ تک نہیں دی تھی۔

''تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اُس جھیل میں ریڈیم کا ذخیرہ موجود ہے؟'' جنرل قادری نے میز پر گھونسہ مار کر پوچھا۔

''وہ پستول نما کیمرہ...... اور...... وہ ریل......!''

''اور وہ آدمی...... اسٹیفن بروس......!'' جنرل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''جی ہاں...... وہ بھی۔'' حمید مردہ سی آواز میں بولا۔

''وہ کہاں ہے؟''

''انڈونیشیا...... چلا گیا......!''

''اس کے نکل جانے سے پہلے یہ معاملہ کیوں نہیں ریفر کیا گیا۔''

''اس کا جواب ہمارے ڈی آئی جی صاحب ہی دے سکیں گے۔''

''اتنی عقل میں بھی رکھتا ہوں۔'' جنرل نے پھر میز پر گھونسہ رسید کیا۔

''تت...... تو پھر آپ ان سے پوچھئے۔'' حمید نے بوکھلائے ہوئے انداز میں فریدی کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ کون ہیں؟'' جنرل نے فریدی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ پھر یک بیک نہ صرف کرسی چھوڑ کر اٹھ گیا بلکہ اٹھتے اٹھتے میز پر ایک اور گھونسہ بھی رسید کردیا۔

''اوہ...... اٹ از تھنگ جنرل......!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میرا اسسٹنٹ آپ کی شخصیت سے بہت زیادہ مرعوب ہوگیا ہے۔''

جنرل نے پھر حمید کو گھور کر دیکھا...... اور حمید بڑی پھرتی سے اٹھا اور فریدی کے قریب جا کھڑا ہوا۔

یہاں صرف ایک کرسی تھی۔ فریدی آگے بڑھا اور جنرل سے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھا دیا۔

جنرل نے مصافحہ تو کیا لیکن حمید کو بدستور گھورتا رہا۔ لیکن پھر شائد اپنے ہاتھ پر فریدی کی گرفت ہی محسوس کر کے اُسے دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا۔

"اس نے غالباً سن رکھا تھا کہ آپ اپنی کسی بات کی تردید سننا پسند نہیں کرتے۔"

فریدی پرسکون لہجے میں بولا۔

"بکواس ہے...... بیٹھ جاؤ۔" اس نے کہا اور خود بھی ایک جھٹکے کے ساتھ بیٹھ گیا۔

حمید "اٹین شین" ہوگیا تھا۔

"تمہاری موجودگی غیر ضروری ہے۔" جنرل حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

حمید سیلوٹ کر کے ایڑیوں پر گھوما اور نکاسی کے دروازے کی طرف مارچ کر گیا۔

باہر نکل کر اس نے دو تین لمبی لمبی سانسیں لی تھیں اور پھر اسی کمرے میں واپس آیا تھا جہاں کچھ دیر پہلے وہ دونوں بیٹھے رہے تھے۔

اس نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے سوچا۔ عجیب وحشی آدمی معلوم ہوتا تھا۔ کسی زمانے میں وہ خود بھی فوجی زندگی بسر کر چکا تھا لیکن کبھی ایسے خونخوار آفیسر سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ آدمی کیا تھا بپھرا ہوا گوریلا تھا۔ لیکن اُس نے فریدی کے رویئے میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں محسوس کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی اداکار کی فنی صلاحیتوں کا جائزہ لینے کے لئے وہاں گیا ہو۔

حمید پائپ سلگا رہا تھا کہ وہی کرنل پھر کمرے میں داخل ہوا جو انہیں جنرل کے آفس میں لے گیا تھا۔

حمید نے عہدے کے لحاظ سے احتراماً اپنا پائپ چھپانا چاہا۔

"اوہ...... نو نو...... ڈیئر...... کیری آن اسموکنگ......!" کرنل ہنس کر بولا۔

"میرا نام اے ایچ عشقی ہے۔"

اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

"میں ساجد حمید ہوں جناب۔" حمید نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

"آئی نو...... آئی نو...... تعریف سن چکا ہوں تمہاری...... بہت زندہ دل آدمی ہو ادبی ذوق بھی رکھتے ہو۔"

حمید کی جان نکل گئی آخری جملے پر...... نام ہی سے شاعر معلوم ہوئے تھے یہ حضرت۔ اب کیا ہوگا؟

"تم پائپ پی سکتے ہو کیپٹن حمید۔" کرنل صاحب اس کا شانہ تھپک کر بولے۔

"بہت بہت شکریہ جناب۔"

"بیٹھو...... بیٹھو میں جانتا تھا کہ جنرل قادری تمہیں رخصت کر دیں گے۔ وہ ایک ت میں اپنے قریب ایک ہی آدمی کی موجودگی پسند کرتے ہیں۔ تم نے صرف ایک ہی کرسی ن کی میز کے سامنے دیکھی ہوگی۔"

"جی ہاں......!"

"چلو کینٹین میں بیٹھیں۔"

"چلئے......!" حمید اٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کینٹین میں پہنچ کر کہیں بیاض نہ نکل آئے۔

کینٹین زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ چھوٹے سے ہال میں چند آدمی مختلف میزوں پر نظر آئے۔ ہلکی آواز سے ریکارڈ بج رہا تھا۔

"گرمئی حسرت ناکام سے جل جاتے ہیں۔
ہم چراغوں کی طرح شام سے جل جاتے ہیں۔"

دفعتاً کرنل صاحب نے قہقہہ لگایا اور حمید حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

"ذرا ملاحظہ ہو۔" کرنل صاحب نے کرسی سنبھالتے ہوئے کہا۔ "اگر ہم فوجی اس قسم کی ٹ پٹانگ باتیں کریں تو کسی حد تک درست ہوسکتا ہے۔ لیکن یہ خالص قسم کے شاعر...... ے میاں حسرت میں گرمی کہاں ہوتی ہے۔ حسرت تو بیچارگی کی پیداوار ہے اور وہ بھی ت ناکام یعنی یخ کا تودہ...... اور شاعر صاحب ہیں کہ چراغ بن گئے۔ ہوئی نا میر ب سے آگے چھلانگ لگانے کی حسرت ناکام...... ہونہہ...... لاحول ولا......!"

"جی ہاں...... واقعی......!" حمید نے بات ٹالنے کے لئے بے دلی سے ہنس کر کہا۔ ر رہا تھا کہ کہیں اب یہ اپنا کوئی شعر نہ ٹھونک ماریں۔

کرنل صاحب نے اشارے سے ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا اور حمید سے بولے اعری جزویست از پیغمبری...... اس کے لئے پیغمبرانہ شعور اور ادراک کی ضرورت ہوتی

ہے۔ یہاں یار لوگ یہی نہیں جانتے کہ حسرت میں ٹھنڈک ہوتی ہے یا گرمی...اور میاں تو علامتی شاعری کا قائل ہوں۔"

"اوہ.......اچھا.......!" حمید خالی الذہنی کے سے انداز میں مسکرایا۔

"ذرا ایک شعر سنو۔"

حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"انہوں نے شعر رسید کر دیا۔

"ان کا شیوہ نہیں چٹاخ چھنن
چھیڑ بیٹھے تھے ہم پٹاخ چھنن"

حمید نے سنی ان سنی کر کے ستائشی انداز میں سر کو جنبش دی۔

"کیا سمجھے۔"

"بہت خوب.......سبحان اللہ۔"

"میں پوچھ رہا ہوں کیا سمجھے۔" کرنل صاحب نے کڑے تیوروں کے ساتھ کہا

"دراصل......!"

"تم قطعی نہیں سمجھے۔" کرنل صاحب کا موڈ خراب ہو گیا۔ "سمجھ ہی نہیں سکتے یہاں تو بس وہی پرانی لکیریں پیٹی جا رہی ہیں۔"

"جی ہاں بالکل.......!"

"مثلاً.......؟"

"جی.......!"

"کوئی مثال پیش کرو پرانی لکیر پیٹنے کی.......!"

"وہ.......کیا کہتے ہیں.......لکیر کا فقیر۔"

"جی نہیں......." کرنل صاحب خشک لہجے میں بولے۔ "لکیر کا فقیر محاورہ؟

"محاورہ بھی تو پرانی لکیر ہے۔"

"لیکن وہ مجبوری ہے.......محاورے بہر حال رائج رہیں گے۔"

"میں مجبوری کا قائل نہیں ہوں۔" حمید بھی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"تو تم محاوروں کے بغیر بھی....!"

"جی ہاں قطعی.......محاورے بھی کوئی چیز ہوئے لاحول ولا قوۃ۔"

"تم پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو.......میں تو تمہیں خوش ذوق آدمی سمجھ رہا تھا۔"

"مجھے جہنم میں جھونکئے.......میں آپ کے شعر کا مطلب سمجھنا چاہتا ہوں۔"

"غالب کا وہ شعر سنا ہے کبھی.......

دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیدہ نہیں
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک
دن"

"واہیات شعر ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"ہے نا واہیات.......!" کرنل صاحب چہکے۔ "اس کے مقابلے میں میرا شعر ہے۔

اس کا شیوہ نہیں چٹاخ چھنن
چھیڑ بیٹھے تھے ہم پٹاخ چھنن

حمید نے ناک بھوں پر زور دے کر دوبارہ یہ شعر سنا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کرنل صاحب بولے۔ "دھول دھپے میں وہ بات کہاں جو چٹاخ چھنن میں ہے.......یہ ہے علامتی شاعری چٹاخ تھپڑ کی آواز اور چھنن چوڑیوں کی چھنکار.......!"

"ایہام الصوت کہتے ہیں اسے.....یہ علامتی شاعری کہاں سے ہوئی۔" حمیذ نے جی کڑا کر کے کہا۔

"فضول باتیں نہ کرو.......تم کچھ نہیں جانتے۔"

اتنے میں کافی آ گئی اور حمید نے کہا۔ "علامتی شاعری کرنے والوں میں پیش دستی کی جرأت ہی نہیں ہوتی۔ اسلئے وہ شاعری بھی علامتی کرتے ہیں.....غالب کا پیشہ آباء سپہ گری تھا۔ وہ میری طرح آنریری کیپٹن نہیں تھے۔"

"تم مجھ پر چوٹ کر رہے ہو کیپٹن حمید۔"

"جی نہیں.......میں خود بھی علامتی شاعری کرتا ہوں۔"

"اچھا تو سناؤ کچھ.......میں بھی دیکھوں۔" کرنل صاحب غرائے۔

"پہلے کافی پیوں گا۔"

اس نے دو کپ تیار کئے اور ایک کرنل صاحب کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ "علامتی شاعری۔"

"کیا مطلب......؟"

"ابھی عرض کرتا ہوں......!" حمید نے کہا اور کافی کا گھونٹ لے کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

پھر وہ کافی کی چسکیاں لینے لگا تھا اور کرنل صاحب اسے گھورتے رہے تھے۔ کافی ختم ہوگئی اور حمید پائپ کے کش لیتا رہا۔

"میں منتظر ہوں......!" بالآخر کرنل صاحب غرائے۔

"سنئے!" حمید نے کھنکار کر شعر پڑھا۔

دیکھو تو عجیب ماجرا ہے
فانوس پہ فالسہ دھرا ہے

"کیا مطلب......؟"

"مطلب کسی ماہر نفسیات سے پوچھئے...... یہاں اگر سنسر نے شعور کو اجازت دی ہوتی تو علامتی شاعری کیوں کرتے۔"

"تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔"

"جی نہیں...... بلکہ آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی شاعری علامتی ہرگز نہیں۔ آپ محض اس وہم میں مبتلا ہیں کہ آپ کی شاعری علامتی ہے۔"

"میں کرنل عاشق حسین عشقی وہم میں مبتلا ہوں؟" کرنل صاحب نے سینہ پھلا کر جارحانہ انداز میں سوال کیا۔

"آپ اپنا نام بھی بدلئے......کرنل کے ساتھ میچ نہیں کرتا......اتنا ہی عجیب لگتا ہے جیسے مجنوں خود کو چنگیزی لکھنے لگے۔"

"تم گستاخ بھی ہو کیپٹن۔"

"ہم ادب پر بحث کر رہے ہیں جناب۔ اس لئے ڈسپلن کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ شاعری ترک کر دیجئے۔"

کرنل صاحب اُسے گھورتے رہے۔ ان کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور ان کی آنکھیں تخلص کی حدود سے نکل کر چنگیزیت کے دائرے میں داخل ہو گئی تھیں۔

دفعتاً وہ اٹھے اور کافی کے دام ادا کئے بغیر کینٹین سے باہر چلے گئے۔

حمید نے طویل سانس لی اور تہیہ کیا کہ وہ کافی کی رقم کرنل صاحب کے ہی حساب میں لکھوائے گا۔ اپنی جیب سے ادا نہیں کرے گا۔

اس نے اٹھ کر باتھ روم کا راستہ لیا۔ باتھ روم میں کوٹ اتارا اور الٹ کر دوبارہ پہن لیا اور اب وہ سوٹ کی بجائے "میچ" میں تھا۔

ناک میں ریڈی میڈ والے اسپرنگ رکھے اور تھوڑی دیر بعد باہر نکل آیا۔

اس کی میز خالی تھی۔ دفعتاً کرنل عشقی دکھائی دیا جو بوکھلائے ہوئے انداز میں داخل ہو رہا تھا۔ اس میز کے قریب رک کر وہ مڑا اور کاؤنٹر کلرک کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ "اوئے......یہ آدمی کدھر گیا۔"

کاؤنٹر کلرک بوکھلا کر کاؤنٹر سے باہر آ گیا۔

"کون جناب......؟" اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"وہ آدمی جو میرے ساتھ تھا۔" کرنل عشقی نے چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔

"اس نے حمید کو بھی دیکھا لیکن یونہی رواروی میں اور پھر کاؤنٹر کلرک کی طرف متوجہ ہو گیا۔"

"وہ جناب...... پتہ نہیں......میں تو سمجھا تھا آپ دونوں ہی تشریف لے گئے۔"

"نہیں......!" کرنل عشقی پیر پٹخ کر بولا۔ "اسے تلاش کرو...... جلدی ڈبل اپ......مل جائے تو پکڑ کر گارڈ روم میں لے آؤ۔"

وہ پھر باہر چلا گیا۔

کاؤنٹر کلرک اس طرح منہ بنائے کھڑا تھا جیسے کرنل صاحب اُسے بچہ جننے کا حکم دے کر چلے گئے ہوں۔

حمید نے قریب ہی کی ایک میز سنبھال لی تھی اور کاؤنٹر کلرک کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ شاید اس کی زبان سے کرنل عشقی کے لئے کوئی گندی سی گالی سننے کا متمنی تھا۔ لیکن وہ تو دوسرے ہی لمحے میں میزیں صاف کرنے والے لڑکے پر برس پڑا تھا۔ "او حرامی......ڈبل

اپ.......دس گھنٹے میں ایک میز صاف کرتا ہے۔"

حمید نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر پھر کافی طلب کی اور سگریٹ کا ایک پیکٹ منگوایا۔ اب وہ میک اپ میں جیب سے پائپ نہیں نکال سکتا تھا۔

کافی کے دوسرے کپ کے ساتھ اس نے کرنل عشقی کے رویئے پر غور کرنا شروع کر دیا۔ کیا وہ احمق تھا؟ محض اتنی ذرا سی بات پر اس حد تک پہنچ گیا....... خیر دیکھا جائے گا۔

اتنے میں دو لیفٹیننٹ اندر آئے اور حمید کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ کسی بات پر بُری طرح ہنس رہے تھے دونوں.......

"مگر یہ ہوا کیسے....... وہ کون تھا.......؟" دوسرے نے ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی پولیس آفیسر تھا۔ جنرل قادری سے کسی مسئلے پر گفتگو کرنے آیا تھا۔ بات بڑھ گئی ہوگی۔ جنرل صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں دانت نکالے ہوں گے اور اس نے جھلا کر ہاتھ رسید کر دیا ہوگا۔"

"لیکن وہ گیا کہاں.......؟"

"پتہ نہیں....... چھلاوا تھا گویا....... سنا ہے ایک آدمی اور تھا اُس کے ساتھ....... دونوں ہی نکل گئے۔"

"یہاں سے نکل کر کہاں جائیں گے۔ گیٹ پر چیکنگ کے دوران میں پکڑے جائیں گے۔"

"دیکھو.......کیا ہوتا ہے؟"

ان کی گفتگو سن کر حمید کا دم نکل گیا۔ یہاں سے نکل بھاگنا واقعی آسان کام نہیں تھا۔ ان دفاتر کی حدود میں ان کا داخلہ ایک مخصوص اجازت نامہ کے تحت ہوا تھا۔ واپسی کیلئے بھی وہی اجازت نامہ گیٹ پر دوبارہ دکھانا پڑتا اور وہ اجازت نامہ فریدی ہی کے پاس تھا۔

حمید نے ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگایا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کینٹین ہی میں بیٹھا رہے یا باہر نکل کر فریدی کو تلاش کرنے کی کوشش کرے۔

اس نے کنکھیوں سے ان دونوں آفیسروں کی طرف دیکھا۔ اب وہ خاموشی سے کافی پی رہے تھے۔

اتنے میں ملٹری پولیس کے دو جوان کینٹین میں داخل ہوئے اور حمید نے فوری طور پر یہ فیصلہ کرلیا کہ اسے چھپنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔ لہٰذا اس کے دونوں ہاتھ چہرے کے قریب پہنچ گئے۔ ایک بلند آہنگ چھینک ہال میں گونجی اور نتھنوں کے اسپرنگ ہاتھوں سے گزرتے ہوئے جیب میں منتقل ہو گئے۔

چھینک ایسی زوردار تھی کہ دوسروں کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا۔

ملٹری پولیس کے نوجوان اس کی طرف بڑھے اور یہ تو ہونا ہی تھا....... کیونکہ وہاں اسی کے جسم پر وردی نہیں تھی۔

"آپ کون ہیں جناب؟" ایک نے اس سے پوچھا۔

حمید نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

"اوہ.......!" اُس نے کارڈ پر نظر ڈال کر اپنے ساتھی سے کہا۔ "کام بن گیا۔" اور پھر حمید سے بولا۔ "اٹھئے جناب۔"

"کیوں.......؟" حمید نے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔

"گارڈ روم میں آپ کی طلبی ہوئی ہے۔"

"آخر کیوں؟"

"اٹھئے۔" دوسرے نے تلخ لہجے میں کہا۔ "وہیں معلوم ہو جائے گا۔"

"مجھے کافی کا بل ادا کرنا ہے۔" حمید اٹھتا ہوا بولا اور پروقار انداز میں چلتا ہوا کاؤنٹر پر

کاؤنٹر کلرک اسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔ حمید نے پرس سے ایک نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیا۔

"آپ تو....... آپ....... جناب....... یعنی کہ.......!" وہ ہکلایا۔

"کیپ دی چینج.......!" حمید نے خالص امریکی لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ ان دونوں کے درمیان چل رہا تھا۔ گارڈ روم میں کرنل عشقی ہی کا سامنا ہوا۔

"اوہو....... آپ ہاتھ آ گئے....... جناب۔" اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"لیکن میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔" حمید کا لہجہ بھی اچھا نہیں تھا۔

"کرنل فریدی کہاں ہے؟"

"کیا ہم نے انہیں جنرل قادری کے روم میں نہیں چھوڑا تھا۔"

"بہت پہلے کی بات ہے۔"

"اس کے بعد میں آپ کے ساتھ رہا تھا۔"

"یہ کہاں تھا......؟" کرنل عشقی نے ان دونوں سے پوچھا۔

"کینٹین میں جناب۔" ایک نے جواب دیا۔

"میرے اٹھنے کے بعد تم کہاں تھے؟" کرنل نے حمید کو مخاطب کیا۔

"باتھ روم......!"

"اوہ......بیٹھ جاؤ۔" کرنل عشقی نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور

کے اشارے سے ان دونوں کو "ڈس مس" کر کے پھر حمید کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"آپ چاہے مجھے گولی مار دیں میں اپنی بات پر اڑا رہوں گا۔ وہ علامتی ش

نہیں ہو سکتی۔" حمید نے چڑچڑے پن کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

"جہنم میں گئی شاعری......تم ہماری حراست میں ہو۔"

"چاہے پھانسی ہو جائے لیکن وہ علامتی شاعری ہرگز نہیں تھی۔"

"میں کہتا ہوں خاموش رہو۔"

"بہت بہتر۔" حمید نے کہا اور جیب سے پائپ نکال کر بھرنا ہی چاہتا تھا

نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ "تم یہاں تمباکو نوشی نہیں کر سکتے۔"

"آخر میری خطا بھی تو معلوم ہو جناب۔"

"تمہارا چیف......!"

"کیا ہوا میرے چیف کو......؟"

"وہ جنرل قادری کو زخمی کر کے غائب ہو گیا۔"

"نہیں......!" حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ ویسے اس کی یہ حرکت قطعی طور

تھی کیونکہ اسے تو کینٹین ہی میں اس واقعے کا علم ہو چکا تھا۔

"بیٹھ جاؤ......ہر چند کہ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں لیکن جب تک کرنل فریدی ہاتھ نہ آ جائے تمہاری گلو خلاصی نہیں ہو سکتی۔"

"اور اس عرصے میں مجھے کیا کرنا ہو گا......؟"

"ہاں......آں......اچھا سوال ہے۔" کرنل عشقی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر چونک کر بولا۔ "کیوں؟ کیا تم میری غزلیں نہیں سنو گے۔"

"جہاں تمباکو نوشی ممنوع ہو......وہاں غزلوں کا کیا کام......بس سیدھا سادھا کلمہ پڑھوا دیجئے مجھے اور پر انا للہ انا الیہ راجعون!"

"بزدلوں کی سی باتیں نہ کرو جوان......چلو سنو......سودا کے رنگ میں کہی تھی۔"

"آپ براہِ کرم پہلے یہ بتائیے کہ جنرل صاحب کیسے زخمی ہوئے۔"

"جنرل قادری کبھی تفصیل سے گفتگو نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا ہے اور کسی زخمی شیر کی طرح دہاڑ رہے ہیں جب تک کرنل فریدی ہاتھ نہیں آتا......وہ کمرے کا دروازہ نہیں کھولیں گے......انہوں نے دھمکی دی ہے۔"

"یہاں سے نکل جانا آسان تو نہیں۔"

"یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں اس عرصے میں اپنی چند تازہ غزلیں سنا دینا چاہتا ہوں۔"

"سنائیے صاحب۔" حمید مردہ سی آواز میں بولا۔ "لیکن یہ ظلم ہے کہ غزلیں تو ہو جائیں گی اور میں تمباکو نوشی نہیں کر سکوں گا۔"

"اٹھو!" دفعتاً کرنل عشقی اٹھتا ہوا بولا۔ "میں کہیں اور چل کر تمہیں غزلیں سناؤں گا۔"

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چکر کیا ہے۔ کرنل عشقی اتنا احمق تو نہیں ہو سکتا۔

وہ بھی اٹھ گیا اور دونوں باہر آئے۔ اس بار پھر ان کا رخ کینٹین ہی کی طرف تھا۔

کینٹین پہنچ کر حمید نے بے بسی سے کہا۔ "آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟"

"میاں ہوش میں آؤ! کتنی بار کہوں کہ تمہیں میری تازہ غزلیں سننی پڑیں گی۔ عرصہ دراز کے بعد ایک ایسا آدمی ملا ہے جو میری غزلوں کو سن کر سمجھ بھی سکے گا......علامتی شاعروں والی بات تو محض امتحان تھا اور تم اس امتحان میں پاس ہو گئے۔"

"کتنے نمبر دیئے۔" حمید نے خوش ہو کر پوچھا۔

"سنٹ پرسنٹ.......چلو بیٹھ جاؤ....... مطلع عرض ہے۔"

اس کے بعد غزل چل پڑی۔

پڑھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی کم ظرف آدمی اپنی کھال سے باہر ہو کر اپنے کسی کارنامے کا ذکر کر رہا ہو۔

حمید زندگی سے بیزار ہو جانے کی حد تک بور ہوتا اور سنتا رہا۔ پہلی غزل.......دوسری غزل.....تیسری غزل اور چوتھی غزل شروع ہونے سے پہلے ہی وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

"اب گولی مار دینے کا حکم دے دیجئے نا.......سسکا کیوں رہے ہیں۔" اس نے گڑگڑا کر کہا۔

"کیا مطلب.......؟ یہ کیا.......؟ بیٹھ جاؤ۔"

"میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی ادبی بحث میں نہ پڑوں گا۔"

"کیپٹن حمید بیٹھ جاؤ....... یہ میرا حکم ہے۔"

اتنے میں ایک لیفٹیننٹ نے میز کے قریب آ کر کرنل کو سلیوٹ کیا۔

"کیا بات ہے؟" کرنل نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

"جناب.......وہ ایک لوڈنگ ٹرک میں بیٹھ کر فرار ہو گیا۔"

"کیا.......مطلب.......کیا ثبوت ہے؟" کرنل عشقی کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔

"جناب.......ٹرک ڈرائیور لیٹرین میں بے ہوش پایا گیا ہے....... بالکل برہنہ۔ کسی نے اس کے جسم پر ایک تار بھی نہیں چھوڑا.......اور جناب اس کا ٹرک بھی غائب ہے۔"

کرنل عشقی حمید کو اسی لیفٹیننٹ کی نگرانی میں دے کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کینٹین سے باہر چلا گیا۔ اس طرح برحمتِ پروردگار چوتھی غزل کا خطرہ ٹل گیا تھا۔

پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اسی جگہ کھڑا رہا تھا اور حمید خود کو قیدی محسوس کرتا رہا تھا۔

خدا خدا کر کے کرنل عشقی کی واپسی ہوئی اور اس نے لیفٹیننٹ کو چھٹی دی۔ اس کے چلے جانے کے بعد حمید سے بولا۔ "اب تم لوگ ہم سے کسی قسم کی نرمی کی توقع نہ رکھو۔"

"کیا میرا چیف سچ مچ نکل گیا۔" حمید نے پرتفکر لہجے میں پوچھا۔

"ہاں نکل گیا اور یقین کرو کہ اُس کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ ملٹری انٹیلی جنس

ے جس آدمی کے بھی ہتھے چڑھ گیا وہ اسے گولی مار دے گا۔ جنرل کا آرڈر کچھ اسی قسم کا ہے۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا.......!"

"بُرے سے بھی بُرا کیپٹن حمید۔"

"اچھا اگر وہ آسانی سے ہاتھ آ جائیں تو.......میرا مطلب یہ ہے کہ پھر تو ان کی زندگی خطرے میں نہیں ہوگی۔"

"میرا خیال ہے کہ اس صورت میں نرمی برتی جائے گی۔"

"اچھی بات ہے.......میں کوشش کروں گا۔"

"کس بات کی کوشش.......؟"

"یہی کہ وہ آسانی سے ہاتھ آ جائیں۔"

"ہوں.......!" کرنل عشقی کچھ سوچنے لگا۔

"لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے یہاں سے تنہا جانے دیجئے۔ میں رات کے اندھیرے میں آپ کو وہاں لے چلوں گا جہاں انہوں نے پناہ لی ہوگی۔"

"مجھے بتاؤ کہاں پناہ لی ہوگی۔"

"اب اس بحث میں نہ پڑیئے.......میرے بغیر آپ اُن پر ہاتھ نہ ڈال سکیں گے۔"

"تو تم بھی ساتھ چلو.......ہم رات کا انتظار نہیں کر سکتے۔"

"آپ اور آپ کے ساتھی سادہ لباس میں ہوں گے۔"

"یہ ممکن ہے۔"

"تو پھر دیر نہ کیجئے۔"

بڑی پھرتی سے روانگی کی تیاری ہوئی تھی۔ حمید ہی کی تجویز کے مطابق ملٹری کی جیپوں کے استعمال سے اجتناب کیا گیا تھا۔ ان کی بجائے تین کاریں مہیا کی گئی تھیں اور حمید ہی اس قافلے کو اپنی سرکردگی میں لے نکلا تھا۔

وہ کرنل عشقی کی کار میں اس کے برابر بیٹھا تھا اور یہ کار کرنل عشقی خود ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کار میں صرف وہی دونوں تھے۔

"کرنل فریدی کو اس قسم کی کوئی حرکت نہ کرنی چاہئے تھی۔" عشقی بولا۔

''آنریری کرنلوں سے تو شاعری بھی نہیں ہو سکتی۔ ہمیشہ غیر کرنلانہ حرکتیں کرتے رہ

''شعر سنو......!'' عشق نے ہانک لگائی۔

''اس سے زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ میں جہاں کہوں وہاں آپ گاڑی روک دیں

''کیوں......؟''

''دو تین جگہ فون کر کے معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ حضرت کہاں ہیں۔''

''حمید اُسی سڑک کے ایک ایسے ڈرگ اسٹور سے واقف تھا جہاں ایک طرف داخل ہو کر دوسری طرف کی سڑک پر نکل جانے کے امکانات ہو سکتے تھے۔ لیکن یہ ضرور تھا کہ کرنل عشق اُسے ڈرگ اسٹور میں تنہا جانے دیتا۔''

''کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے۔'' حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''یقیناً...... یقیناً......!''

''اچھا تو پھر اگلے چوراہے سے گذر کر گاڑی روک دیجئے گا۔'' حمید نے کہا۔ وہ ... رہا تھا کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اگر کرنل عشق خود بھی ساتھ ہی اُترا تو پھر کہیں اور ... دینے کی کوشش کی جائے گی۔ وہ بہر حال اُن کے چکر سے نکل جانا چاہتا تھا۔

اگلے چوراہے پر کرنل عشق نے گاڑی روک دی اور حمید کے ساتھ خود بھی اُترا لیکن ... داہنی جانب والا دروازہ کھول کر اُترا تھا اور حمید بائیں جانب والے دروازے سے ... ڈرگ اسٹور کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا ہی نہیں کہ کرنل عشق بھی آرہا ہے یا نہیں۔ بس وہ اسٹور میں گھستا چلا گیا۔

کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے مڑ کر دیکھا۔ عشق ابھی تک اسٹور کے دروازے تک بھی نہ پہنچ سکا تھا۔

اس کی پشت اسٹور کی طرف تھی اور دو فقیر اس سے شائد زیادہ سے زیادہ خیرات ... کر لینے پر اڑ گئے تھے۔

حمید نے سیلز مین سے ایک ایسی دوا طلب کی جو ان دنوں عنقا ہو رہی تھی اس ... میں جواب دیا اور حمید نے بڑی تیزی سے دوسری طرف کے دروازے سے نکل جانا چاہا۔

''ٹھہرو......!'' پشت سے کسی نے للکارا۔

یہ ناممکن تھا کہ عشق اتنی جلدی وہاں پہنچا ہو۔ پھر بھی حمید نے مڑ کر دیکھا نہیں۔ ایک ہی جست میں وہ فٹ پاتھ پر تھا۔

اس لائین میں دائیں جانب ایک ہیئر کٹنگ سیلون تھا۔ وہ اس میں داخل ہوا اور باربر سے حمام کے لئے کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

حمام اتفاق سے خالی ہی تھا۔ اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

اتنا اندازہ تو تھا ہی کہ للکارنے والا اُسے سیلون میں داخل ہوتے نہ دیکھ سکا ہوگا۔ کیونکہ للکار قریب کی نہیں تھی۔

غالباً عشق کا کوئی آدمی بھی پچھلی گاڑیوں میں سے کسی سے اُترا تھا اور دوسری طرف کے فٹ پاتھ ہی پر رک کر اس کی نگرانی کرتا رہا تھا۔

یہاں حمام میں وہ بڑے سکون کے ساتھ نہاتا رہا اور اس کے بعد اُسے پتلون الٹنے کا موقع بھی مل گیا۔

اب وہ بالکل ہی دوسرے رنگ کے سوٹ میں تھا...... ناک کے نتھنوں میں پھر سے رنگ فٹ کئے گئے تھے۔ اس طرح اس نے حمام میں تقریباً بیس منٹ گزارے تھے اور کسی قسم کی دخل اندازی نہیں ہوئی تھی۔

وہ نہایت اطمینان سے باہر نکلا اور باربر کو پیسے دینے کے بعد فٹ پاتھ پر بھی اُتر آیا۔

لاش کی حرکت

فرٹیلا بلڈنگ کے ایک بڑے کمرے میں ایک لاش پڑی ہوئی تھی اور ایک سفید فام اس کے قریب کھڑا بار بار کلائی کی گھڑی دیکھے جارہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اس کے قریب دوزانوں بیٹھ کر اس کی نبض دیکھنے لگا۔ پھر سینے سے کان ... تھوڑی دیر ایسی پوزیشن میں رہا جیسے کسی بھولی بھٹکی دھڑکن کا انتظار ہو۔

اس دوران میں رسٹ واچ پر بھی نظر رہی تھی۔

کچھ لمحے سینے سے کان لگائے رکھنے کے بعد وہ لاش کے پاس سے ہٹ کر پر جا بیٹھا۔ نظر اب بھی لاش ہی کی طرف تھی۔

اچانک لاش میں جنبش ہوئی اور وہ کرسی سے اٹھ گیا۔

لیکن جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔

لاش کی حرکت بدستور جاری رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس میں ایک نئی تھرتھری پڑگئی ہو۔

یہ کیفیت تین منٹ تک رہی۔ وہ گھڑی ہی پر نظر جمائے رہا تھا۔

لاش پھر پہلے ہی کی طرح ساکت ہوگئی۔ پھر اس نے اسے اٹھتے دیکھا۔

''صبح بخیر کہوں یا شام بخیر......؟'' لاش نے اس سے پوچھا۔

''رات کے آٹھ بجے ہیں۔'' سفید فام آدمی نے کہا۔

دوسرا آدمی جو ذرا دیر پہلے لاش کی طرح فرش پر پڑا ہوا تھا نسلاً نیگرو معلوم ہوتا تھا۔ قوی الجثہ اور قد آور نیگرو......!

''اُوہو......! تو یہ کھانے کا وقت ہے۔''

''یقیناً اور تم اس وقت پسندیدہ ڈشیں میز پر پاؤ گے۔''

''چار ہزار سال سے بھوکا ہوں۔''

''تم مطمئن رہو......سیر ہوکر کھا سکو گے۔''

''تو پھر اچھے آدمی مجھے جلد سے جلد میز تک لے چلو۔'' نیگرو نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

سفید فام بائیں جانب والے دروازے کی طرف مڑا تھا اور اسکے قریب پہنچ کر رک گیا۔

''چلو......!'' اس نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھائے۔

نیگرو پہلے اس دروازے میں داخل ہوا......سفید فام اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

وہ دوسرے کمرے میں آئے...... یہاں ایک بڑی سی میز پر کھانا چنا ہوا تھا۔ نیگرو بہت زیادہ بھوکے آدمی کی طرح میز کی طرف لپکا تھا۔

سفید فام آدمی نے بھی ایک کرسی سنبھالنی چاہی لیکن نیگرو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''تم نہیں...... پہلے میں کھالوں۔''

''کیا فرق پڑتا ہے۔'' سفید فام نے کہا۔ ''بہت تھوڑا سا کھاتا ہوں۔''

''نہیں......قطعی نہیں......چلے جاؤ......ہٹ جاؤ......مجھے ایسا لگتا ہے جیسے چار ہزار سال سے بھوکا ہوں۔''

سفید فام آدمی وہ کرسی میز سے بہت دور ہٹالے گیا اور اُس پر بیٹھتا ہوا بولا......

''اچھی بات ہے......جیسی تمہاری مرضی۔''

نیگرو نے بڑی تیزی سے کھانا شروع کیا اور تین چار منٹ کے اندر ہی اندر پوری میز کا صفایا کردیا......ساری ہی پلیٹیں خالی ہوچکی تھیں......سفید فام آدمی اُسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اب کھانے کے بعد شائد اسی کی باری آجائے۔

''اور......اور کیا ہے؟'' نیگرو نے بھاری بھرکم آواز میں پوچھا۔

''اور کافی......جو کچھ دیر بعد پیش کی جائے گی۔'' سفید فام آدمی آہستہ سے بولا۔ ''لیکن یہاں نہیں۔''

''تو پھر اب کہاں چلنا پڑے گا؟''

''تمباکو نوشی کے کمرے میں!''

''چلو......!'' وہ اٹھتا ہوا دہاڑا۔ ''لیکن اے میرے ہمدرد میں تمہیں نہیں پہچان سکا۔''

''ہمدردی کے لئے جان پہچان ضروری نہیں۔'' سفید فام آدمی مسکرایا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' نیگرو نے پوچھا۔

''پیٹر مچکوٹ......!''

''میں مائیکل ہوں......!'' نیگرو نے اپنا بھاری بھرکم ہاتھ مصافحے کے لئے آگے بڑھایا۔ سفید فام پیٹر مچکوف کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں کسی ننھے سے بچے کا ہاتھ لگ رہا تھا۔

پھر وہ دونوں اس کمرے سے تیسرے کمرے میں پہنچے۔ یہاں کئی آدمی ایک بڑی میز کے گرد بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ یہ سب بھی سفید فام ہی تھے۔

میز کے قریب کوئی کرسی خالی نہیں تھی۔ نیگرو نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن

یہاں ان کرسیوں کے علاوہ اور کوئی تھی ہی نہیں۔

پیٹر مچکوٹ آہستہ سے بولا۔ ''موسیو مائیکل........ یہاں تمہیں زبردستی کرسی حاصل کرنی ہوگی۔ یہ لوگ بدتمیز معلوم ہوتے ہیں۔ خود سے کرسی پیش نہیں کریں گے۔''

''کیا میں ان سبھوں کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینک آؤں۔''

''نہیں........ اس کی ضرورت نہیں۔ صرف اپنے لئے ایک کرسی حاصل کرو۔''

''اچھی بات ہے۔'' مائیکل کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے اونچی آواز میں کہا۔ ''شریف آدمیو! بہتر یہ ہے کہ ایک کرسی میرے لئے خالی کردی جائے۔''

انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

کمرے کی فضا پر عجیب سی خاموشی مسلط ہوگئی۔ وہ اسے دیکھے جا رہے تھے۔ لیکن کسی نے بھی اس کے لئے کرسی خالی نہیں کی۔

''دوسری بار کچھ کہنے کا عادی نہیں ہوں۔'' مائیکل نے کہا اور جھومتا ہوا ان کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ سب اپنی جگہوں پر جمے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہوں نے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ دفعتاً مائیکل جھکا اور ایک آدمی کی کمر تھام کر اُسے اپنے سر سے اونچا اٹھائے ہوئے پھر اسی جگہ پلٹ آیا یہاں پہلے کھڑا تھا۔

اُسے بہ آہستگی ایک طرف کھڑا کر کے پھر میز کی طرف پلٹ آیا۔ لیکن اس بار ان سبھوں نے بہ یک وقت اس پر چھلانگ لگائی۔

پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا جیسے بھونچال آ گیا ہو۔

پیٹر مچکوف پہلے ہی کمرے سے نکل بھاگا تھا۔

مائیکل کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرح دہاڑتا ہوا ان لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پٹخ رہا تھا۔

پھر ان میں سے ایک نے اس پر چاقو سے وار کیا۔ خون کا فوارہ اس کے بازو سے پھوٹ نکلا۔

لیکن جس نے چاقو سے وار کیا تھا اس کی گردن بھی دوسرے ہی لمحے میں ٹوٹ گئی۔ ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ وہ پھر اُس سے لپٹ پڑے .... اُس کے خون کی چھینٹیں اُن کے

چہروں پر پڑ رہی تھیں اور وہ چیخ رہے تھے۔ پھر ذرا ہی سی دیر میں تنہا مائیکل کھڑا رہ گیا۔ وہ سب ڈھیر ہوگئے تھے۔ بے حس و حرکت۔

دفعتاً مائیکل زور سے دہاڑا۔ ''تم کہاں چلے گئے........ پیٹر مچکوف۔'' اور وہ بھی اسی طرح آوازیں دیتا ہوا اس کمرے سے چلا گیا۔

دروازہ خود بخود بند ہوگیا تھا۔

کچھ دیر بعد بائیں جانب والا دروازہ کھلا اور پیٹر مچکوف ایک عورت کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

''یہ دیکھئے مادام........!'' اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں عورت سے کہا۔

''کیا ثبوت ہے کہ یہ سب اُسی کی وجہ سے مرے ہوں گے........ اوہ........ وہ دیکھو اُس کی گردن ٹوٹی ہے۔''

''صرف ایک مادام........ وہ جس نے چاقو سے اس پر حملہ کیا تھا۔ صرف وہی آدمی اس قوت کا شکار ہوا تھا۔ بقیہ لوگ اسی طرح مرے ہیں۔''

عورت جھک کر ان لاشوں کو دیکھنے لگی۔ اُن کے جسموں کو ٹٹولتی بھی جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد سیدھی ہو کر بولی۔ ''تو تمہارا تجربہ کامیاب رہا۔''

''ہاں........ مادام........ میں تو یہی سمجھتا ہوں۔''

''وہ کہاں گیا........؟''

''اس کے زخم کی مرہم پٹی کی جا رہی ہوگی۔''

''کیا خود اسے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا........؟''

''نہیں مادام........ آپ دیکھ ہی لیں گی........ اور صبح تک اس کا وہ زخم بھی حیرت انگیز طور پر بھر جائے گا۔''

وہ دونوں چھ لاشیں اس کمرے میں چھوڑ کر راہداری میں نکل آئے۔ عورت پروقار انداز میں چل رہی تھی اور پیٹر مچکوف اس کا ایک ادنیٰ غلام معلوم ہوتا تھا۔

وہ پھر اسی کمرے میں آئے جہاں نگرو مائیکل کچھ دیر پہلے ایک بے جان لاش کی طرح بت سے پڑا رہا تھا۔

یہاں اس کمرے میں صرف ایک ہی کرسی تھی......عورت اُس پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

''آج کی رپورٹ......؟''

''آج ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا مادام......!''

''بیان کرو......!'' وہ خشک لہجے میں بولی۔ ''کہانیوں کا سا انداز نہ اختیار کیا کرو۔''

''بہت بہتر مادام......آج کرنل فریدی اور اس کے اسسٹنٹ کو ملٹری ہیڈکوارٹر طلب کیا گیا تھا۔''

''پھر تم رکے......جلد کہو۔'' عورت تیز لہجے میں بولی۔

''جنرل قادری کے روم میں کسی قسم کا ہنگامہ ہوا اور تھوڑی دیر بعد کرنل فریدی کی تلاش شروع ہوگئی......اطلاع ملی ہے کہ وہ کسی لوڈنگ ٹرک کے ڈرائیور کو بے ہوش کر کے بھیس میں صاف نکل گیا......!''

''ہوں......!'' عورت کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

وہ طویل سانس لے کر کہتا رہا۔ ''اس کے بعد کچھ آفیسر اس کے اسسٹنٹ کو لے کر اس کی تلاش میں نکلے۔ ایک جگہ وہ بھی انہیں ڈاج دے کر نکل گیا۔ پھر ایک گھنٹے اندر ملٹری والوں نے وہ سارا علاقہ الٹ پلٹ کر رکھ دیا جہاں اسکا اسسٹنٹ غائب ہوا تھا۔''

''جنرل قادری کے روم میں کیا ہوا تھا......؟'' عورت نے پوچھا۔

''یہ تو ابھی نہیں معلوم ہوسکا۔''

''رپورٹ نامکمل ہے پیٹر......!'' وہ تیز لہجے میں بولی۔

''بہت جلد معلوم ہو جائے گا مادام......ہمارے ایجنٹ کی رسائی جنرل قادری تک نہیں ہوسکی۔''

''خود جنرل قادری کو ہمارا ایجنٹ ہونا چاہئے تھا۔ تم لوگ کام نہیں کر رہے ہو۔''

''مادام......یہ ملک میری سمجھ سے باہر ہے۔ لوگوں کی اقتصادی ... نہیں......وہ آپس میں ایک دوسرے کو کاٹتے بھنبھوڑتے رہتے ہیں لیکن کسی دو... آلہ کار بننے پر تیار نہیں۔''

''بکواس ہے......تم نے کوشش ہی نہیں کی۔''

''اس کے علاوہ فی الحال ہمارا اور کام ہی کیا ہے......؟ دن رات اسی تگ و دو میں رہتے ہیں کہ کسی طرح کچھ مقامی آدمیوں کا تعاون بھی حاصل کریں لیکن بس وہ صرف معمولی قسم کے غیر قانونی کاموں کی حد تک ہوتا ہے......مادام میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ آپ کے غلاموں میں ویلجاہ بہت کام کا آدمی تھا......!''

''اُسے بھول جاؤ......وہ اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ اب وہ یہاں کے سرکاری حلقوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔''

''پھر بھی مادام......!''

''نہیں......بس......!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''میں اس کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتی......اب نہ مجھے اس کی زندگی سے دلچسپی ہے اور نہ موت سے......!''

''مادام......مالک ہیں۔'' پیٹر مچکوف نے ٹھنڈی سانس لی۔

''تم اب صرف یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو گے کہ جنرل قادری کے روم میں کیا ہوا تھا؟''

''بہت بہتر مادام......!''

''بس جاؤ......لیکن ٹھہرو......موٹے آدمی کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟''

پیٹر مچکوف نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ ''دن بھر آوارہ گردی کرتا ہے اور شام کو آرلکچو میں جا بیٹھتا ہے۔ وہ اس وقت وہیں ہوگا......! کئی دنوں سے معمول میں فرق نہیں آیا۔''

عورت نے سر کی جنبش سے اُسے چلے جانے کو کہا۔ اسکے بعد بھی وہ وہیں بیٹھی رہی۔ کسی گہری سوچ میں تھی......کچھ دیر بعد اٹھی اور کمرے سے نکل کر طویل راہداری سے گزرتی ہوئی عمارت سے باہر آ گئی۔ کمپاؤنڈ میں ایک چھوٹی سی کار کھڑی تھی۔

پھر اس کار میں بیٹھ کر وہ قریب ہی کی ایک دوسری عمارت میں پہنچی۔ یہاں اُس نے اپنا لباس تبدیل کیا......اسکرٹ اور بلاؤز کی بجائے ساڑھی میں نظر آئی۔ ساڑھی میں اس کی دلکشی میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔

پھر قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے اپنی آنکھوں پر کسی قسم کا لوشن لگا لیا تھا اور چھوٹے سے میک اپ ٹیبل فین کی ہوا اپنے چہرے پر لیتی رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی پلکیں کسی قدر متورم ہوگئیں۔ اس طرح اس کی آنکھوں کی بناوٹ میں نمایاں تبدیلی

ہوئی تھی اور یہ تبدیلی بڑی دلکش تھی۔ چہرہ پہلے سے زیادہ حسین ہوگیا تھا اور آنکھوں میں ایک وزنی سے نشیلے پن کی جھلکیاں پائی جانے لگی تھیں۔اس کے بعد وہ پھر باہر نکلی تھی اور اس کی چھوٹی سی کار شہر کے سب سے بارونق علاقے کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔

آر لکچو پہنچنے تک اس نے تیز رفتاری کے کمالات دکھائے تھے۔ ڈرائیونگ میں اس کی مشاقی یقیناً قابل داد تھی۔گاڑی آر لکچو کی کمپاؤنڈ میں چھوڑ کر وہ ڈائیننگ ہال میں آئی...... زیادہ تر میزیں گھری ہوئی تھیں۔

وہ کاؤنٹر کے قریب رک کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی اور بالآخر وہ دکھائی دے گیا۔جس کے لئے یہاں آئی تھی۔لیکن اس کے قریب کوئی میز خالی نہیں تھی۔

وہ بڑے انہماک سے گوشت کا ایک بہت بڑا ٹکڑا دونوں ہاتھوں سے تھامے دانتوں میں نوچ نوچ کر کھائے جارہا تھا۔

وہ دیو قامت آدمی اس انداز سے کھاتا ہوا سچ مچ دیو ہی لگ رہا تھا۔

اس نے چند لمحے اسی جگہ کھڑے گزارے اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کی میز کے قریب آئی۔

دیو قامت اس وقت گوشت نوچ رہا تھا......اس پر نظر پڑتے ہی اسی حالت میں بے حس وحرکت ہوگیا۔یعنی ہاتھ بدستور اٹھے رہے اور دانتوں کے نیچے گوشت دبا رہ گیا۔صرف پلکیں جھپک رہی تھیں۔

''کاش اس وقت میرے پاس کیمرہ ہوتا......!'' عورت نے بڑی مترنم آواز میں آہستہ سے کہا اور دیو قامت آدمی کے ہاتھ سے گوشت کا ٹکڑا چھوٹ پڑا......!

''ارے باپ ......!'' بے اختیار اس کی زبان سے نکلا تھا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہوگیا تھا۔

اس کے دونوں ہاتھ مسالے سے سنے ہوئے تھے۔

''او...... ہو...... بیٹھئے......آپ کے کپڑے خراب ہوگئے......ارے ارے...... کیا......اب کیا آپ یہ دونوں سنے ہوئے ہاتھ اپنے منہ پر پھیرلیں گے۔ٹھہرئیے...... نیپکن لیجئے...... ہاتھ صاف کرلیجئے۔''

''ج ج......جی ...... غاں......!'' وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا اور اس کے ہاتھ سے پیپر نیپکن لے کر اپنے ہاتھ صاف کرنے لگا۔

عورت نے اتنی دیر میں اپنے وینٹی بیگ سے رومال نکال لیا تھا۔ اُسے اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔''اب اس سے اپنے کپڑے صاف کیجئے!''

''ج ج......جی......نن......نہیں......یہ خراب ہوجائے غا......کتنا اچھا ہے۔'' وہ ہکلایا۔

''آپ اسکی پرواہ نہ کیجئے......!'' عورت نے کہتے ہوئے زبردستی رومال اُسے تھما دیا۔

اس پر تو گرانڈیل پر گویا بدحواسی کا دورہ پڑگیا تھا۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے سوٹ پر لگے ہوئے دھبوں کو خشک کرسکا۔

''اب کیا مجھ سے بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے۔'' وہ اٹھلائی۔

''جرور......جرور......سرآنکھوں پر......!''

وہ کھنکتی ہوئی سی ہنسی کے ساتھ بیٹھ گئی اور وہ بھی بیٹھ ہی گیا تھا لیکن اطمینان سے بیٹھا ہوا نہیں لگتا تھا۔بس معلوم ہوتا تھا جیسے مقابل کی زبان سے کچھ نکلتے ہی اٹھ کر بھاگ نکلے گا۔

''تم سوچ رہے ہوگے کہ شائد یہ کوئی فلرٹ ہے۔'' عورت نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں......لاحول بلاقوت......توبہ توبہ......!'' وہ اپنا منہ پیٹنے لگا۔

''میں قمی ہوں......قمر سلطانہ......بے تکلف احباب قمی کہتے ہیں اور تم......؟''

''ہی ہی ہی......یہ تو بڑی اچھی بات ہے قاف سے قمی اور قاف سے قاسم......واہ!''

''تو تمہارا نام قاسم ہے۔''

''بالقل......بالقل......!''

''تم سوچ رہے ہوگے کہ میں نے خواہ مخواہ چھیڑ کر جان پہچان کیوں پیدا کرنی چاہی۔''

''نہیں تو بالقل نہیں......اللہ قسم......!''

''تب تو تم بڑے عجیب آدمی ہو۔''

''بس میں ایسا ہی ہوں......!'' قاسم نے لاپرواہی ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

''میں آرٹسٹ ہوں........تصویریں بناتی ہوں........تمہیں دیکھ کر ایک بڑا خوبصورت
آئیڈیا ذہن میں اُبھرا ہے۔''

''مجھے دیکھ کر........!'' قاسم نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں تمہیں دیکھ کر........تم بڑے معصوم ہو........!''

اور قاسم معصومیت ظاہر کرنے کی کوشش میں اور زیادہ چغد نظر آنے لگا۔

''میں بچپن ہی سے تم ہی جیسے ایک مرد کے خواب دیکھتی آ رہی ہوں۔''

''کیا دیکھا خواب میں........!'' قاسم کی باچھیں کھل گئیں۔

''بس ایک عام سا خواب کہ میں ایک ایسے ہی آدمی کو کبھی نہ کبھی ضرور چاہوں گی جیسے تم ہو۔''

''مگر........مگر........!'' قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں........!'' قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''نہیں مجھے بتاؤ........تمہارے چہرے پر اندرونی کرب کے آثار ہیں اور تم پہلے سے
کچھ زیادہ ہی دلکش نظر آنے لگے ہو۔''

''آپ تو مذاق کرتی ہیں........!'' قاسم سر جھکا کر اپنی انگلیاں مروڑتا ہوا بولا۔

''یقین کرو........یہ میرے دل کی آواز تھی........خدارا مجھے بتاؤ کہ تم یک بیک اداس
کیوں ہو گئے۔''

''مم........میں........ابھی کچھ اور کھانا چاہتا ہوں۔''

''تو کھاؤ نا........میں نے بھی ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا........لیکن اب تم جو
کھاؤ گے وہ میرے ذمہ ہوگا۔''

''ارے واہ........آپ خود........میری مہمان ہیں۔''

''نہیں میرا دل نہ توڑو........آج میرا خواب پورا ہوا ہے۔ میرے خوابوں میں
آدمی کی دیکھ بھال بھی شامل رہی ہے میں تمہیں نکھاروں گی........تمہیں سنواروں گی........
تمہیں........میں تمہیں۔''

وہ خاموش ہوگئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے شدت جذبات سے اس کا گلا رندھ گیا

''اچھا اچھا........جو آپ قہیں........میں بھی جندگی بھر آپ کا قہنا نہیں ٹالوں گا۔''

''بہت بہت شکریہ۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر پُردرد لہجے میں بولی۔

غالباً گوشت کا وہ ٹکڑا قاسم کے کھانے کی ابتداء ہی تھی........کیونکہ ایک ویٹر نے قریب
آ کر کہا ''دوسرا آئیٹم تیار ہے جناب۔''

''لاؤ........لاؤ........اور جو کچھ بیگم صاحب فرمائیں........وہ بھی لاؤ........!'' قاسم
جلدی سے بول پڑا۔

تی نے ویٹر سے مینو طلب کیا اور اپنے لئے بھی کچھ چیزیں منتخب کر کے آرڈر دیتے
ہوئے قاسم سے بولی۔ ''میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ تمہیں کھانے میں کیا مرغوب ہے۔''

''لے آئے غا........لے آئے غا........میں پہلے ہی آرڈر دے چکا ہوں۔''

ویٹر چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہے پھر تی بولی۔

''تم آخر اس وقت اداس کیوں ہو گئے تھے۔''

''مم........میں کیا بتاؤں........آپ اتنی اچھی ہیں........اتنی اچھی ہیں کہ میں آپ کو
دھوکہ نہیں دے سکتا۔''

''دھوکہ........؟'' بھلا دھوکہ کیوں۔

''مم........میری........شش........شادی ہو چکی ہے۔'' اس نے رو دینے والے لہجے
میں کہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔

''ہائیں........تو اس میں رونے کی کیا بات ہے؟'' تی نے حیرت ظاہر کی۔

''یعنی کہ........اب آپ ملی ہیں تو میں کیا قروں........!''

''اُوہو........تو تم پرانے خیالات کے آدمی معلوم ہوتے ہو........خیر........
میں ٹھیک کر لوں گی تمہیں۔''

''جی........میں نہیں سمجھا۔''

''تمہاری دس بیویاں ہوں پھر بھی تمہیں گیارہویں عورت سے محبت کرنے کا حق
حاصل ہے۔ یہی چیز تو ہے جو آدمی کو عام جانوروں سے بلند کرتی ہے۔ جانوروں میں صرف
ایک مادہ رکھنے کا رجحان قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا ہے۔''

"اچھا تو آدمی کو اسی لئے وہ کہتے ہیں...... افسر الخلوقات......!"

"اشرف الخلوقات......!" قی نے تصحیح کی۔

"وہی......وہی......! تو مطلب یہ کہ بیوی بھی اور آپ بھی......!"

"ہاں......میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتی ہوں کہ محبت ان رشتوں سے بالاتر ہے۔ کون روک سکتا ہے مجھ سے محبت کرنے سے۔"

"قوئی بھی نہیں......روق قر تو دیکھے......!" قاسم چھاتی ٹھونک کر بولا۔

"بس ٹھیک ہے......اب کھانا کھاؤ۔"

ویٹر ان کی طلب کی ہوئی چیزیں لا کر میز پر لگانے لگا تھا۔ اس میں بکرے کی ایک ران بھی تھی۔

انہوں نے کھانا شروع کیا......عورت بار بار قاسم کے انہماک کو عجیب انداز میں لگتی تھی۔ بکرے کی ران ادھیڑتے وقت شائد وہ اس کے وجود کو بھی فراموش کر بیٹھا تھا۔ اور کچھ دیر بعد جب صرف ہڈی اُس کے ہاتھ میں رہ گئی تو وہ قی کی طرف متوجہ

"تمہارا ہر انداز خوبصورت ہے۔" وہ مسکرا کر بولی۔

قاسم نے یونہی رواروی میں دانت نکال دیئے۔ شائد اس نے سنا ہی نہیں تھا نے کیا کہا ہے۔ کیونکہ وہ تو ران کے ختم ہوتے ہی ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"اب دونوں مرغ لاؤ۔" اُس نے ویٹر سے کہا۔

بہر حال وہ ایک گھنٹے سے پہلے اپنا کھانا ختم نہیں کر سکا تھا۔ اس کے بعد کافی گئی اور وہ پھر باتوں میں لگ گئے۔

"تمہارے کتنے بچے ہیں......؟" قی نے پوچھا۔

"بچے......ہی ہی ہی......ابق بھی نہیں......ہی ہی ہی......سوال ہی نہیں پیدا

"میں نہیں سمجھی۔"

"قوئی اور بات کیجئے۔" قاسم نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"اچھا اچھا......تمہیں آج تک کسی سے محبت بھی ہوئی۔"

"محوبت......!" قاسم نے ٹھنڈی سانس لی۔ چند لمحے منہ چلاتا رہا پھر بولا۔

"قسی سے نہیں ہوئی لیقن......!"

"لیکن کیا......؟"

"کچھ نہیں جانے دیجئے......!"

"خیر......نہیں بتانا چاہتے تو میں مجبور نہیں کروں گی...... میں تو دراصل اپنا شاہکار تخلیق کرنا چاہتی ہوں......!"

"وہ قیا چیز ہے؟"

"تمہاری تصویر کھانا کھاتے ہوئے......!"

"آپ مذاخ کر رہی ہیں......!" قاسم نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"اوہ یقین کرو......میں تصویریں بناتی ہوں......اچھا اگر تمہیں فرصت ہو تو چلو میرے ساتھ......میں اسی وقت تمہیں اپنا اسٹوڈیو دکھاؤں گی۔"

"جرور......جرور......میں جرور چلوں غا......اٹھئے......!" قاسم مضطربانہ انداز میں بولا۔

"کافی تو پیؤ......اطمینان سے چلیں گے......میں اپنے گھر میں تنہا رہتی ہوں۔"

"ہائیں......تنہا رہتی ہیں......قیوں......!"

"میرا اس دنیا میں کوئی نہیں......!" وہ پُر درد آواز میں بولی۔

"اُوہ......میں آپ کے لئے کیا قروں......!" قاسم نے متاسفانہ انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہیں......میرے لئے کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔ میرے والدین ہی کچھ نہ کر سکے۔"

"آپ کے والدین کہاں ہیں؟"

"دوسری دنیا میں......!"

"آپ کی شش......شادی......!"

"مجھے آج تک کوئی اس قدر پسند ہی نہیں آیا کہ اس سے شادی کر لیتی۔"

"مجھے افسوس ہے......!" قاسم نے ٹھنڈی سانس لی۔

وہ خاموش ہو کر کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی تھی۔

دفعتاً قاسم کچھ بدبدانے لگا......ساتھ ہی وہ خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھتا

بھی جا رہا تھا۔

"کیوں کیا بات ہے......؟" قتی نے پوچھا۔

"قق......قچھ نہیں......وہ سس سالا......!"

"کون......کس کی بات کر رہے ہو......!"

"قسی کی نہیں......بب بس یہ سمجھ لیجئے......کہ اگر کبھی کوئی مردود آپ کو میری طرز سے بہکانے کی کوشش کرے تو اس کو بالقل جھوٹا سمجھئے گا۔"

"کون بہکانے کی کوشش کرے گا۔"

"ہے ایک......وہ جرور آ کودے گا ہمارے بیچ......خدا اُسے غارت کرے......دوست بنتا ہے سالا......!"

"کوئی دوست ہے تمہارا......!"

"جی ہاں......ہے تو دوست ہی......لیکن طرفداری کرتا ہے میری بیوی کی......!"

"تو بیوی کا بھی دوست ہوگا......!"

"گلا دبا دوں سالے کا اَغر یہ معلوم ہو جائے کہ بیوی قا بھی دوست ہے۔"

"تو وہ مجھے بہکانے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے کہ تمہاری بیوی کا طرفدار ہے۔"

"ہاں ہاں یہی بات ہے۔"

"کیا نام ہے اس کا......؟"

"حمید......ساجد حمید......!" قاسم نے آگے جھک کر رازدارانہ لہجے میں کہا۔ "سراغ رسانی میں ہے......قرنل فریدی والا حمید......!"

"مجھے اس سے ضرور ملاؤ......میں دیکھوں گی کہ وہ مجھے کیونکر بہکا سکتا ہے۔"

"ارے ہرگز نہیں ہرگز نہیں!" قاسم منہ پیٹتا ہوا بولا۔ "وہ بہکا دے گا کسی نہ کسی طرح"

"میں اتنے کچے کانوں کی نہیں ہوں......اب تو ضرور ملاؤ اس سے۔"

"میں خود ہی اُلو کا پٹھا ہوں۔" قاسم جھنجھلا گیا۔

"ارے......ارے......!"

"ٹھیک ہے......میں خود ہی اپنی تقدیر پھوڑا کرتا ہوں۔"

"اچھا چلو اٹھو......!"

وہ اس دوران میں بل کی قیمت ادا کر چکی تھی۔

دونوں ہال سے نکل کر کمپاؤنڈ میں آئے۔ قتی نے تجویز پیش کی تھی کہ قاسم اپنی گاڑی وہیں چھوڑ دے۔

"قوئی بات نہیں......میں آپ کی گاڑی میں چلا چلوں گا......!" اس نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

قاسم شائد مسلسل حمید کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ کیونکہ گاڑی میں بیٹھتے وقت وہ بڑبڑایا۔ "اچھا بیٹا......دیکھتا ہوں کیا قر لیتے ہو......میں نے خود ہی بتا دیا۔"

"کیا مطلب......میں نہیں سمجھی۔"

"ارے......بس قیا بتاؤں......جبان پر قابو نہیں ہے......جو قچھ سوچتا ہوں جبان سے بھی نقل جاتا ہے۔"

گاڑی چل پڑی......قاسم کو اُس نے پچھلی سیٹ پر بٹھایا تھا۔

یہ سفر دس منٹ بعد ختم ہوا تھا......گاڑی ایک جگہ روکی گئی تھی عورت نے نیچے اُتر کر قاسم کے لئے دروازہ کھولا تھا۔

پھر وہ اس کے ساتھ ایک بڑے خوبصورت ہٹ میں داخل ہوا تھا۔

"یہ میرا اسٹوڈیو ہے......!" عورت بولی۔

"یہ تو......یہ تو......جنت ہے......!"

"مجھے خوشی ہے کہ تمہیں پسند آیا......اچھا تم......یہ تصاویر دیکھو میں ابھی آئی۔"

"کہاں جا رہی ہیں آپ......؟"

"ذرا گھر تک جاؤں گی......!"

"گھر تک......تو کیا......!"

"یہ صرف اسٹوڈیو ہے......یہاں رہتی نہیں ہوں......!"

"تت......تو میں یہاں بلقل اکیلا رہوں غا......!"

"اوہو......تو ایا تم ڈرتے ہو......!"

''ہرگز نہیں......مم......میں تو یونہی پوچھ رہا تھا۔''

''اچھا تو میں ابھی آئی۔''

وہ اسے ہٹ میں چھوڑ کر پھر اپنی گاڑی میں آ بیٹھی۔

اس کے بعد وہ تیزی سے اس عمارت میں پہنچی جہاں سے میک اپ کر کے آ
تھی۔ بہت جلدی میں معلوم ہوتی تھی۔

اس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کیئے اور ماؤتھ پیس میں بولی۔ ''فوراً یہاں آ
اور ریسیور رکھ کر میز ہی کے قریب کھڑی کچھ سوچتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا تھا اور عمارت کے کسی قر
میں گھنٹی کی آواز گونجی تھی۔

وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی صدر دروازے پر پہنچی اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھو
پیٹر مچکوف مؤدبانہ انداز میں باہر کھڑا تھا۔

''اندر آ جاؤ......!'' کہتی ہوئی وہ پیچھے ہٹ گئی۔

پیٹر مچکوف پہلے کسی قدر خم ہوا تھا پھر اس نے دروازے کے اندر قدم رکھا تھا۔

وہ اسی کمرے میں آئے جس سے کچھ دیر پہلے فون کیا گیا تھا۔ عورت بیٹھ گئ
نے پیٹر سے بیٹھنے کو نہ کہا۔

وہ مؤدبانہ انداز میں ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

''وہ موٹا آدمی اسٹوڈیو میں موجود ہے۔'' عورت نے اس کی طرف دیکھے بغیر

''تو پھر کیا حکم ہے مادام......؟''

''یہ اُن دونوں سے بہت قریبی تعلقات رکھتا ہے......میں چاہتی ہوں کہ
تجربہ کیا جائے......یہ میرا آخری حربہ ہوگا۔''

''مادام......اس کے لئے چھ ماہ درکار ہوں گے۔''

''پرواہ مت کرو......اور سنو میں اس کہانی سے مطمئن نہیں ہوں۔''

''کس کہانی سے مادام......!''

''جنرل قادری والی کہانی......!'' وہ پُرتفکر لہجے میں بولی۔ ''بہرحال موٹے

میں رکھا ہے......اس سلسلے میں وہی ہمارے کام آ سکے گا۔''

''بہت بہتر مادام......!''

''کوئی نئی اطلاع......؟''

''اس جھیل کو نیوی کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ وہ لوگ بڑی تیزی سے اُس کے گرد
باڑ تعمیر کر رہے ہیں۔ ایسا انتظام ہو رہا ہے کہ وہاں پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔''

عورت زہریلے انداز میں ہنسی......لیکن کچھ بولی نہیں۔

''اور ہاں مادام ایک اطلاع اور بھی ہے......!''

''کیا ہے......؟ رک رک کر باتیں نہ کیا کرو......!'' وہ جھنجھلا گئی۔

''فریدی کی کوٹھی ملٹری کے نرغے میں ہے۔ اس کا اسسٹنٹ بھی غائب ہو گیا۔''

''ان فضولیات میں نہ پڑو۔''

''لیکن مادام......!''

''خاموش رہو......اور سنو......!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''میڈونا کو یہاں بھیج دو......
اب وہ میرا رول ادا کرے گی......وہ میری ہی طرح روانی سے اردو بول سکتی ہے۔''

پھر اس نے پیٹر مچکوف کو بتانا شروع کیا کہ موٹے آدمی کو وہ کس طرح راہ پر لائی ہے۔

''لیکن یہ سب کیوں مادام......؟'' مچکوف نے اُس کے خاموش ہوتے ہی پوچھا۔

''مجھے یقین ہے کہ اُن دونوں میں سے کسی نے بھی قاسم کے ساتھ کسی اجنبی عورت کو
دیکھا تو وہ اس کا تعاقب شروع کر دے گا۔ اس کے علاوہ میری دانست میں فی الحال ان پر ہاتھ
ڈالنے کی اور کوئی تدبیر نہیں......پہلے میری اسکیم کچھ اور تھی لیکن اب میں اس لائن پر کام
کروں گی......پچھلی اسکیم والے تجربے میں یہ آدمی ضائع ہو جائے گا۔''

''میں نہیں سمجھا......!''

''ذہنی طور پر ہمارے کام کا نہیں رہے گا......بہت مالدار آدمی ہے۔ ہو سکتا ہے ہمیں
ل... ضرورت بھی پیش آئے۔''

''مناسب ہے مادام......!''

''بس جاؤ اور میڈونا کو بھیج دو۔''

پیٹر مچکوف چلا گیا اور پندرہ یا بیس منٹ بعد ایک لڑکی اس کمرے میں داخل ہوئی
عورت کا سا قد و قامت اور جسامت رکھتی تھی۔ چہرے کی بناوٹ بھی ایسی ہی تھی کہ
میک اپ بہ آسانی ہوسکتا۔

وہ اُسے ہدایات دیتی رہی اور وہ اُسے بغور سنتی رہی پھر کچھ دیر کے لئے خاموش
ہوگئی۔ لڑکی کسی گہری سوچ میں تھی۔

"کیا تو میری بات نہیں سمجھ سکی......!" عورت نے پوچھا۔

"میں سمجھ گئی مادام......لیکن آپ کی سی مترنم آواز کہاں سے لاؤں گی۔"

"تو اسکی فکر نہ کر......وہ بالکل گاؤدی ہے۔ تیری آواز کی طرف دھیان بھی نہ دے

فرشتی

قاسم نے کئی بار وہاں کی تصاویر دیکھیں اور مسلسل بور ہوتا رہا۔ اُسے بھلا تصاویر
دلچسپی ہوسکتی تھی۔ وہ تو اس نعمت غیر مترقبہ کے لئے یہاں چلا آیا تھا۔ وہ جو خود بخو
مہربان ہوگئی تھی۔

تصاویر سے الجھن بڑھی تو ان کی طرف سے ذہن ہٹانے کی کوشش کرنے ل
مواقع پر وہ عموماً بہ آواز بلند سوچنے لگتا تھا۔

"میں واقئی اکلمند ہوتا جارہا ہوں......وہ بیٹا مجھے اسی کی دھمکی تو دیا کر
جا کر اپنی آپا جان سے جڑ دیں گے۔ اب آ کر جڑیں......میں نے تو جڑ ہی کاٹ
خود ہی بتا دیا کہ میں شادی شدہ ہوں......ہاہاہا......اور وہ بھی ایسی عاشق ہوئی
پرواہ نہیں......واہ رے اللہ میاں......تھینک یو......لیکن اب تک پلٹی کیوں نہیں
بڑی اچھی بات ہے کہ اس کے ماں باپ نہیں ورنہ سالے گھپلا قرار دیتے......لونڈیا
باپ تو ہونے ہی نہ چاہئیں......اور میرا ابھی نہ ہوتا تو کتنا اچھا تھا......!"

پھر وہ خاموش ہوگیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ صدر دروازے کے

اس کا انتظار کرے۔

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا لیکن وہ واپس نہ آئی اور قاسم نے سوچنا شروع کیا کہ کہیں
کوئی گھپلا نہ ہو۔ لیکن ٹھیک اسی وقت باہر سے کسی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی اور وہ دروازہ
کھول کر برآمدے میں نکل آیا۔

تاروں کی چھاؤں میں اس نے کسی کو گاڑی سے اترتے دیکھا۔ وہ خراماں خراماں چلی
آرہی تھی۔ دل بہت زور سے دھڑکا۔

برآمدے میں پہنچ کر وہ ٹھٹکی ہی تھی کہ قاسم بول پڑا۔ "میں ہوں۔"

"اوہ......اندر چلئے۔"

قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑا تھا اور پھر تصاویر والے کمرے میں پہنچ کر ہی دم لیا تھا۔

اس بار وہ ساری کی بجائے جین اور جیکٹ میں آئی تھی۔ قاسم اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

"آپ کی گاڑی یہیں منگوائے لیتی ہوں......کنجی دے دیجئے۔"

"جرور......جرور یہ لیجئے۔" قاسم نے جیب سے اگنیشن کی نکال کر اس کے حوالے کی۔

پھر شائد وہ کنجی کسی اور کے سپرد کرنے باہر گئی تھی اور فوراً ہی واپس آگئی تھی۔

"یہ جگہ پسند آئی۔" اس نے قاسم سے پوچھا۔

"بڑی خوبصورت جگہ ہے۔ واہ واہ......!"

"کیا آپ یہاں ہمیشہ رہنا پسند کریں گے۔"

"قیوں نہیں......لیکن میری ایسی قسمت کہاں؟"

"کیوں؟ کیا آپ میری چیز کو اپنی نہیں سمجھتے؟" وہ لگاوٹ کے ساتھ بولی۔

"یہ بات نہیں......!" قاسم کا دل بھر آیا۔

"پھر کیوں کہی تھی یہ بات۔"

"قچھ نہیں......آپ فکر نہ کیجئے میں جب بہت خوش ہوتا ہوں تو رونے لگتا ہوں۔"

"یہ تو فلسفیانہ حرکت ہوئی۔"

"بس ہوجاتی ہے......میں محبت کا بھوکا ہوں۔"

"بھوکا......!" کہتے وقت اسے اچانک محسوس ہوا جیسے اُسے پھر بھوک لگ رہی ہو۔ یہ

تو بہت بُرا ہوا۔ یہ کیا سوچے گی۔ پھر خیال آیا کہ وہ اس کے کھانے ہی کی ادا پر تو عاشق ہوئی
تھی اور اسکی ایک ایسی تصویر بنانا چاہتی تھی جس میں وہ کھانا کھا رہا ہو۔ بس کھانے کے خیال پر
جو ذہنی رو بہکی تو یہ بھی بھول گیا کہ پہلے کیا باتیں کرتا رہا تھا۔ لہٰذا دو چار بار منہ چلا کر بولا۔

''منگوایئے کھانا اور میری تصویر بنانا شروع کر دیجئے۔''

''ایسی بھی کیا جلدی...... ابھی تو ہم میل محبت بڑھائیں گے۔''

''بڑھایئے۔'' وہ مردہ سی آواز میں بولا اور دفعتاً بہت زیادہ مضمحل نظر آنے لگا۔

''کیوں.....کیا بات ہے۔'' وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔ ''یک بیک آپ مرجھا کیوں گئے۔''

''بھوخ لگ رہی ہے۔''

''اوہو...... کچھ ہی دیر پہلے تو اتنا کھا چکے ہو۔''

اس ریمارک پر قاسم بھنا گیا اور تڑ سے بولا۔ ''دیکھئے اگر مجھ سے محوبت کرنی ہے
میرے کھانے وانے میں گھپلا کرنے کی توشش نہ کیجئے غا۔''

''اچھا سرکار غلطی ہوئی معاف کر دیجئے...... یہاں کھانے کے لئے کچھ نہیں۔ آپ
گاڑی آ جائے تو پھر کہیں چلتے ہیں۔''

''آپ کو میری یہ بات بُری تو نہیں لگی۔'' قاسم نے بوکھلا کر پوچھا۔ پہلے وہ یونہی
میں بولتا چلا گیا تھا۔

''بالکل نہیں۔''

قاسم نے معاملے کو مزید ''برابر'' کرنے کے لئے کہا۔ ''میری بیوی میرے کھانے پ
سے جلتی ہے۔''

''تب تو واقعی وہ آپ سے محبت نہیں کرتی...... مجھے تو بے تحاشہ کھانے والے مرد بہ
اچھے لگتے ہیں۔''

''سچ کہتا ہوں آپ فرشتی ہیں......!'' قاسم نے کہا اور سوچنے لگا۔ شائد وہ غلط بول
ہے لیکن عورت فرشتہ کیونکر ہو سکتی ہے۔ فرشتہ کی مادہ فرشتی تو کہلائے گی......اوہ سب چلتا ہے

''آپ میری معلومات میں اضافہ کر رہے ہیں...... فرشتہ کی تانیث میرے علم میں نہیں تھی

''نہیں بھی ہے تو ہونی چاہئے...... پھر عورت کو کیا کہیں گے......؟''

''عورت کو عورت کے علاوہ اور کچھ کہنا ہی نہ چاہئے۔''

''جی اچھا......!'' قاسم بڑی معصومیت کے ساتھ بولا۔ ''اب نہیں قہوں غا......!''

''آپ واقعی بہت پیارے ہیں۔'' اس نے کہا اور قاسم شرما کر اپنے کوٹ کا دامن مسلنے لگا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ قاسم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس قسم کی گفتگو کرے۔

دفعتاً وہ خود ہی بولی۔ ''کیا آپ کو اپنی بیوی اچھی نہیں لگتی۔''

''زہر لگتی ہے وہ آفت کی پڑیا۔''

''اتنی ناپسند تھی تو شادی ہی کیوں کی تھی آپ نے۔''

''لو اور سنو...... مین نے کی تھی۔''

''پھر......؟''

''ارے میرے جالم باپ نے کی تھی۔ آپ بہت اچھی ہیں کہ آپ کے باپ نہیں ہے۔''

''جی ہاں......!'' وہ ہنس پڑی۔

''اوہو......توبہ...... میں نے قیا قہہ دیا۔''

''کوئی بات نہیں...... میں بھی آپ ہی کی طرح بہت زیادہ آزاد خیال ہوں......!''
نے کہا اور پھر دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

قاسم نے بھی ساتھ جانا چاہا تھا...... لیکن اس نے مڑ کر اُسے وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور
رے سے چلی گئی۔

''قیا مصیبت ہے۔'' قاسم بڑبڑایا۔ ''یہ آخر چاہتی کیا ہے۔''

وہ جلد ہی پلٹ آئی اور مسکرا کر بولی۔ ''آپ کی گاڑی آ گئی۔''

''ہوں...... اچھا...... ایک بات کہوں...... آپ کو بُرا تو نہیں لگے گا۔''

''کہئے...... بُرا لگے گا بھی تو میں اسے اچھا ہی محسوس کرنے کی کوشش کروں گی۔''

''آپ اتنی انگریز انگریز سی کیوں لگتی ہیں؟''

''اوہو...... میں بہت زیادہ رہی ہوں انگلستان میں...... میرے ڈیڈی وہاں تجارت
رتے تھے۔''

''اور ایک بات اور...... میں آپ کو قتی نہیں کہنا چاہتا۔''

"کیوں......بھلا یہ کیا بات ہوئی؟"

"وہ دراصل میں قیمے کی تلی گولیوں کو تی کہتا ہوں۔" قاسم نے کہا اور کسی ندید کی طرح منہ چلانے لگا۔

"اوہو......آپ بھوکے ہیں......میں تو بھول ہی گئی تھی۔ چلئے کہیں چلتے ہیں"

"جرور......جرور......!" قاسم اس سے پہلے ہی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا

کچھ دیر بعد وہ اپنی امپالا ڈرائیو کر رہا تھا اور لڑکی اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھ

سوچ رہا تھا کہ اب دیکھنے والے دیکھ کر جلیں گے۔ ہائے جین اور جیکٹ میں کیسی ہے۔ خدا کرے وہ بیٹا بھی کہیں مل جائے تو مزہ آ جائے......اب میرا کیا بگاڑ سکیں ایسا جلاؤں ایسا جلاؤں کہ بس......!

"ہاں تو آپ کو میرا نام پسند نہیں۔" لڑکی بولی۔ "تو آپ ہی کوئی نام دے دیۓ"

"میں آپ کو نوشابہ کہنا چاہتا ہوں......بڑا اتگڑا نام ہے۔"

"ضرور کہئے......لیکن ہم کہاں جا رہے ہیں؟"

"نیا گرہ......بڑی شاندار جگہ ہے۔"

"مجھے بہت پسند ہے......آپ کا ٹیسٹ لاجواب ہے۔"

"ہی ہی ہی......ارے میں قیا......!"

امپالا تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی۔

حمید چھپتا پھر رہا تھا اور یہ کوئی ایسا دشوار مسئلہ بھی نہیں تھا کہ اُسے کسی قسم کا سامنا کرنا پڑتا......فریدی کی کئی ایسی کمین گاہیں تھیں جن کا علم ان دونوں کے علاوہ نہیں تھا۔ الجھن صرف ایک تھی......وہ یہ کہ ابھی تک خود اسے فریدی کا سراغ نہ

تھا۔ بہت ہی مخصوص نمبروں پر بھی فون کر کے دیکھ چکا تھا لیکن ناکامی ہی ہوئی تھی۔

اس وقت وہ چیتھم روڈ کی اصفہانی ولا کے ایک شاندار فلیٹ میں مقیم تھا اور یہاں پیٹ بھرنے کے علاوہ اور ہر قسم کی آسائشیں میسر تھیں......لہٰذا پیٹ بھرنے کیلئے باہر نکلنا پڑا......

حالات ایسے تھے کہ ریڈی میڈ میک اپ سے کام نہ چلتا......کچھ دیر آئینے کے سامنے محنت کرنی پڑی۔ اس کے بعد وہ سوچنے لگا کہ دن بھر کی کوفت اور بوریت کہاں دور کی جائے۔

سوچتے سوچتے نیاگرا کی ٹھہری......یہ جگہ شہر سے دور تھی اس لئے وہاں وہ اطمینان سے وقت گزار سکتا تھا۔ اصفہانی ولا کے گیراج میں ان کی ایک جیپ بھی رہتی تھی۔

حمید نے کنجی جیب سے نکالی اور نیاگرا کی طرف روانہ ہو گیا۔

رات بڑی خوشگوار تھی......تھوڑی ہی دیر بعد وہ شہر کے باہر کھلی ہوا میں پہنچ گئے۔

دن بھر کی کوفت کے متعلق وہ اب کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ جیپ تیز رفتاری سے نیاگرا والی سڑک پر دوڑتی رہی۔

نیاگرا پہنچ کر گاڑیوں کی تعداد سے اس نے اندازہ لگایا کہ اندر بہت بھیڑ ہو گی۔

ڈائننگ ہال میں آیا......کوئی میز خالی نہ دکھائی دی۔ وہ کاؤنٹر کے قریب ہی رک گیا تھا۔

اتنے میں کچھ اور لوگ بھی اسی کے قریب آ کھڑے ہوئے۔ تیز قسم کی خوشبو حمید کا ذہن سہلا گئی۔ اس نے بائیں جانب دیکھا اور دم بخود رہ گیا......وہ ایسی ہی دلکش لڑکی تھی۔ جین اور جیکٹ میں اور بھی دلکش معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن......لیکن......یہ قاسم......اس کے برابر ہی قاسم نظر آیا اور وہ ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی تھی......دل میں سانپ لوٹ گیا۔ لیکن مل بیٹھنے کی کیا صورت ہو گی۔ اس نے سوچا وہ تو میک اپ میں ہے......دفعتاً قاسم نے لڑکی سے کہا۔ "یہاں تو ساری میزیں گھری ہوئی ہیں......چلئے کہیں اور چلیں۔"

"کہیں اور چلنے میں بہت وقت صرف ہو گا......چلئے ریکریئیشن ہال میں چلیں۔"

حمید تیزی سے ریکریئیشن ہال کی طرف جھپٹا......عجیب اتفاق تھا کہ جس گیلری میں وہ داخل ہوا تھا اور اُن کے بھی وہیں آنے کی توقع کی جا سکتی تھی۔ اس میں صرف ایک ہی میز خالی نظر آئی......حمید تیزی سے اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ قریب پہنچا لیکن بیٹھا نہیں بلکہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا۔

وہ دونوں بھی اسی گیلری میں داخل ہوئے اور انہوں نے بھی اُسی میز کو تاڑا۔

اب وہ آہستہ آہستہ ٹہلتے ہوئے اس میز کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جیسے ہی قریب پہنچے حمید نے بڑی پھرتی سے اس پر قبضہ جمالیا۔

"ارے رے...... اَغے......!" قاسم آنکھیں نکال کر ہکلایا۔ لڑکی کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آئے۔

حمید دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ لڑکی نے مڑنا چاہا لیکن قاسم اس کا بازو پکڑ کر روکتا ہوا بولا۔ "ٹھہریئے...... پہلے ہم نے دیکھا تھا۔"

"نہیں...... نہیں...... کہیں اور دیکھتے ہیں۔" لڑکی بولی اور حمید چونکنے کی ایکٹنگ کرتا ہوا ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"جناب! ہم آرہے تھے یہاں......!" قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

"تو تشریف رکھئے......!" حمید نے اٹھ کر بڑی شائستگی سے کہا۔

"نہیں شکریہ......!" لڑکی بولی۔

"اگر آپ تنہا بیٹھنا چاہیں تو میں یہ میز چھوڑ بھی سکتا ہوں...... ویسے دوسری گیلری میں بھی کوئی میز خالی نہیں ہے...... میں نے شام ہی سے ریزرو کرائی تھی۔"

"کیا خیال ہے......!" لڑکی نے قاسم سے پوچھا۔

"ہم اکیلے بیٹھیں گے۔"

"یہ بُری بات ہے ڈیئر...... یہ بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔"

"انہیں آدمی کون کہے گا......!" قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا کیونکہ حمید اس میک اپ میں بڑا اسمارٹ لگ رہا تھا۔

"جانور ہی سمجھ کر میری دعوت قبول کر لیجئے جناب۔ ورنہ میں تو میز چھوڑنے پر بھی تیار ہوں۔"

"چلو بیٹھ جاؤ......!" لڑکی نے قاسم کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "ایک شریف آدمی ہم سے استدعا کر رہا ہے۔"

"شریف......!" قاسم نے بُرا سا منہ بنا کر حمید کو گھورتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ لڑکی اس کے برابر بیٹھی تھی اور پھر حمید بھی بیٹھ گیا تھا۔

آرکسٹرا مدھم سروں میں جاز بجا رہا تھا۔ ابھی رقص کے لئے موسیقی نہیں شروع ہوئی تھی۔ ہو سکتا تھا کہ اس سے قبل کچھ راؤنڈ ہو چکے ہوں۔

ان کے بیٹھ جانے کے بعد حمید نے ان سے بے تعلقی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کوئی غیر ملکی زبان بول رہے ہوں۔ ان کی زبانوں سے نکلے ہوئے الفاظ اس کے لئے کوئی معنی ہی نہ رکھتے ہوں۔"

دفعتاً لڑکی نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔ "کیا آپ ہماری دعوت قبول کریں گے۔"

"جیسی آپ کی مرضی! میں تو بے عذر آدمی ہوں۔" حمید نے مسکرا کر بڑی شائستگی سے کہا۔ پھر اس نے کنکھیوں سے قاسم کی طرف دیکھا جو اسے جلے کٹے انداز میں مسلسل گھورے جا رہا تھا۔ اس کے جواب پر وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے بھی لگا تھا۔

"تم کیا کھاؤ گے ڈیئر......!" لڑکی نے قاسم سے پوچھا۔

"جو مل جائے......!" قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

"ملنے کو تو یہاں ہاتھی کے سری پائے بھی مل سکتے ہیں۔" حمید بولا۔

"جی قیا پھر مایا... ہاتھی کے سری پائے؟ تو گویا میں ہاتھی کے سری پائے کھاؤں غا!"

حمید سنی ان سنی کر کے لڑکی سے بولا۔ "پچھلے سال میں نے قاہرہ میں اونٹ کے سری پائے کھائے تھے۔"

"اَمے جاؤ...... مچھروں کے سے ہاتھ پاؤں لئے پھرتے ہو...... اونٹ کے سری پائے کھائے تھے...... ہونہہ......!"

"آپ کبھی قاہرہ گئی ہیں......!" حمید نے پھر اُسے نظر انداز کر کے لڑکی سے پوچھا۔

"کیوں ڈیئر...... ہم تم پچھلے ہی سال تو قاہرہ گئے تھے۔" اُس نے قاسم سے پوچھا۔

"بلقل بلقل...... اور ہمیں کہیں بھی اونٹ کے سری پائے نہیں ملے تھے۔ یہ آدمی جھوٹا ہے۔" قاسم نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کہا۔

"ہمیں کسی کی دل آزاری نہ کرنی چاہئے ڈیئر......!"

"کھیر جیسے تمہاری مرضی۔ میں نہیں بولوں غا......!"

"آپ ضرور بولئے جناب آپ کا بولنا کانوں کو آوازوں کا سرکس محسوس ہوتا ہے۔"

حمید نے مسکرا کر کہا۔

"قیا مطلب ہوا اس بات کا......!" قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

"ڈیئر ان باتوں میں الجھنے سے بہتر یہ ہوگا کہ تم کاؤنٹر پر جا کر آرڈر لکھوا آؤ......میز نمبر کا حوالہ دے دینا...... پتہ نہیں کیوں دور دور تک کوئی ویٹر نہیں دکھائی دیتا......!" لڑکی نے قاسم سے کہا۔

قاسم کا حلیہ پھر بگڑ گیا......ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے لڑکی کا مشورہ گراں گزرا ہو۔

"جی ہاں یہ تو ہے۔" حمید بولا۔ "ریکریئشن ہال میں کھانا طلب کرنے کے لئے کاؤنٹر ہی پر آرڈر درج کرانا پڑتا ہے...... یہاں ویٹر صرف مشروبات کے آرڈر لیتے ہیں۔"

"ہم مشروبات ہی کھالیں گے۔" قاسم اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"مشروبات سے مراد پینے کی چیزیں ہیں۔" حمید نے بڑی شائستگی سے کہا۔

"بڑے قابل کی دُم نہ بنو! ہم نے بھی گھاس نہیں کھودی۔ ہاں......!"

"تم جھگڑتے ہو...... میں جارہی ہوں۔" لڑکی اٹھتی ہوئی بولی۔

"قہاں......؟"

"آرڈر بک کرانے......!"

"ٹھیخ ہے......!" قاسم نے پراطمینان لہجے میں کہا۔ لڑکی اٹھ کر چلی گئی اور قاسم نے پھر حمید کو گھورنا شروع کر دیا۔

"آپ مجھ سے کچھ ناراض معلوم ہوتے ہیں جناب۔" حمید مسمسی صورت بنا کر بولا۔

"اَمے تم خدائی فوجدار ہو! خامخاہ سر پر سوار ہوگئے۔ جان نہ پہچان خالا جان......!"

"آپ کچھ بھول رہے ہیں۔"

"ٹھینگے سے......تم کھاموش رہو۔"

دفعتاً کوئی سخت سی چیز حمید کے بائیں پہلو میں چبھی اور وہ بیساختہ چونک کر مڑا...... ایک آدمی اس سے لگا کھڑا تھا اور اس کی آنکھوں میں دیکھے جارہا تھا۔

"خاموشی سے اٹھ چلو......!" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "میری پینٹ کی جیب میں ریوالور ہے۔"

اس کا داہنا ہاتھ پتلون کی جیب میں تھا......اور حمید کے پہلو میں چبھنے والی چیز ریوالور ہی ہوسکتی تھی۔

حمید خاموشی سے اٹھ گیا۔ وہ دونوں نکاسی کے دروازے کی طرف بڑھے اور اجنبی بولا۔ "...اور بے آواز ہے......اور میں جیب سے بھی صحیح نشانہ لے سکتا ہوں......لہٰذا چپ چاپ چلتے رہو۔"

اسی طرح چلتے ہوئے وہ عمارت سے باہر نکل آئے......اب اجنبی حمید کو پارکنگ شیڈ کی طرف لے جارہا تھا۔

سیکڑوں روپ

کیپٹن حمید کو فوری طور پر سوچنا پڑا...... عالیہ نریمان اچھی طرح واقف تھی کہ اس کے اور قاسم کے درمیان اس نوعیت کی چھیڑ چھاڑ جاری ہی رہتی تھی۔ وہ عالیہ نریمان جس کی تصویر دیکھ کر فریدی نے پچھلے سارے معاملات کی اہمیت ہی سے انکار کردیا تھا...... ہر چند کہ اس نے اس پرانی شناسائی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا......لیکن یہ ضرور کہتا رہا تھا کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے اس پر یقین نہ رکھنا چاہئے۔

حمید پوری پوری ہوشیاری سے چل رہا تھا۔ اجنبی پر تو ظاہر کر رہا تھا کہ جیسے وہ اُس سے مرعوب ہو......لیکن حقیقتاً اس تاک میں تھا کہ اُسے ذرا سا بھی غافل پائے اور حملہ کر بیٹھے......اس نے ایک گاڑی کے قریب رکنے کو کہا...... اور بولا۔ "چالاک بننے کی کوشش کروگے تو فائر کردوں گا...... خاموشی سے بیٹھ جاؤ......ڈرائیو بھی تم ہی کروگے۔"

بڑی عجیب سچویشن تھی...... ہنگامہ برپا کرتا تو خود اس کے بھی دھر لئے جانے کے امکانات تھے۔ فریدی سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی تھی کہ آئندہ کیلئے راہ عمل کا تعین ہوسکتا۔

وہ دانت پیستا ہوا اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھ گیا...... کنجی اگنیشن میں موجود تھی
فوراً ہی انجن اسٹارٹ کردیا...... مقصد یہ تھا کہ وہ اس آدمی کو گاڑی میں نہ بیٹھنے
لیکن وہ تو گیئر بدلنے سے پہلے ہی پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا تھا۔

''ایک بار پھر آگاہ کررہا ہوں کہ تیزی دکھانے کی کوشش مت کرنا۔'' وہ پچھلی
غرایا۔

''کان نہ کھاؤ......!'' حمید جھلا کر بولا۔ ''تم پتہ نہیں کون ہو......اور کیا چاہ

''یقین کرو! میں تمہیں کوئی شریف آدمی نہیں سمجھتا۔'' پچھلی سیٹ سے آ

''صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تم پہلے بھی ایسے حالات سے گزر چکے ہو۔ کوئی سیدھا سادھا
ہی نہیں سکتا کہ پتلون کی جیب سے استعمال کیا جانے والا ریوالور کیا ہوتا ہے۔''

''سمجھا......تم پٹو کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔'' حمید نے پہلے کئی بار کا آزما
یہاں بھی آزمانے کی کوشش کی۔

''اچھا تو پھر......؟''

''لیکن پٹو کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب میرا رستم جی سے کوئی تعلق نہیں۔ پچھلے دنوں
سونا کسٹم والوں نے پکڑا ہے اسکے سلسلے میں اس نے مجھ پر اور شکور پر الزامات عائد کئے

''میں سن رہا ہوں......تم گاڑی بیک کر کے شیڈ سے نکالو......!''

''نکال رہا ہوں اور اب میں تم سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں ہوں۔ میں
سے ملنا چاہتا تھا۔ رستم جی کے خلاف میرے سینے میں لاوا اُبل رہا ہے۔''

''کیوں......آخر کیا بات ہوگئی......ہاں......گیٹ سے نکال کر بائیں جانب چلو

حمید نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے اسے دل ہی دل میں ایک
گالی دی اور بتائی ہوئی راہ پر گاڑی کو لگاتا ہوا بولا۔ ''میں بیان نہیں کرسکتا کہ رستم
سؤر ہے......چار سال پہلے کی بات ہے کہ ہم دونوں ہی فٹ پاتھوں پر راتیں گزا
تھے......اور آج وہ مجھے کتوں سے بھی بدتر سمجھتا ہے......اپنے ہتھکنڈوں سے
ہی دوستوں کا آقا بن بیٹھا......کتا......تھو......اب میں پٹو کو بتا سکتا ہوں
معاہدوں کے باوجود بھی اس کے خلاف کیا کچھ نہیں کرتا رہا......!''

''اگلے چوراہے سے داہنی جانب موڑ لینا......!'' پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

حمید اس بار بلند آواز میں اُسے گالی دیتے دیتے رہ گیا۔ چوراہے سے گزر کر اس نے
بتائی ہوئی سڑک پر گاڑی موڑ دی۔

''بولتے رہو......تم خاموش کیوں ہوگئے۔!'' پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

''بس تم مجھے پٹو کے سامنے پیش کرو......وہیں باتیں ہوں گی۔''

''اچھی بات ہے......!'' پچھلی سیٹ سے آواز آئی اور حمید نے محسوس کیا کہ وہ سڑک
اُسے ساحل سمندر کی طرف لے جارہی ہے۔

''ذرا تیز چلو......!'' اجنبی نے کچھ دیر بعد کہا۔

سڑک سنسان تھی۔ حمید نے ایکسلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔
کسی طرح کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اونچی آواز میں کہا۔

''میں پیشاب کروں گا۔''

''واقعی جیالے ہو......بہت دیر بعد ضرورت محسوس کی۔'' پشت سے طنزیہ ہنسی کے
ساتھ کہا گیا۔

''اچھی بات ہے۔'' حمید بھنا کر بولا۔ ''میں گاڑی روک رہا ہوں تم فائر کردو۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں فائر نہیں کروں گا......کیا ہاتھا پائی کرنا چاہتے ہو۔''

''کچھ بھی ہو......!'' حمید نے رفتار کم کر کے بریک لگائے اور انجن بند کردیا۔

''اور اب شولڈر ہولسٹر سے ریوالور نکال لو......!'' اجنبی مضحکہ اڑانے والے لہجے میں
بولا اور اُس نے اندر کی لائٹ کا سوئچ آن کردیا۔

وہ بڑے اطمینان سے خالی ہاتھ بیٹھا تھا۔

اب حمید نے اس کا بالتفصیل جائزہ لیا۔

اس کی پیشانی پر زخم کا گہرا نشان تھا......چہرے سے بے پناہ توانائی ظاہر ہوتی تھی۔
شانے چوڑے تھے۔ گھنی بھنوؤں کے نیچے سرخ سرخ آنکھیں خوفناک لگتی تھیں۔ وہ اسے
گھورے جارہا تھا اور حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہی ہو۔

''بولو......کیا ارادہ ہے......!'' اجنبی غرایا۔

''تت......تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔''

''اچھا تو سنو......! تم مادام اولیویا نارمن کے قیدی ہو۔''

''میں کسی اولیویا نارمن کو نہیں جانتا۔'' حمید نے متحیرانہ لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کی۔

''لیکن وہ تمہیں جانتی ہے۔'' اجنبی نے کہا اور جیب سے کوئی چیز نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا ''یہ دیکھو......یہ ہے اُس کا ثبوت۔''

• حمید غیر ارادی طور پر آگے جھکا اور اجنبی کا بڑھا ہوا ہاتھ اس کی ناک سے ٹکرا گیا۔

پھر تو ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے اس کی ناک میں مرچوں کا باریک سفوف جھونک دیا ہو۔ کھوپڑی جل اٹھی اور سینے میں آگ سی لگ گئی۔ پھر اس کا دم گھٹنے لگا۔

اس کے بعد کا اُسے ہوش ہی نہیں کہ پھر کیا ہوا تھا۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو خود کو ساحل سمندر پر پڑا پایا......چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی لیکن سورج نکلے دیر نہیں ہوئی تھی۔ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور کپڑوں سے ریت جھاڑنے لگا۔

اس کے بائیں طرف تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بوڑھا آدمی اپنی چھڑی ریت میں گاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لباس سے ذی حیثیت معلوم ہوتا تھا۔ حمید اس کی طرف بڑھا۔ بوڑھے نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر چھڑی پر زور صرف کرنے لگا تھا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟'' حمید نے اونچی آواز میں اُسے مخاطب کیا۔

اس نے پھر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور انگریزی میں بولا۔ ''تم کیا کہہ رہے؟ میں نہیں سمجھ سکتا۔''

اب اس نے غور کیا۔ بوڑھے کی آنکھیں کرنجی تھیں اور وہ کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتا تھا۔

''تم کون ہو......؟'' حمید نے اس بار اسی کی زبان استعمال کی۔

''میں آدمی ہوں......!''

''لیکن یہ کیا حرکت ہے؟''

''ورزش کر رہا ہوں......تم کون ہو......یہاں کیوں پڑے سو رہے تھے۔ میرے جھونپڑے میں چلے آئے ہوتے۔''

''اب چلا چلوں گا......میری نیند ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اس جگہ کا کیا نام ہے۔''

''پانچ سال سے میں یہاں مقیم ہوں لیکن میں بھی نہیں جانتا۔''

''شہر یہاں سے کتنی دور ہے۔''

''کس شہر کی بات کر رہے ہو؟''

حمید نے اُسے گھور کر دیکھا اور اس کے دوبارہ استفسار پر شہر کا نام لیا۔ وہ ہنسنے لگا اور

''اب ملک کا نام بھی بتاؤ......اس ملک میں تو اس نام کا کوئی شہر نہیں ہے۔''

''تم شائد بہت خوش مزاج آدمی ہو۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔ ''خیر اب مجھے اپنے جھونپڑے میں لے چلو۔''

''ورزش مکمل کرلوں تو چلوں.....ویسے تمہیں جلدی ہو تو اُدھر چلے جاؤ۔'' اس نے ایک جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''وہاں میری بیٹی ہوگی۔ اس سے کہنا تمہارے باپ کا مہمان ہوں۔''

حمید بتائی ہوئی سمت میں چل پڑا۔ چڑھائی تھی......اوپر پہنچ کر لکڑی کے لٹھوں سے بنا ہوا ایک چھوٹا سا مکان دکھائی دیا جس کے دروازے پر ایک لڑکی اسٹول ڈالے بیٹھی تھی۔ بچیس سال کی رہی ہوگی۔ صحت مند اور دلکش تھی۔ حمید کو دیکھ کر اچھل پڑی اور چیختی ہوئی آواز میں قہقہہ لگا کر بولی۔ ''بالآخر......خدا نے کوئی جہاز ادھر بھیج دیا۔''

پھر بڑی گرم جوشی سے وہ حمید کی طرف بڑھی تھی اور قلقاریاں مارتی ہوئی بولی تھی۔

''میرے پاپا اُدھر کنارے پر ہیں۔''

''تمہارے پاپا ہی نے مجھے اپنا مہمان بنا کر یہاں بھیجا ہے۔''

''اچھا......اچھا......اور لوگ کہاں ہیں؟''

''میں تنہا ہوں محترمہ......!''

''جہاز تو ہے؟''

''کیسا جہاز......میں نے تو خود کو ساحل پر پڑا پایا تھا۔''

''اوہ......!'' وہ ایک دم رنجیدہ ہوگئی۔

حمید نے چاروں طرف نظر دوڑائی دور دور تک اس مکان کے علاوہ اور کوئی مکان نہ دکھائی دیا۔

''میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ کیا آپ مجھ سے بیٹھنے کو بھی نہ کہیں گے۔ آپ
ساحل پر ورزش کر رہے ہیں۔''

''ہوں...... آؤ...... اندر آؤ...... اب ہمارے پاس بھی راشن ختم ہو رہا ہے
کے بعد کچھ پتہ نہیں کیا ہو۔''

وہ حمید کو اندر لے آئی...... یہاں کئی اسٹول پڑے ہوئے تھے۔ شائد اس کر
بیٹھک کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

''بیٹھ جاؤ......!'' وہ مردہ سی آواز میں بولی۔ ''تم بھوکے بھی ہوگے۔ وہ لوگ
ظالم ہیں۔ پتہ نہیں کون ہیں۔ شائد اس ویران جزیرے کو زبردستی بسانے کی کوشش کر رہے

''کچھ کھانے کو ہو تو کرم کرو......!''

''اچھا میں ابھی آتی ہوں......!'' وہ بڑی بے دلی سے چلتی ہوئی مکان کے د
حصے میں چلی گئی۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کسی جال میں آ پھنسا ہے۔

تھوڑی دیر بعد بوڑھا آدمی بھی چھڑی ٹیکتا ہوا وہاں آ پہنچا۔

''تمہیں حیرت ہو رہی ہوگی۔'' بوڑھا بولا۔ ''پانچ سال سے یہاں پڑا ہوں...
رات ہم لوگ اچھے بھلے اپنے گھر میں سوئے تھے...... صبح آنکھ کھلی تو یہاں ریت
تھے۔ اس چھوٹے سے جزیرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔''

''کھانے پینے کا کیا ہوتا ہے؟''

''یہ میں نہیں جانتا...... جو چیز کم ہوتی ہے ختم ہونے سے پہلے ہی آ جاتی ہے۔''
کس کے قیدی ہو......؟''

''قیدی......؟ ہوش کی دوا کرو...... عیش کر رہا ہوں یہاں، فکر ذرا جینی کی
اسکی طرف سے بھی بے فکری ہوگئی۔ آسمان والے نے آخر کار اس کا بھی جوڑا بھیج دی

''جی......؟'' حمید نے اس طویل ''جی'' کے ساتھ آنکھیں نکالیں اور اپنی
سہلانے لگا۔

''وہ بڑی اچھی لڑکی ہے...... بہت اداس رہتی ہے...... اب اس کا جی بہل ج

میں بوڑھا آدمی اُس کے لئے کیا کر سکتا ہوں۔''

''تم نے کبھی یہاں سے نکلنے کی کوشش نہیں کی۔''

''کوشش......؟ اگر اس کی توقع ہو کہ میں سمندر میں چھلانگ لگا کر تیرتا ہوا آئرلینڈ پہنچ
جاؤں گا تو میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔''

''بہر حال تم اپنی حالت پر مطمئن ہو۔''

''بہت زیادہ...... اپنے گھر پر ہوتا تو کبھی کا مر چکا ہوتا اور اخبارات میں خبر چھپتی کہ
یہ مقروض نے تقاضوں سے تنگ آ کر خودکشی کر لی!''

''ہوں......!'' حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔

بوڑھا بھی خاموش تھا۔ اتنے میں لڑکی ایک پلیٹ میں کھانے کے لئے کچھ لائی۔
دوسرے ہاتھ میں کسی مشروب کا گلاس تھا۔

''کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔'' بوڑھے نے کہا اور پھر باہر چلا گیا۔

لڑکی نے ایک اسٹول پر گلاس اور پلیٹ رکھ دیا اور اُسے حمید کے قریب کھسکا لائی۔

''پہلے تم بہت خوش ہو کر ملیں تھیں اور اب اتنی اداس ہوگئی ہو۔'' حمید بھرائی ہوئی آواز
میں بولا۔

''میں سمجھی تھی شائد کوئی جہاز ادھر آ نکلا ہے اور قید تنہائی سے نجات ملے گی۔''

''آخر کس جرم کی پاداش میں تمہیں یہاں لا پھینکا گیا ہے۔''

''میں کچھ نہیں جانتی...... کیا پاپا نے تمہیں نہیں بتایا۔''

''میں کس طرح یقین کر لوں کہ ایک بے گناہ آدمی ایک رات اپنے گھر سوئے اور
دوسری صبح کسی ویران جزیرے میں پایا جائے۔''

''تم نے کون سا جرم کیا ہے...... تم یہاں کیوں پائے جا رہے ہو۔''

''میرا کچھ لوگوں سے جھگڑا ہوا تھا...... لڑائی کے دوران میں بے ہوش ہو گیا دوبارہ
آنکھ کھلی تو خود کو یہاں پایا۔''

''ہمارے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔'' اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور ناگواری
سے دروازے سے باہر گھورنے لگی۔

"کیا تم مادام اُولیویا نارمن سے واقف ہو۔" حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"نہیں......!"

"تمہارے پاپا......؟"

"میں نہیں جانتی انہیں سے پوچھ لو۔" اس نے کہا اور بوڑھے کو آواز دی۔

"کیا بات ہے؟" اس نے باہر ہی سے پوچھا اور چھڑی ٹیکتا ہوا اندر آیا۔

"یہ کچھ پوچھ رہے ہیں۔"

"میں یہ پوچھ رہا تھا......!" حمید بول پڑا۔ "کیا آپ لوگ کسی مادام اولیا سے واقف ہیں۔"

بوڑھے کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں......شائد وہ حافظے پر زور دے رہا تھا نے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ "میں کسی اُولیویا نارمن سے واقف نہیں۔"

❖

وہ دیوانہ نیگرو مادر زاد برہنہ شہر کے سب سے بارونق اور گنجان آباد علاقے کی دوڑتا پھر رہا تھا......بچے اس کے پیچھے تالیاں بجا رہے تھے اور سمجھدار لوگ شہر کے کے ذمہ داروں کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔

بالآخر اس پر پتھر چلنے لگے......عجیب سا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ وہ افراتفری مچی رک گیا اور جب ٹریفک رکنے لگا تو انہیں بھی اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ جن کے ذمہ کی حفاظت تھی......پتہ نہیں کس گاڑی میں کون ہو اور ان کی غفلت پر انہیں رگڑ ڈالے

لحیم شحیم نیگرو کو گھیرا جانے لگا......لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اُسے پکڑ کوشش کرتا......اس کے آگے وہ سپاہی بونے نظر آتے تھے۔

پھر یہ سوچا گیا کہ بہت سے لوگ بیک وقت لپٹ پڑیں......اور اُسے قابو میں

اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے جائیں۔ پندرہ بیس آدمی ہمت کر کے آگے بڑھے......وہ کسی بگڑے ہوئے ہاتھی کی طرح چنگھاڑتا رہا تھا۔

ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جس کے ہاتھ میں قلم تراش چاقو تھا......اس نے اتنی صفائی سے اس دیوانے کے بازو پر اس سے شگاف دیا کہ کسی کو علم نہ ہوسکا......اس کے بعد وہ اس دھا چوکڑی والی بھیڑ سے الگ ہوگیا تھا۔

وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا دوسری جانب والے فٹ پاتھ تک آیا اور یہاں سے ایک گاڑی میں بیٹھ کر چیتھم روڈ پر مڑ گیا۔ پھر دوبارہ اس کی گاڑی ے پول ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں رکی تھی۔ گاڑی سے اُتر کر وہ سیدھا ڈائننگ ہال میں آیا۔

کاؤنٹر کے قریب رک کر اس نے میزوں کا جائزہ لیا تھا اور پھر ایک گوشے والی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔

"میں اپنا کام کر آیا ہوں......موسیو مچکوف......!" اس نے میز کے قریب پہنچ کر کہا۔

"خوب......تو پھر چلو......!" پیٹر مچکوف اٹھتا ہوا بولا۔ "بعد کے حالات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ مادام کی طرف سے تمہیں کوئی بڑا انعام ملے گا۔ اگر تم نے یہ کام خوش اسلوبی سے کیا ہوگا۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ پیٹر مچکوف اس کے ساتھ باہر آیا......دونوں گاڑی میں بیٹھے اور اسی طرف روانہ ہوگئے۔ لیکن وہ اس سڑک پر نہیں جاسکے تھے۔

ایک ڈیوٹی کانسٹیبل نے انہیں روک کر بائیں جانب مڑ جانے کو کہا تھا۔

"اُدھر ٹریفک بند ہے۔" اس نے کہا۔

"کیوں......؟" پیٹر مچکوف کے ساتھی نے پوچھا۔

"کچھ گڑبڑ ہے......بہرحال آپ لوگ اُدھر سے جائیے۔"

گاڑی بائیں جانب والی گلی میں موڑ دی گئی۔ اب وہ پیدل ہی اس سڑک کی جانب چل پڑے تھے۔ جس پر پاگل نیگرو کو گھیرا گیا تھا۔

وہاں انہیں دور تک جم غفیر نظر آیا۔ پولیس والے بھیڑ ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔

"تم معلوم کرو کیا ہوا......!" پیٹر مچکوف نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ آگے بڑھ کر

بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

پیٹر مچکوف ایک شوروم کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ اردو اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔ لیکن بولنے پر قادر نہیں تھا۔ اُس نے آس پاس کھڑ
ہوئے لوگوں کی باتوں کی طرف کان لگا دیئے۔

کوئی کہہ رہا تھا۔ ''میاں وہ کوئی بدروح تھی...... خدا کی پناہ...... میں نے کبھی بھڑا
ہاتھی نہیں دیکھا...... لیکن وہ ایسا ہی ہوتا ہوگا۔''

''پندرہ بیس چپٹ گئے تھے......!'' دوسری آواز سنائی دی۔

''اور اُس نے سبھوں کو روند کر رکھ دیا۔'' تیسری آواز آئی۔

اتنے میں ایک آدمی دوڑتا ہوا ان کے قریب سے گزرا...... اس نے انہی لوگوں سے
تھا۔ ''رحیم بھی تھا...... وہ بھی کچلا گیا......!''

اور وہ لوگ اس کے پیچھے دوڑتے چلے گئے۔

پیٹر مچکوف جیب سے پائپ نکال کر اس میں تمباکو بھرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پہلی اطلاعات سے مختلف باتیں سنیں۔ ایک آدمی دوسرے
کہتا ہوا گزرا تھا۔ ''اس نے ان سبھوں کو مار ڈالا۔ دونوں ہاتھوں میں خنجر پکڑے ہوئے تھا۔''

پھر کچھ لوگ کہتے گزرے۔ ''وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں قرب قیامت کی دلیل ہوا
میں نے غاصبوں کو مار ڈالا۔''

پیٹر مچکوف نے پائپ سلگا کر دھوئیں کے مرغولے چھوڑے اور پُرتفکر نظروں سے
سمت دیکھتا رہا جدھر اس کا ساتھی گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آ گیا اور بولا۔ ''چلئے موسیو...... میں پوری رپورٹ پیش کروں گا

پیٹر مچکوف خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگا۔

وہ گاڑی تک آئے۔ لیکن اس دوران میں کوئی کچھ بولا نہیں تھا۔

پیٹر کا ساتھی گاڑی کو دوسری سڑک پر لگا دینے کے بعد بولا۔ ''گیارہ آدمی مر
ہیں...... اور وہ صاف نکل گیا۔''

''نکل گیا......؟''

نمبر 35

''ہاں موسیو......!''

''اوہ تو گاڑی تیز چلاؤ...... مجھے نصیری بورڈنگ کے قریب اتار کر سیدھے اپنی جگہ پہنچ جانا۔''

''بہت بہتر موسیو۔''

کچھ دیر بعد اس نے گاڑی بتائی ہوئی جگہ پر روک دی اور پیٹر مچکوف اتر گیا۔

کچھ دیر وہ سڑک کے کنارے ہی کھڑا رہا تھا۔ پھر جب گاڑی نظروں سے اوجھل ہو گئی
تو وہ بائیں جانب والی گلی میں مڑ گیا تھا۔

گلی کی عمارات میں سے ایک کے صدر دروازے کی کال بل کا بٹن دباتے وقت اس
نے پائپ سے جلا ہوا تمباکو جھاڑا اور اُسے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ لیکن جس نے دروازہ کھولا تھا اس کے چہرے سے
ایسے آثار نظر آئے جیسے پیٹر مچکوف کی شکل میں ملک الموت سے ملاقات ہو گئی ہو۔

مضطربانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر اس نے پیٹر مچکوف کے لئے راستہ چھوڑا تھا۔

''کہو کیا خبر ہے۔'' پیٹر مچکوف نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

دوسرا آدمی اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا اور پھر سختی
سے ہونٹ بھینچ لئے۔

پیٹر مچکوف راہداری طے کر کے ایک کمرے میں آیا۔

دروازہ کھولنے والا بھی اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔

''تم نے بتایا نہیں......!'' پیٹر مچکوف کمرے میں پہنچ کر اس کی طرف مڑا۔ ''بتانے
کے لئے کچھ بھی نہیں ہے جناب۔'' اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''ہم اسے پکڑنے میں
ناکام رہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''ہم دنیا کی آخری حد تک اس کا پیچھا کرتے لیکن......!''

''بکو جلدی سے...... لیکن کیا......؟''

''ہم اُسے گھیرے میں لے کر کسی مناسب سے مقام پر اُسے قابو میں کرنا چاہتے تھے
کہ اچانک ایک ٹرک اس کے قریب سے گزرا...... سڑک سے اس پر جال پھینکا گیا...... وہ

الجھ کر گرا اور جال سمیت ٹرک میں کھینچ لیا گیا...... ہم سمجھے شائد آپ ہی نے کوئی دور
کر لیا ہے۔ لیکن پھر بھی ہماری گاڑیاں اس ٹرک کا تعاقب کرتی رہیں اور پھر جب
سے ہماری گاڑیوں پر فائر ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ کوئی دوسرے ہی لوگ ہوں گے۔

''ہوں...... اور اس فائرنگ کے بعد تم لوگ وہاں سے بھاگ نکلے۔'' پیٹر غرایا۔

''نہیں موسیو...... بلکہ وہاں سے ایک گز بھی آگے نہیں جا سکے تھے۔''

''کیا مطلب......؟''

''انہوں نے ہماری گاڑی کے ٹائروں پر فائر کئے تھے اور انہیں بیکار کر دیا تھا۔''

''پولیس......!''

''میں سوچ بھی نہیں سکتا موسیو! پولیس کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ان طریقوں
ہماری گاڑیوں پر فائر کرنے کے بعد بھاگ نہ جاتے...... اگر ہم ایسے ہی مشتبہ تھے تو
بھی فوراً ہی گرفتار کرنے کی کوشش کی جاتی۔''

''ایڈیٹ......!'' وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا اور بڑی تیزی سے دروازے کی طرف
پھر پلٹا اور پوچھا ''گاڑی موجود ہے۔''

''ہاں...... موسیو...... باہر کھڑی ہے۔''

''کنجی......!''

اس آدمی نے جیب سے کنجی نکال کر اُس کے حوالے کی۔ پھر شائد اُس نے
میں دوڑتے ہوئے راہداری طے کی تھی۔ سیاہ رنگ کی گاڑی گلی میں کھڑی نظر آئی......
اور طوفان کی طرح وہ وہاں سے روانہ ہوا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے موت تعاقب کر رہی ہو...... جلد ہی گاڑی شہر کی حدود
نکل آئی اور اس کے بعد رفتار کا کیا پوچھنا...... سمت مقابل سے آنے والی گاڑیوں کو
نہیں دے رہا تھا۔ انہیں ہی کم رفتاری سے دوسری جانب کچے میں اترنا پڑ رہا تھا۔

گاڑی تارجام والی سڑک پر جا رہی تھی۔ پھر وہ نصیر آباد والی سڑک پر مڑ گئی......
پھر موڑ سے زیادہ دور نہیں گئی تھی۔

یہاں سڑک کے کنارے کئی بڑے بڑے زراعتی فارم تھے۔ وہ ایک ایسے پھاٹک
مڑ گئی جس پر ''ذاتی تجرباتی فارم'' کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ یہاں دور دور تک چاروں طرف ہرے
بھرے کھیت نظر آ رہے تھے اور ایک جانب ایک چھوٹی سی عمارت تھی۔

اُس نے گاڑی روکی اور دوڑتا ہوا عمارت میں داخل ہو گیا۔ ایک آدمی سے ٹکرایا تھا۔
دروازے میں داخل ہوتے وقت۔

''مجھے افسوس ہے جناب۔'' وہ آدمی بولا۔

''مادام کہاں ہیں......؟'' پیٹر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''مکئی کے کھیتوں میں......!'' اُس نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

وہ پھر الٹے پاؤں باہر واپس آیا اور کھیتوں کی طرف دوڑنے لگا۔

مکئی کے کھیتوں کے درمیان ایک سفید فام بوڑھی عورت ملی...... وہ بڑی توجہ اور
انہماک سے پودوں کے درمیان کچھ دیکھتی پھر رہی تھی۔

''مادام......!'' پیٹر مچکوف بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

بوڑھی عورت نے چونک کر سر اٹھایا۔

''کیا بات ہے پیٹر......؟'' اس نے پر وقار لہجے میں پوچھا۔

''بُری خبر ہے مادام......!''

''پہلے تم اپنی سانسیں درست کرو۔'' وہ تلخ لہجے میں بولی اور پھر بڑے اطمینان سے
دوبارہ مشغول ہو گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا محدب شیشہ تھا جس کے ذریعے وہ پودوں
کی جڑوں کے قریب کچھ دیکھ رہی تھی۔

پیٹر مچکوف خاموش کھڑا رہا۔

بوڑھی عورت نے ایک بار بھی سر اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

آخر وہ کچھ دیر بعد کھکار کر بولا۔ ''میں عرض کر رہا تھا مادام کہ ایک بُری خبر ہے۔ میں
پہلے بھی ان آدمیوں سے مطمئن نہیں تھا جو ہمارے لئے کام کر رہے ہیں۔''

''اس بُری خبر کے سننے سے پہلے میں کسی کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتی۔''

''گیارہ آدمی مر گئے...... وہ بھی نکل بھاگا۔ لیکن یہ نالائق اُسے اپنے قابو میں نہ کر سکے۔''

''...ے......!'' بوڑھی عورت نے لاپرواہی سے کہا۔

"لیکن کچھ اور بھی ہوا ہے مادام......!"

"جلدی بکو۔"

"کسی نے ایک ٹرک سے اس پر جال پھینکا اور کھینچ لے گیا۔ یہی نہیں بلکہ ہمار
آدمیوں کی گاڑیوں پر فائر بھی ہوئے تھے اس ٹرک سے......ٹائر بیکار ہو گئے اور وہ ٹرک
پیچھا نہ کر سکے۔"

• "کوئی بات نہیں......سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو مجھ
مایوسی ہوتی۔"

پیٹر مچکوف کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر
سے ہونٹ بھینچ لئے۔ بوڑھی عورت محدب شیشہ بیگ میں ڈال کر اٹھ گئی تھی۔

اس نے پیٹر مچکوف سے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ......میرے سینکڑوں روپ ہیں......اور ہر روپ میں میر
صلاحیتیں بھی مختلف ہیں......ہاں......اس کا کیا ہوا......؟"

"اسے آپ کے احکام کے مطابق وہیں پہنچا دیا گیا۔"

"ٹھیک ہے......!"

تھیلے کی اچھل کود

قاسم کی آنکھ کھلی تو اُس نے خود کو کسی دوسری جگہ پایا۔ یہ قمی کا نگار خانہ تو نہیں تھا۔
وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر آرام دہ تھا اور خواب گاہ کسی ذی حیثیت فرد کی معلوم ہوتی تھی۔
لیکن پچھلی رات تو وہ قمی کے نگار خانے میں سویا تھا......وہ اُسے وہاں کچھ دیر کے
چھوڑ کر باہر گئی تھی اور قاسم اُس کے جانے کے بعد اونگھنے لگا تھا......یادداشت پر زور دی
کے باوجود بھی اُسے یاد نہ آسکا کہ وہ اس غنودگی سے پیچھا چھڑا سکا ہو......وہ تو بس سو ہی

تو......اور اس کے بعد اس وقت آنکھ کھلی۔

گھڑی پر نظر ڈالی......تاریخ بھی دوسرے دن کی تھی۔

اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں بستر چھوڑ دیا۔

اس کا خیال تھا کہ قمی اسے جان و دل سے چاہنے لگی ہے۔ دل و جان کے علاوہ اس کی
چاہت میں معدے کو بھی دخل تھا۔ یعنی ہر وقت قاسم کا پیٹ بھرا رکھتی تھی۔

اس کے علاوہ اُسے اور کیا چاہئے تھا......ایک چاہنے والی تگڑی سی عورت اور حلق تک
ٹھونسنے کے لئے گوشت......!

اس ایک ہفتے کے دوران میں قاسم صرف ایک بار اپنے گھر گیا تھا اور وہاں اطلاع دی
تھی کہ ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ باہر جا رہا ہے۔ بیوی کو یقین نہیں آیا تھا اور قاسم نے جھلا
کر کہا تھا۔ "ٹھینگے سے......اچھا میں لونڈیاں بنانے کا کارخانہ کھولنے جا رہا ہوں......قر لو جو
کچھ قرنا ہو۔"

اور پھر وہ بیوی کی بات سننے کے لئے وہاں رکا ہی نہیں تھا۔

ادھر چار دنوں سے وہ قمی ہی کے ساتھ رہا تھا......دن بھر وہ دونوں ادھر اُدھر گھومتے
پھرتے اور رات کو اسے نگار خانے میں تنہا چھوڑ کر کہیں چلی جاتی......پھر بے چارہ قاسم
سوچتا ہی رہ جاتا کہ آخر اس پر اتنی شدت سے نیند کا حملہ کیوں ہوتا ہے۔ وہ اس سے کہتی
"ٹھہرو میں ابھی آئی۔" اور وہ اس کا انتظار کرتے کرتے سو جاتا۔ پھر دوسری صبح ہی ملاقات
ہوتی اور وہ اس سے کہتی "آخر ایسی بھی کیا نیند......میرا انتظار نہیں ہو سکتا۔"

"تو تم نے جگایا قیوں نہیں......!" قاسم کہتا۔

"بس اس کی کسر رہ جاتی ہے کہ تمہیں سوتے میں ڈنڈوں سے پٹوایا جائے......
شرافت کے برتاؤ سے تو نہیں جاگتے۔"

اور قاسم فخریہ انداز میں "ہی ہی" کر کے کہتا۔ "میری ہر بات عجیب ہے۔"

وہ رومینٹک لہجے میں کہتی۔ "ہاں......تم عجیب ہو......عام آدمیوں سے بالکل
مختلف۔ اسی لئے تو میں تمہیں اتنا چاہتی ہوں......تم پہلے مرد ہو جس نے میرے ذہن کی
پیچیدگیوں کو سمجھا ہے۔"

قاسم غرور سے سینہ پھلائے ہوئے تیکھی نظروں سے دائیں بائیں دیکھتا اور پھر بلا سے کہتا۔ ''تو پھراب ناشتہ کرادو نا بھوخ کے مارے میری جان نقلی جارہی ہے۔''

آج بھی اس نے قتی کو آوازیں دیں۔ لیکن نوشابہ کہہ کر ہی پکارتا رہا۔

ایک عورت خواب گاہ میں داخل ہوئی۔ چند لمحے اُسے حیرت سے دیکھتی رہی پھر بولی

''تم پھر میرا نام بھول گئے۔''

''مم......میں نہیں جانتا......آپ قون ہیں......!'' قاسم ہکلایا۔

لیکن یہ عورت تو قتی سے بھی زیادہ دلکش تھی۔

''ارے تم مجھے نہیں جانتے......اپنی فوزیہ کو......تمہیں کیا ہوگیا ہے۔''

''میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔'' قاسم آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''پھر اونچی آواز میں بولا

''ارے ہاں ہاں......؟''

''چلو......حوائج سے فارغ ہوجاؤ جلدی سے۔''

''حوائج......؟'' قاسم نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

''ہاں......ہاں......!''

''میرے پاس تو نہیں ہے......!'' قاسم نے بےبسی سے کہا۔

''کیا نہیں ہے......تمہارے پاس......ارے باتھ روم وغیرہ جانے کو کہہ رہی تھی۔''

''اچھا......اچھا......!''

''ہاں جلدی کرو......آج ہماری شادی کی تیسری سالگرہ ہے نا......!''

''قس قی شادی کی......؟''

''میری اور تمہاری شادی کی......ارے تم کیسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہو۔''

''میرا قیا نام ہے......؟'' قاسم نے بوکھلا کر پوچھا۔

''قاسم ہے بابا......تم روز یہی سوال کرتے ہو......کہیں دماغ تو نہیں چل گیا۔''

قاسم اس طرح اپنا سر ٹٹولنے لگا کہ اگر واقعی چل گیا ہو تو اُسے فوری طور پر روکنے کی کوشش کرے۔

''چلو جاؤ......جلدی کرو......ناشتہ ٹھنڈا ہورہا ہے۔'' وہ پھر بولی۔

ناشتے کے نام پر قاسم کو جیسے ہوش آ گیا اور وہ اس دروازے کی طرف بڑھا جو یقینی طور باتھ روم ہی رہا ہوگا...... ہینڈل گھما کر دروازہ کھولتا ہوا آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''ٹھینگے پہلے ناشتہ قرلوں......پھر دیکھا جائے گا۔''

باتھ روم سے برآمد ہونے پر اس عورت کو وہیں پایا۔

''چلو......آؤ میرے ساتھ......ہوسکتا ہے تمہیں ڈائننگ روم کا راستہ بھی نہ یاد ہو......میں تو تنگ آگئی ہوں تم سے......رات گئے تک گھر سے غائب رہتے ہو......اور دن چڑھے تک سوتے ہو......!''

''میں......!'' قاسم نے حیرت سے کہا۔ ''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے محترمہ......!''

''کیا ہوئی ہے......؟''

''مطلب یہ کہ آپ کچھ غلط سمجھی ہیں۔''

''ہاں میں تو غلط ہی سمجھا کرتی ہوں......عقل تو صرف تمہارے حصے میں آئی ہے۔ ارے ارے کہاں چلے جارہے ہو۔ یہی ہے ڈائننگ روم......!''

قاسم دروازے میں داخل ہوا......اور پھر اس طرح رک گیا جیسے کسی گاڑی میں دفعتاً بریک لگے ہوں۔

سامنے ایک بڑی سی میز پر قتی کا سر نظر آیا جو ایک طشت میں رکھا ہوا تھا......دوسرے طشت میں بڑی بڑی پنڈلیاں نظر آئیں......تیسرے میں گدرائی ہوئی باہیں......اسی طرح جسم کے مختلف حصے الگ الگ طشتوں میں رکھے ہوئے تھے۔

''یہ......یہ......ارے......؟'' قاسم ہکلایا۔

''ناشتہ ہے......شروع کردو......!'' عورت اُسے آگے دھکیلتی ہوئی بولی۔

''خون......خون......قتل......قتل......!'' قاسم وحشیانہ انداز میں چیخا۔

''پاگل تو نہیں ہوگئے......چلو جلدی کرو......ورنہ سموسے ٹھنڈے ہوجائیں گے۔''

''قہاں ہیں سموسے......!'' قاسم رونی آواز میں دہاڑا۔

''یہ رہے......!'' اس نے ایک طشت کی طرف اشارہ کیا۔

پھر قاسم نے قہقہے کی آواز سنی......یہ سو فیصدی قتی ہی کا قہقہہ تھا۔ وہ آواز کی سمت مڑا۔

تی ایک دروازے میں کھڑی نظر آئی...... بالکل کوئی فلمی روح لگ رہی تھی۔
قاسم کے حلق سے بھانت بھانت کی بے ہنگم آوازیں نکلنے لگیں...... اور
سے فرش پر آ رہا۔

اُس ویران جزیرے میں یہ حمید کا ساتواں دن تھا...... ان سات دنوں میں
برابر بھی الجھن محسوس نہیں ہوئی...... جینی خاصی زندہ دل لڑکی ثابت ہوئی تھی۔
اس وقت بھی وہ دونوں جھونپڑے کے باہر بیٹھے بوڑھے آدمی کی اوٹ پٹا
دیکھ رہے تھے۔

''کیا تمہارے پاپا کا کوئی اسکریو ڈھیلا ہے۔'' حمید نے جینی سے پوچھا۔

''پاپا بیچارے بہت ستم رسیدہ ہیں...... میری ماں فضول خرچ تھی۔ ہمیشہ مقرو
ہیں...... وہ تو کہتے ہیں کہ میں نے یہاں پہنچ کر دوسری زندگی پائی ہے۔''

''اور تمہارا کیا خیال ہے۔''

''اب میں بھی خوش ہوں...... تنہائی سے اکتاتی تھی...... لیکن تم نے ؟
بارے میں ابھی تک کچھ نہیں بتایا......!''

''جس دن آیا تھا شاعر تھا...... دوسرے دن طنز نگار بن گیا...... تیسر
صحافی...... چوتھے دن نقاد...... پانچویں دن ڈپٹی کلکٹر...... چھٹے دن فری لانسر اور
ساتویں دن خود کو دنیا کا عظیم ترین چغد محسوس کر رہا ہوں۔''

''تمہاری باتیں دلچسپ ہوتی ہیں لیکن بعض اوقات سمجھ میں نہیں آتیں۔''

''تم کون ہو......؟''

''میں ایک لڑکی ہوں......!'' وہ ہنس کر بولی۔

''لیکن میں چغد ہوں...... دل بہلاؤ مجھ سے۔''

''پتہ نہیں کیسی باتیں کرنے لگے۔''

''لڑکیوں کو اگر بیوقوف نہ بناؤ تو کچھ دنوں کے بعد سچ مچ چغد ہی سمجھنے لگتی ہیں۔ لہٰذا
میں نے پہلے ہی اپنے چغد ہونے کا اعتراف کر لیا۔''

''سچ کہتی ہوں...... آج تم بے تکی ہانک رہے ہو۔''

''وہ دیکھو......!'' حمید نے بوڑھے کی طرف اشارہ کیا جو ایک ٹانگ پر کھڑا ہو کر ناچنے
کی کوشش کر رہا تھا۔

''ان حضرت کو ایک عورت چغد سمجھتی رہی تھی۔''

''جاؤ...... اب نہیں بولوں گی...... آج پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو۔''

''یہاں اس ویران جزیرے میں مجھے بولنے دو اور خاموشی سے سنتی رہو...... یہاں نہ
کوئی قانون ہے اور نہ کوئی اخلاقی ضابطہ...... یہاں تم مجھ سے یہ نہیں کہہ سکتیں کہ اگر تمہیں
میرے خلوص پر یقین نہیں تو لو میں ہمیشہ کے لئے جا رہی ہوں۔''

''بولے جاؤ...... میں کچھ نہ کہوں گی۔''

''بلاشبہ یہاں تم کچھ نہ کہو گی...... کہو گی بھی تو پھر پلٹ کر ادھر ہی آنا ہے...... ایک
مجبوری...... یہاں تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں......!''

دفعتاً بوڑھا زور سے چیخا۔

''لڑکے دیکھو...... میں ایک ٹانگ پر ناچ سکتا ہوں۔''

''ناچے جاؤ......!'' حمید نے جواب دیا۔ ''اب تمہاری زندگی میں کوئی نچانے والی
نہیں آئے گی تمہیں خود ہی ناچنا ہے۔''

بوڑھا ناچتے ناچتے رک گیا...... پھر تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب آ کر بولا۔ ''کیا
کہا تم نے......؟''

''کچھ نہیں...... بیٹھ جاؤ...... تھک گئے ہو گے۔''

''پاپا...... آج یہ صبح سے فلسفیوں جیسی گفتگو کر رہا ہے۔'' جینی بولی۔

''تم نے ضرور اُسے کوئی دکھ پہنچایا ہے۔''

"میں نے......نہیں تو......!"

"پڑھا لکھا آدمی ہمیشہ اسی وقت فلسفیوں جیسی گفتگو کرتا ہے جب اُسے کسی عورت کی طرف سے دکھ پہنچتا ہے...... یا وہ اُس سے دھوکا کھاتا ہے...... اُسے گالیاں اس لئے نہیں دے سکتا کہ عورت ہی تو ماں بھی ہوتی ہے پس وہ فلسفیوں جیسی گفتگو کرنے لگتا ہے۔"

"اب مجھے بور ہونا پڑے گا......!" جینی جھنجھلا کر بولی۔ "تم بھی فلسفیوں جیسی باتیں کرنے لگے۔"

"عورت اچھی طرح سمجھتی ہے کہ کسی فلسفے کے پس منظر میں کیا ہے۔ اس لئے اسے بور ہونا ہی چاہئے...... لیکن مرد اسی طرح شاعری سے فلسفے کی طرف چھلانگ لگاتا ہے۔"

"اچھا بس......!" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں تو صرف بور ہی تھا تم مہا بور معلوم ہوتے ہو۔"

"جب تم یہ محسوس کر لیتے ہو کہ لوگ تمہاری باتوں پر متحیر نہیں ہیں تو تم بور ہونے لگتے ہو۔"

"کاش اس وقت میرے ہاتھ میں ٹویلو بور ہوتی۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"میں ساحل پر جا رہا ہوں......!" بوڑھا اٹھتا ہوا بولا۔

اس کے چلے جانے کے بعد بھی وہ دونوں خاموش رہے۔

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا...... بڑی عجیب بات تھی کہ اُسے یہاں پرنس ہنری تمباکو مل رہا تھا...... کئی ڈبے دوسرے ہی دن ساحل پر پڑے ملے تھے...... کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں تھی...... چھاگلوں میں میٹھا پانی بھی کسی طرح وہاں پہنچ جاتا تھا۔

دو راتیں جاگ کر اُس نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ سارا سامان کہاں سے آتا ہے...... لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

پھر اُس نے سوچا کچھ دن کاہلی میں گزارنے کے لئے یہ جزیرہ بُری جگہ نہیں...... تصور کو قریب نہیں بھٹکنے دیتا تھا کہ یہاں سے رہائی محال ہوگی۔ تن بہ تقدیر کبھی نہیں ہوا تھا...... کچھ عجیب سی ذہنی کیفیت سے دوچار تھا۔ ہو سکتا ہے یہ سمندری ہوا کا اثر رہا ہو۔

اس نے جینی کی طرف دیکھا وہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

"کیا تمہیں کوئی بیماری ہو گئی ہے۔" حمید نے اُسے چھیڑا۔

"ہاں...... ہم دونوں باپ بیٹی کا دماغ الٹ گیا ہے۔"

"دیکھو یہاں اس ویرانے میں جھگڑا نہ کرو...... کبھی کبھی میرا دماغ الٹ جاتا ہے۔"

"آؤ اب مزے مزے کی باتیں کریں......!"

"مجھے نیند آ رہی ہے۔" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

"کچھ ہی دیر پہلے تو سو کر اٹھی ہو......؟"

"پھر سوؤں گی......!" اُس نے کہا اور جھونپڑی میں چلی گئی۔

حمید نے پائپ سلگا کر ایک طویل سانس لی اور خلاء میں گھورنے لگا۔

اولیویا نارمن دوبارہ اس پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئی۔ پہلے بھی اُسے فریدی کے لئے چارہ بنا چکی تھی...... لیکن فریدی کی حکمت عملی نے نہ صرف خود کو اُس سے بچائے رکھا تھا بلکہ اسے بھی اُس کے پنجے سے رہائی دلائی تھی۔

آخر وہ فریدی سے کیا چاہتی تھی۔ حمید سوچتا اور پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔

قاسم کے ساتھ پائی جانے والی لڑکی یقینی طور پر اُسی سے تعلق رکھتی تھی لیکن حمید تو اس وقت میک اپ میں تھا۔ یقیناً اس سے غلطی ہوئی تھی۔ اُسے قاسم سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنی چاہئے تھی کہ محض اسی بناء پر وہ پہچانا جا سکتا ورنہ اس میک اپ میں پہچان لیا جانا ممکن نہیں تھا۔

پھر اس جزیرے میں ہوش آنے کے بعد اس نے خود کو اپنی اصلی شکل میں پایا تھا۔

اس نے بجھے ہوئے پائپ سے تمباکو جھاڑی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ بوڑھا آتا دکھائی دے رہا تھا۔ پشت پر کوئی وزنی چیز لاد رکھی تھی۔

وہ اس کی مدد کرنے کے لئے آگے بڑھا۔

"یہ ابھی آیا ہے......!" بوڑھا ہانپتا ہوا بولا۔ "تم سنبھالو...... میں تو مرا جا رہا ہوں بھئی۔"

وہ ایک بہت وزنی تھیلا تھا...... لمبا اور حجم بھی معمولی نہیں تھے۔

اسے اپنی پشت پر سنبھالتے وقت حمید بُری طرح لڑکھڑا گیا تھا۔

"اس میں کیا ہے؟" اس نے بوڑھے سے پوچھا۔

"یہ تو کھولنے ہی پر معلوم ہوگا۔" بوڑھا ہانپتا ہوا بولا۔

اور پھر حمید کے قدم باقاعدہ طور پر ڈگمگائے تھے۔ کیونکہ اُسے اس تھیلے میں کُ
جسم محسوس ہوا تھا...... اور وہ بے حس و حرکت بھی نہیں تھا...... پھر اس نے اس زور
پیر چلائے کہ حمید اُسے چھوڑ کر اچھلا اور دور جا کھڑا ہوا۔

''یہ کیا مصیبتیں ڈھونڈتے پھرتے ہو تم۔'' حمید نے اس سے کہا۔ کیونکہ اس
زمین پر پڑے پڑے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔

''مم...... میں کیا جانوں......!'' بوڑھا ہکلایا۔ ''میں تو سمجھا تھا شائد ہمارے
کی کوئی چیز بھیجی گئی ہے۔''

''کھولو اسے......!'' حمید نے کہا۔

''میں تو ہاتھ نہیں لگاؤں گا......!'' بوڑھا پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

حمید اُسے بُرا بھلا کہتا ہوا خود آگے بڑھا اور بیٹھ کر تھیلے کا منہ کھولنے لگا۔

تھیلے کا منہ کیا کھلا قیامت ٹوٹی...... گالیوں کا ایک طوفان تھا جو اس تھیلے
ہو رہا تھا۔

حمید پھر پہلے ہی کی طرح اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

''میرے خدا...... میرے خدا......!'' بوڑھے نے دونوں ہاتھوں سے اپنے
کر لئے۔ کیونکہ گالیوں کا یہ طوفان انگریزی ہی میں تھا۔

ایک دلکش چہرہ تھیلے سے برآمد ہوا تھا۔ جینی سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی تھی۔
تھیلے سے باہر آتے ہی اس کی زبان گنگ ہوگئی اور وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ
چاروں طرف دیکھنے لگی نہ جانے کیوں حمید کو یہ چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔

بوڑھا بھی ان کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''مم...... میں کہاں ہوں......؟'' لڑکی نے آہستہ سے پوچھا۔

اور پھر حمید کو یاد آیا کہ اس نے اُسے کہاں دیکھا تھا۔ لیکن وہ خاموش کھڑا رہا۔
لڑکی نے انگریزی میں سوال کیا تھا۔ بوڑھا آگے بڑھا اور بولا۔ ''تم وہیں ہو
ہیں...... لیکن اب میرے مکان میں گنجائش نہیں رہی تمہیں باہر پڑے رہنا ہوگا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ انداز ایسا تھا جیسے اپنے گردوپیش کے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کر

''کیا تم مجھے اپنا نام بتا سکو گی......؟'' حمید نے آگے بڑھ کر آہستہ سے پوچھا۔

''میڈونا......!''

''اور تم اردو بھی روانی سے بول سکتی ہو۔''

''میں نہیں جانتی تم کون ہو......!''

''اولیویا نارمن نے تمہیں کس جرم کی پاداش میں یہ سزا دی ہے۔ یہ ایک ویران جزیرہ
ہے میڈونا ڈیئر۔''

''میں نے...... کوئی جرم نہیں کیا...... میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ ہمیشہ اس کی
اطاعت کی ہے...... تم کون ہو......!''

''کیا تم تنہا ہو......؟''

''میں کچھ نہیں جانتی...... مجھے تھیلے میں کس نے بند کیا تھا...... کون ہو تم لوگ......!''
اس کا پارہ چڑھا جا رہا تھا۔

حمید نے سوچا وہ تنہا تو نہ ہوگی...... ہوسکتا ہے قاسم بھی اس کے ساتھ یہاں پھکوایا گیا
ہو...... پتہ نہیں وہ عورت کس چکر میں ہے...... فریدی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اس
نے یہ کھڑاک کیا...... قاسم کے خواب سے لے کر ریڈیم کے پوشیدہ ذخائر تک ایک عجیب سا
جال پھیلایا تھا...... اگر چپ چاپ ان ذخائر کو نکال لے جانا ہی مقصد تھا تو پھر فریدی کو اپنی
طرف متوجہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر نشیب میں اترتا چلا گیا۔ راستہ وہی تھا جدھر سے بوڑھا
اسے تھیلا اٹھائے دکھائی دیا تھا۔

آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس نے پورا جزیرہ چھان مارا۔ لیکن قاسم کا سراغ کہیں نہ
ملا۔ چاروناچار پھر جھونپڑے ہی کی طرف پلٹ آیا تھا۔

جینی اور میڈونا جھونپڑے کے باہر اسٹولوں پر بیٹھی نظر آئیں۔

''تم پہلے کہاں گئے تھے......؟'' جینی نے اس سے پوچھا۔

''ایک موٹی عقل والے موٹے کو تلاش کر رہا تھا۔''

''کیا مطلب......؟'' میڈونا چونک کر اُسے گھورنے لگی۔

"کیوں......؟ کیا تم اُسے جانتی ہو۔" جینی کو بھی اس کے انداز پر چونکنا پڑا تھا۔
"نہیں میں قطعی نہیں جانتی لیکن اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے جیسے مجھے جانتا ہو۔"
"ہاں میں تمہیں جانتا ہوں......موٹے کو تم نے کہاں چھوڑا تھا۔"
"جہاں میں تھی۔"
"تم کہاں تھیں......؟"
"تم بتاؤ تم کون ہو......پھر میں بتاؤں گی۔"
"میں ڈاکٹر زیٹو ہوں...... برما میں مادام اُولیویا کے لئے کام کرتا تھا۔ انہوں نے
میری شادی ایک برمی لڑکی سے کرنی چاہی تھی میں نے انکار کر دیا......انہوں نے مجھے
پاس طلب کر لیا اور کچھ دنوں کے بعد یہ سزا دی۔ یہاں اس ویران جزیرے میں پھکوا دیا
لیکن مجھ سے تو کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔"
"وہ عجیب عورت ہے......اُسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔"
"تو تم اس سے پہلے کسی عورت کے ملازم تھے۔" جینی نے پوچھا۔
"پیدائشی خادم ہوں......عورتوں کا......چاہے وہ مجھے تنخواہ دیں یا نہ دیں۔ طالب علمی
کے زمانے میں ایک لڑکی کا ٹیوشن کیا تھا......اس سے ٹیوشن فیس کبھی نہ لی......گھر
سلف بھی لا دیا کرتا تھا......لیکن عجیب حال ہے ان کا......ان کی پرواہ کرو تو یہ سر پر
چڑھ جاتی ہیں...... پرواہ نہ کرو تو بالکل خفا ہو جاتی ہیں۔"
"تو تم اسے بھی پہلے سے جانتے ہو......؟" جینی نے میڈونا کی طرف دیکھ کر
"یقیناً......!"
"اب میں تم سے بات نہیں کروں گی۔" وہ جھلا کر بولی اور اٹھ کر جھونپڑی میں چلی
گئی۔ حمید ہنسنے لگا۔
"دیکھا تم نے۔" اس نے میڈونا سے ... "شاید لڑکی سمجھتی ہے کہ میں پیدائش کے
بعد سیدھا اسی کے پاس چلا آیا ہوں۔"
"یہ کون لوگ ہیں......؟" میڈونا نے پوچھا۔
"کوئی بھی ہوں...... میں سے تو نہیں ہو سکتے۔ بوڑھے نے کبھی مادام کا

ہیں سنا۔"
"وہ کہہ رہی تھی کہ اس وقت اس جزیرے میں ہم چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں۔"
"ٹھیک کہہ رہی تھی۔"
"آخر کیوں......؟ میں یہاں کیوں بھیجی گئی ہوں۔"
"سزا کے طور پر...... ہاں ان دنوں تمہارے ذمہ کیا کام تھا؟"
"یہی کہ اس موٹے آدمی کو اپنے ساتھ الجھائے رکھوں۔"
"پچھلی بار تم نے اُسے کب دیکھا تھا؟"
"ارے پچھلی رات ہی ہم دونوں ساتھ تھے......میں نے اُسے کافی میں خواب آور دوا
دی تھی اور باہر چلی گئی تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد واپس آئی تھی اور اسے سوتا چھوڑ کر اپنی خواب گاہ
میں چلی گئی تھی۔ دوسری پچھلی راتوں میں بھی یہی کرتی رہی تھی۔"
"بہر حال اس کے بعد آنکھ اس جزیرے میں کھلی۔"
"ہاں......میری سمجھ میں نہیں آتا۔"
"مادام کو سمجھنا بے حد مشکل ہے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔
"اب ہمارا کیا ہوگا۔"
"مجھے تو قطعی پرواہ نہیں ہے۔" حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔
وہ اسے غور سے دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد حمید بولا۔ "اگر صرف اس بوڑھے سے
ملاقات ہوئی ہوتی تو میں یقینی طور پر چٹان سے سر ٹکرا کر مر گیا ہوتا۔"
"میں نہیں سمجھا۔"
"کچھ سمجھنے میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ فی الحال تھکن دور کرو۔"
اندر سے جینی نے چیخ کر کہا۔ "میں کافی نہیں بناؤں گی۔"
"سنا تم نے......!" حمید مسکرا کر بولا۔ "وہ سمجھتی ہے کہ میں تم سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں۔"
"میں فی الحال تمہاری زندہ دلی برداشت کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔" میڈونا نے
سا منہ بنا کر کہا۔
جینی نے پھر چیخ کر حمید کو اطلاع دی کہ وہ اس کے لئے کافی نہیں بنائے گی......اور

حمید اٹھ کر اندر آیا۔ وہ منہ پھلائے کھڑی تھی۔

''کیوں کیا بات ہے...... تمہیں غصہ کیوں آ گیا'' حمید نے پوچھا۔

''تم اس سے بے تکلف کیوں ہو رہے ہو جبکہ وہ تمہیں جانتی تک نہیں۔''

''بس اتنی سی بات...... ارے میں تو یونہی اخلاقاً اُسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہم خوش اخلاق لوگ ہیں اسے یہاں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔''

''میں اُسے جھونپڑے میں تو نہ رہنے دوں گی...... اپنے لئے کہیں اور انتظام کرلے۔''

''مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ کہاں رہے گی۔ لیکن تم مجھ پر اس زور وشور سے حق کیوں جتا رہی ہو۔''

''نہ جتاؤں۔'' وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

''میں نے یہ تو نہیں کہا...... خیر میں خود ہی کافی بنالوں گا۔''

''باہر چلے جاؤ چپ چاپ...... ورنہ سر توڑ دوں گی......!'' وہ بپھر گئی اور حمید ا(ٹھ کر) چپ چاپ باہر چلا گیا۔ میڈونا اب وہاں نہیں تھی۔ بوڑھا بھی کہیں نہ دکھائی دیا۔

حمید نے ان دونوں کو آوازیں دیں...... لیکن جواب ندارد۔ اس نے لاپرواہی (سے) شانوں کو جنبش دی اور اسٹول پر بیٹھ کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

سمندری ہوا کے نم آلود جھونکے اُس کے چہرے پر چپچپاہٹ سی پیدا کر رہے تھے۔

زہریلا خون

اُس بڑے کمرے میں ہر شخص متفکر نظر آرہا تھا۔ یہ محکمہ سراغ رسانی کے ڈی آئی جی (کی) کانفرنس تھی۔ ایک بڑی میز کے گرد محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر بیٹھے ہوئے تھے اور ڈی آئی (جی) صدر نشین تھا۔

دفعتاً اُس نے اپنے سامنے رکھا ہوا فائیل بند کرتے ہوئے کہا۔ ''پوسٹمارٹم کی رپور(ٹ)

بتاتی ہے کہ کسی قسم کی چوٹ ان گیارہ آدمیوں کی اموات کا باعث نہیں بنی تھی...... بلکہ ان کے جسم میں زہر کے اثرات پائے گئے ہیں...... زہر مسامات کے ذریعے جسموں میں جذب ہو کر خون میں شامل ہو گیا تھا۔''

ڈی آئی جی خاموش ہو گیا۔

وہ سب اس کا چہرہ تکتے جا رہے تھے...... اور وہ خود تو تھا ہی صورت سوال...... دفعتاً گھنٹی کی ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ سوئچ پر سبز رنگ کا بلب روشن ہو گیا۔

ڈی آئی جی نے سوئچ بورڈ کی طرف دیکھا اور اپنے پی اے سے بولا۔ ''دیکھو......!''

پی اے اٹھ کر ایک دروازے کی جانب بڑھا اور اُسے کھول کر دوسری طرف چلا گیا۔

ڈی آئی جی پھر حاضرین سے مخاطب ہو گیا۔

''یہ اطلاع کس نے دی تھی کہ اسے بالآخر کوئی اٹھا لے گیا۔'' اس نے سوال کیا۔

''میں نے جناب! یہ محض اتفاق تھا کہ میں اس وقت وہیں موجود تھا۔'' انسپکٹر ملک بولا۔ ''ایک ٹرک سے اس پر جال پھینکا گیا تھا...... پھر اُسی ٹرک سے فائرنگ بھی ہوئی تھی...... اور وہ لوگ اُسے اٹھا کر صاف نکل گئے تھے۔''

''پھر تم نے کیا کیا......؟''

''میرے پاس اس وقت گاڑی بھی نہیں تھی جناب......! فوری طور پر کوئی اور ذریعہ بھی ہاتھ نہ آسکا کہ میں ٹرک کا تعاقب کرتا۔''

''فائرنگ سے کوئی زخمی ہوا تھا......؟''

''نہیں جناب! میرا خیال ہے کہ انہوں نے دہشت پھیلانے کیلئے ہوائی فائر کئے تھے۔''

اتنے میں ڈی آئی جی کا پی اے واپس آ گیا اور اس نے اُسے ایک چٹ دی۔

چٹ پر نظر ڈالتے ہی ڈی آئی جی اٹھ گیا۔

''آپ لوگ تشریف رکھیں...... میں ابھی آیا۔''

پھر وہ بھی اسی دروازے کی طرف بڑھ گیا جس سے کچھ دیر قبل پی اے گیا تھا۔

دفعتاً انسپکٹر آصف نے جھک کر ملک سے سرگوشی کی۔ ''تم نے ٹرک والی ہوائی چھوڑ کر پتہ نہیں کیا،''

"ہوائی......؟"

"ہوائی ہی کہنا چاہئے......!" آصف کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔

"کاش تم نے ڈی آئی جی صاحب کے سامنے اپنی رائے ظاہر کی ہوتی۔" انسپکٹر ملک نے تلخ لہجے میں کہا۔

"تو کیا ہوتا......؟" آصف نے آنکھیں نکالیں۔ "کیا یہاں کوئی ڈسپلن ہے...... قوائد وضوابط کے تحت بھی کوئی کارروائی ہوتی ہے۔"

"یہ تم دوسرا غیر ذمہ دارانہ الزام محکمے کو دے رہے ہو۔"

"الزام......!" آصف بدستور خراب لہجے میں بولا۔ "کیا فریدی کے خلاف کوئی محکمہ جاتی کارروائی ہوئی ہے؟"

"سوال نہیں نہیں پیدا ہوتا...... دونوں دو ماہ کی چھٹی پر ہیں...... کیس ملٹری انٹیلی جنس کے ہاتھ میں جاتے ہی انہوں نے دو ماہ کی چھٹی کی درخواست دی تھی جو فوراً منظور کرلی گئی تھی...... ڈیپارٹمنٹل کارروائی اُس وقت ہوتی جب جنرل قادری ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کرتے۔ ان کے خلاف باضابطہ طور پر کوئی شکایت ڈیپارٹمنٹ کو موصول نہیں ہوئی اسلئے۔"

"جی ہاں...... جی ہاں...... سب جانتے ہیں...... وہ کبھی کوئی کچا کام تو کرتا ہی نہیں لیکن قدر و عافیت معلوم ہوگی اب...... جنرل قادری بڑا بھیانک اور خودسر آدمی ہے۔ اُس نے ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کرنے میں اپنی توہین سمجھی ہوگی۔ خود ہی نبٹے گا۔"

انسپکٹر ملک کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ انسپکٹر آصف کی بکواس کو بکواس ہی سمجھ رہا ہو۔

اتنے میں ڈی آئی جی واپس آ گیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔

وہ چند لمحے خاموش رہا پھر اونچی آواز میں بولا۔ "وہ نیگرو دیوانہ ہاتھ آ گیا؟ مینٹل ہسپتال میں ہے۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ اس کا خون زہریلا ہے...... اتنا کہ اگر کسی دوسرے جسم پر لگ جائے تو اس کی موت واقع ہو سکتی ہے۔"

اسکے خاموش ہوتے ہی عجیب سا سناٹا طاری ہو گیا۔ کسی میں بھی کسی قسم کا سوال

ثابت نہیں رہی تھی۔ کسی نے اس اطلاع کا ذریعہ بھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔

اور پھر یہ کیس سپرنٹنڈنٹ جواد کے سپرد کر دیا گیا۔

پیٹر مچکوف کی گاڑی شہر کی سڑکوں پر چکراتی پھر رہی تھی۔ اُسے اطلاع ملی تھی کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ آگے پیچھے درجنوں گاڑیاں رواں دواں تھیں۔ لیکن اُس سفید کار نے ابھی تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ پیٹر مچکوف نے کئی بار اُسے ڈاج بھی دینے کی کوشش کی لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

اولیویا نارمن نے اُسے ہدایت کی تھی کہ وہ تنہا باہر نہ نکلے ہمیشہ ایک گاڑی نگرانی کے لئے پیچھے ہونی چاہئے۔

اس وقت اسی گاڑی سے اس تعاقب کی اطلاع ملی تھی اور اُس نے عقب نما آئینے کا زاویہ اس طرح بدلا تھا کہ اس گاڑی پر بھی نظر رکھ سکے۔ اُس نے بایاں ہاتھ اسٹیئرنگ سے ہٹا کر ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ریسیور نکالا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

"ہیلو...... اب کیا پوزیشن ہے تمہاری......؟"

دوسری طرف سے آواز آئی۔ "سفید گاڑی کے پیچھے دو گاڑیاں ہیں اس کے بعد ہم ہیں جناب۔"

"ٹھیک ہے...... یونہی چلتے رہو۔" اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا اور ریسیور کو پھر ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

اب وہ اولیویا نارمن کی دوسری ہدایت پر عمل کرنے جا رہا تھا۔

اس نے کہا تھا کہ جب بھی کوئی اس کا تعاقب کرے سیدھا تجرباتی زراعتی فارم کی طرف جائے۔ اس نے ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی جلد ہی شہر کے باہر نکل آئی...... اب

آگے پیچھے تین گاڑیاں اسی سڑک پر دوڑ رہی تھیں۔

پیٹر مچکوف اپنی کارگذاری پر خوش ہو رہا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ شکار بذاتِ خود ہو گاڑی میں...... اس کا کوئی آدمی ہی سہی...... کسی پر تو ہاتھ پڑے...... اسکے بعد دیکھا جائے۔

سڑک سنسان تھی۔ وہ گاڑی کی رفتار تیز کرتا رہا۔ عقب نما آئینے پر بھی نظر رکھی۔ گاڑیوں کے درمیان فاصلے یکساں رہے...... اس کی اپنی تیز رفتاری کی بناء پر بھی ان میں فرق نہیں پڑ سکا تھا۔

بالآخر زراعتی فارم تک جا پہنچا اور اپنی گاڑی پھاٹک میں موڑ دی۔ لیکن پھر اُس کا ایکسیلریٹر پر کانپنے لگا کیونکہ سفید گاڑی بھی پھاٹک ہی میں مڑی تھی اور تیسری کو تو مڑنا ہی تھا۔ عمارت کے سامنے گاڑی روکنے سے پہلے ہی اس نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال اس کے بعد پچھلی دونوں گاڑیاں بھی رکی تھیں اور پیٹر مچکوف ریوالور لئے ہوئے سیٹ سے کودا تھا۔

دفعتاً سفید گاڑی سے ایک بے حد سریلا قہقہہ سنائی دیا اور پیٹر جہاں تھا وہیں رک گیا۔ اس کی آنکھیں گویا چندھیا گئی تھیں...... وہ ایسا ہی دلکش اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا چہرہ تھا...... اس کا ریوالور والا ہاتھ کانپ گیا اور وہ ہنستی ہوئی سفید گاڑی سے اُتر آئی۔

''میں کئی دنوں سے تمہارا پیچھا کر رہی ہوں......!'' وہ دلآویز لہجے میں بولی۔

''کک...... کیوں......!'' پیٹر مچکوف ہکلایا۔

''لمبی کہانی ہے! کیا تم مجھ سے اندر چلنے کو نہ کہو گے۔''

''اوہ...... ہاں...... ہاں...... چلو......!'' اس نے ریوالور کی نال سے برآمدے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بڑی بے نیازی سے برآمدے کی سیڑھیوں پر چڑھتی چلی گئی۔ تیسری گاڑی میں بیٹھے ہوئے آدمی کو بھی اندر آنے کا اشارہ کرتا ہوا وہ اس عورت کے پیچھے چلنے لگا تھا۔

''اب کدھر چلوں......؟'' اُس نے برآمدے میں رک کر پیٹر سے پوچھا۔

تیسری گاڑی والا بھی اتنی دیر میں ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اتنی دیر میں پیٹر مچکوف اپنی حالت پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے ریوالور کی نال اس کی طرف اٹھاتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔ ''خاموشی سے دروازے میں داخل ہو جاؤ اور مڑ کر دیکھے بغیر چلتی رہو۔''

وہ مسکرائی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ پیٹر متحیر تھا۔ اس نے تیسری گاڑی والے کو برآمدے ہی میں رکنے کا اشارہ کیا اور اس عورت کے پیچھے چلتا رہا...... اب وہ خود بخود اسی طرف چلی جا رہی تھی جدھر اُسے لے جانا تھا...... وہ اُسے سیدھا اولیویا نارمن کے کمرے میں لے جانا چاہتا تھا۔

وہ وہیں رک کر اس کی طرف مڑی اور بولی ''تم روز بروز احمق ہوتے جا رہے ہو۔'' پھر ہنس پڑی...... اور پیٹر مچکوف ریوالور پھینک کر اُس کے سامنے دوزانو ہو گیا۔

''اٹھو......!'' وہ سخت لہجے میں بولی اور پیٹر مچکوف اس طرح سیدھا کھڑا ہو گیا جیسے لفظ اٹھو اسے حرکت میں لے آنے والی مشین کا اسٹارٹنگ سوئچ رہا ہو۔

''مم...... مادام کے سینکڑوں روپ ہیں...... بلاشبہ......!'' وہ کانپتا ہوا بولا۔ ''میں آپ کو اس وقت پہچانا جب آپ نے اپنے مخصوص لہجے میں مجھے احمق کہا۔''

''اور یہ لہجہ بھی صرف تمہارے لئے مخصوص ہے۔'' وہ لاپرواہی سے بولی۔ ''میرا کوئی ...... بسا اوقات میں اپنی آواز خود نہیں پہچان سکتی۔''

''ازمنہ قدیم کے لوگ آپ کو دیوی سمجھتے مادام......!'' پیٹر گھگھیایا۔

''میں اس وقت تمہیں صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ تم نے اپنی نگرانی کے لئے مناسب انتظام نہیں کیا...... میں نے ہی تمہیں مردانہ آواز میں آگاہ کیا تھا کہ ایک سفید کار تعاقب میں ہے...... لیکن تمہارا آدمی بالکل احمق ثابت ہوا...... وہ اندازہ ہی نہ کر سکا کہ میں تمہارا تعاقب کر رہی ہوں۔''

دفعتاً پشت سے کھکارنے کی آواز آئی اور وہ دونوں چونک کر دروازے کی طرف متوجہ ہو گئے۔ تیسری کار والا سفید فام آدمی دروازے میں کھڑا نظر آیا۔

''تم یہاں......؟'' پیٹر غرایا۔ ''میں نے تمہیں برآمدے میں رکنے کو کہا تھا......!''

''مسیو مچکوف میں معافی چاہتا ہوں...... مجھ سے زبردست غلطی ہوئی۔''

''کیا مطلب......؟''

''آپ نے مجھ سے یہ قطعی نہیں کہا تھا کہ اگر کوئی عورت بھی تعاقب کرے تو مجھے مطلع

کر دینا۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"موسیو! دوسری بات یہ کہ ابھی ابھی سرخ رنگ کی ایک اسپورٹ کار فارم کے
پر رکی تھی...... اور اُسے ڈرائیو کرنے والے نے ٹیلی سکوپ لگا کر اندر کا جائزہ لیا تھا
کار تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔"

"اوہ......!" اولیویا نے پیٹر کی طرف دیکھا اور آنکھوں کی جنبش سے کسی قسم کا اش

"چلو......!" پیٹر دروازے کی طرف جھپٹا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا چلا گیا۔

دونوں باہر آئے اور پیٹر نے اس سے بھی اپنی ہی گاڑی میں بیٹھنے کو کہا۔

یہ جگہ اتنی کشادہ تھی کہ گاڑی کو بیک کیا جاسکتا۔

پیٹر خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرا آدمی اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

پیٹر گاڑی کو پھاٹک تک لایا...... اور دوسرے آدمی نے کہا۔ "دائیں جانب

"کیا اس گاڑی میں ایک ہی آدمی تھا......؟" پیٹر نے گاڑی موڑتے ہو۔

"ہاں موسیو......! وہ بہت تیز رفتاری سے گیا تھا۔"

پیٹر نے ایکسلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

"کیا آپ اس عورت کو وہیں چھوڑ آئے ہیں موسیو۔"

"اپنے کام سے کام رکھو۔"

"آپ نے اس پر ریوالور نکالا تھا۔"

"کُھلر خاموش رہو۔"

"بہت اچھا موسیو...... لیکن میں اپنی اس غفلت پر ہمیشہ نادم رہوں
موسیو...... وہ سفید گاڑی پھر ہمارے پیچھے آ رہی ہے۔"

"میں نے تم سے کہا ہے کہ خاموش بیٹھو۔"

"بہت بہتر موسیو۔"

پیٹر عقب نما آئینے میں مادام اولیویا نارمن کی گاڑی دیکھ رہا تھا۔

اس نے گیئر بدل کر گاڑی کی رفتار میں مزید اضافہ کیا۔

اسپیڈومیٹر کی سوئی ساٹھ اور ستر کے درمیان جھول رہی تھی۔ لیکن کا

کے بعد بھی سرخ رنگ کی اسپورٹ کار کہیں نہ دکھائی دی۔

"کیا وہ آسمان پر اڑ گئی۔" پیٹر بڑبڑایا۔

"کون موسیو......؟"

"تمہاری اسپورٹ کار......!" پیٹر جھنجھلا کر بولا۔

"اب کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سیدھی ہی گئی ہو...... ہوسکتا ہے کہ وہیں کہیں کسی کچے راستے پر مڑ گئی ہو۔"

"کُھلر......!"

"ہاں موسیو......!"

"تم سچ مچ گدھے ہو...... تم اندر کیوں آئے تھے۔ تمہیں وہیں سے اس کا پیچھا کرنا چاہئے تھا۔"

"موسیو...... میں پہلے ہی اپنی نالائقی کا اعتراف کر چکا ہوں۔ اس کام کے لئے قطعی موزوں نہیں۔"

"ہاں...... اب میرا بھی یہی خیال ہے۔"

"تو پھر واپس چلیں موسیو۔"

"خاموش رہو۔" پیٹر دانت پیس کر بولا۔

دفعتاً ڈیش بورڈ والے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور اس نے خانے سے ریسیور نکال لیا۔ دوسری طرف سے اولیویا کی آواز آئی۔

"ہیلو...... مچکوف......!"

"یس مادام......!"

"مناسب ہوگا کہ واپسی کے لئے گاڑی موڑ لو۔"

"بہت بہتر......!" مچکوف نے کہا اور گاڑی کی رفتار کم کردی۔ اب وہ اسے موڑ رہا تھا۔

"موسیو...... موسیو......!" کُھلر نے کچھ کہنا چاہا۔

"تم پھر بولے۔"

"معافی چاہتا ہوں موسیو۔"

سفید گاڑی پہلے ہی مڑ گئی تھی۔ پیٹر مچکوف کے چہرے پر ناگواری کے اثرات صاف پڑھے جاسکتے تھے۔

''موسیو......!'' کُہلر نے کچھ کہنا چاہا۔

''تم زبان بند نہیں رکھ سکتے۔''

''موسیو......صرف ایک بات......!''

''بکو......!''

''کیا سفید گاڑی میں مادام تشریف رکھتی ہیں۔''

''ہاں......!'' مچکوف کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکلا پھر وہ سنبھل کر بولا۔ ''میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میرے آدمی ان معاملات میں الجھیں جن سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔''

''بہت بہتر موسیو......میں شرمندہ ہوں۔''

''شرمندگی تمہارا تکیہ کلام بن کر رہ گئی ہے۔''

''مجھے بچپن ہی سے ٹریننگ ملی تھی کہ اپنی غلطیوں پر نادم ہوا کروں۔''

''نادم ہو بھی چکو کسی صورت سے......تم نے تو میرا دماغ چاٹ کر رکھ دیا۔''

''مجھے افسوس ہے موسیو! میں اس پر بھی شرمندہ ہوں۔''

''شٹ اپ......!'' پیٹر مچکوف حلق کے بل چیخا۔

اور کُہلر نے دونوں ہاتھوں سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

تھوڑی دیر بعد دونوں گاڑیاں دوبارہ زراعتی فارم کے پھاٹک میں داخل ہوئیں۔

اولیویا سب سے پہلے گاڑی سے اُتر کر اندر گئی تھی۔

''یہ......یہ......!'' کُہلر ہکلایا۔ ''مم......مم......مادام......!''

''کُہلر......شٹ اپ......! ورنہ زندگی سے ہاتھ دھوؤ گے۔'' پیٹر اپنی گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔ ''تم یہیں ٹھہرو......جاکر اپنی گاڑی میں بیٹھو۔''

''بہت بہتر موسیو......!''

پیٹر مچکوف اسے وہیں چھوڑ کر اندر آیا۔

اولیویا اس کمرے کے وسط میں کھڑی تھی جہاں کچھ دیر پہلے وہ دونوں ملے تھے۔

''یہ آدمی تمہارے پاس کب سے ہے پیٹر......!'' اس نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''چھ سات سال سے مادام......!''

''اس عرصے میں یہ اس کی پہلی حماقت تھی یا پہلے بھی اس قسم کی حرکتیں کرتا رہا ہے۔''

''مادام وہ صرف بکواس کرتا ہے......عملی حماقت اس سے کبھی سرزد نہیں ہوئی۔ میرے ہی کو فریدی کی تلاش ہے مادام......اسی لئے اس نے آپ کو نظر انداز کیا ہوگا۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ اُس نے سرخ رنگ کی اسپورٹ کار کے متعلق صحیح اطلاع دی تھی۔''

''اُس نے کبھی دھوکہ نہیں دیا۔''

''نسلاً جرمن ہی ہے۔''

''ہاں مادام......!''

''اُسے بلالاؤ۔''

پیٹر مچکوف تیزی سے چلتا ہوا برآمدے میں آیا لیکن باہر کُہلر کی گاڑی موجود نہیں تھی۔ وہ کھڑا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

پھر پشت پر قدموں کی چاپ سن کر پلٹا......اولیویا نارمن دروازے پر کھڑی تھی۔

''کیوں......؟ کیا ہوا......!'' اولیویا نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''وہ شائد چلا گیا مادام......!'' پیٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''کیا تم نے اُس سے رکنے کو کہا تھا......؟''

''ہاں مادام......اسی پر تو حیرت ہے......!'' پیٹر مچکوف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اُسے اندر آنے کو منع کر دیا تھا......ہوسکتا ہے اُس نے پھر کچھ دیکھا ہو......ٹھہریئے مادام......!''

وہ اپنی گاڑی کی طرف لپکا تھا......اسٹیرنگ سے ایک مڑا تڑا کاغذ پھنسا نظر آیا......اس نے اُسے نکال کر پھیلایا......بغور دیکھا......مسکرایا اور پھر برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ پھر اُس نے وہ کاغذ اولیویا کی طرف بڑھا دیا۔

''اسپورٹ کار پھر دکھائی دی ہے موسیو! میں اُس کے تعاقب میں جارہا ہوں۔ ٹرانسمیٹر رابطہ قائم رکھوں گا۔ وہ شہر کی طرف واپس گئی ہے......!'' اولیویا نے کاغذ کی تحریر اونچی آواز

میں پڑھی۔

''میں تو اب آرام کروں گی۔'' وہ تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

پیٹر مچکوف احتراماً جھکا اور اس کی طرف پشت کئے بغیر الٹا چلتا ہوا زینوں پہ

تیزی سے مڑ کر گاڑی میں آ بیٹھا۔

پھاٹک پر پہنچنے سے قبل ہی اُس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹرانسمیٹر کا ریسیور

''ہیلو......ہیلو......!'' وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔

''ہیلو......اٹ از کُہلر......موسیو......! وہ پتہ نہیں کس رفتار سے ڈرائ

تارجام والی سڑک کے موڑ تک پہنچ چکا ہوں لیکن ابھی تک اس کا کوئی پتہ نہیں۔ اب

ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ یہاں سے شہر کی طرف گیا ہوگا یا تارجام کی طرف......!

''تم اُس موڑ پر رک کر میرا انتظار کرو......اُوور اینڈ آل......!'' پیٹر نے

کر کہا اور ریسیور پھر ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

اسکی گاڑی کی رفتار بڑھتی رہی اور بالآخر اُس موڑ تک آ پہنچا۔ سڑک کے کنا

گاڑی موجود تھی۔ پیٹر مچکوف نے گاڑی روک دی اور کُہلر دوڑ کر کھڑکی کے قریب

''تمہیں وہم تو نہیں ہوا تھا کُہلر......!'' وہ اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''موسیو......یقین کیجئے......ورنہ مجھے خواہ مخواہ کی بھاگ دوڑ سے کیا دلچسپی ہو

''اب میں بُری طرح تھک گیا ہوں کُہلر......میری سمجھ میں نہیں آتا کہ

کیا ہے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں موسیو......آپ کو آرام کی ضرورت ہے......کیا یہ

آپ کچھ دن آرام کرلیں اور میں آپ کے فرائض انجام دوں۔''

''نہیں......! وہ میرے علاوہ اور کسی پر اتنا اعتماد نہیں کرسکتی۔''

''اور آپ میرے علاوہ اور کسی پر اتنا اعتماد نہیں کرسکتے۔ کوئی فرق نہیں پڑ

''تم نہیں جانتے۔'' وہ مغموم لہجے میں بولا۔ ''میں اُسے دھوکہ نہیں دے

ذہن اس کا غلام بن کر رہ گیا ہے......میں اس سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔''

''میں دھوکہ دینے کو نہیں کہہ رہا ہوں موسیو......کیا میں آپ کو دھوکہ د

لیکن دو گھنٹے کی نیند کی خاطر آپ سے جھوٹ ضرور بول سکتا ہوں۔''

پیٹر نے اُسے گھور کر دیکھا۔

''لیکن میں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا......!'' کُہلر جلدی سے بول پڑا۔

''میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' پیٹر بے اعتباری سے مسکرایا۔

''تو پھر چلئے تھوڑا وقت سیر و تفریح میں گزرنا چاہئے۔''

''کہاں چلوں......؟''

''جہاں میں لے چلوں......!''

پیٹر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ ''چلو......!''

دونوں گاڑیاں تیز رفتاری سے شہر کی جانب روانہ ہوئی تھیں۔ کُہلر کی گاڑی آگے تھی۔
اچانک ایک جگہ اُس نے باہر ہاتھ نکال کر رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے پورے بریک
لگائے۔ گاڑی شور کے ساتھ رکی۔

پیٹر نے بھی گاڑی روک دی......اس نے کُہلر کو گاڑی سے اُتر کر بائیں جانب
دوڑتے دیکھا۔

وہ کمر کمر تک اونچی جھاڑیوں میں رکا اور مڑ کر پیٹر کے لئے ہاتھ ہلانے لگا۔

پیٹر پہلے ہی گاڑی سے اُتر چکا تھا۔ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

''وہ رہی......!'' کُہلر نے جھاڑیوں میں ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔
سرخ رنگ کی اسپورٹ کار کا کچھ حصہ جھاڑیوں کے درمیان دکھائی دے رہا تھا۔ وہ
آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

قریب پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ گاڑی الٹی پڑی ہے۔ وہ چاروں طرف پھر کر اس کا
جائزہ لیتے رہے۔ ایک دروازے سے کپڑے کا ایک ٹکڑا الجھا نظر آیا۔

''شائد......وہ بچ گیا......!'' کُہلر نے آہستہ سے کہا۔ ''یہ دیکھئے اس کے نیچے سے
نکلتے وقت قمیض پھٹ گئی اور یہ ٹکڑا یہیں الجھ گیا۔''

پیٹر کچھ نہ بولا۔ وہ چاروں طرف نظر دوڑا رہا تھا۔

''میں جانتا تھا کہ اس کی تیز رفتاری ضرور گل کھلائے گی۔'' کُہلر پھر بولا۔

''ہوں......اُوں......اگر وہ زیادہ زخمی ہوا ہے تو یہیں کہیں چھپا ہوا ملے گا......''

پیٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔''آؤ تلاش کریں......!''

وہ آگے بڑھے اور کچھ دور جا کر انہوں نے طے کیا کہ مختلف سمتوں میں تلاش جاری رکھی جائے۔

میک اَپ کا ماہر

دس بجے رات کو پیٹر نے اولیویا نارمن کی فون کال ریسیور کی......وہ اُسے شہر ہی کی ایک عمارت میں طلب کر رہی تھی......اور دس منٹ کے اندر اندر اُسے وہاں پہنچنا تھا۔

فاصلہ زیادہ نہیں تھا......لیکن راستے میں کئی چوراہے پڑتے تھے۔لہٰذا اُسے خدشہ تھا کہ سگنل نہ ملنے کی بناء پر دس منٹ سے زیادہ بھی صرف ہو سکتے تھے۔

بہرحال وہ چل پڑا تھا......اور اس بار کُہلر کی بجائے اس کا دوسرا اسسٹنٹ بن پولان اس کی نگرانی کر رہا تھا......یہ ایک اسپینی پہلوان تھا......اور مکہ بازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا......ٹھنڈے دماغ کا ہنسوڑ آدمی تھا......اور کسی حد تک پیٹر سے بے تکلف بھی تھا......لیکن یہ بے تکلفی اُسی وقت ظاہر ہوتی جب آس پاس کوئی تیسرا موجود نہ ہوتا۔

منزل مقصود پر پہنچ کر پیٹر نے اُسے اشارہ کیا کہ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اُس کی واپسی کا انتظار کرے۔

وہ عمارت میں داخل ہوا......صدر دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔اندر سارے کمرے بھی روشن تھے۔لیکن کوئی آدمی نہ دکھائی دیا۔

اس نے سوچا ممکن ہے اُسے جال میں پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔لہٰذا واپسی کے لئے مڑا ہی تھا کہ اولیویا کی آواز آئی۔''ٹھہرو۔''

وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا......لیکن وہ نہ دکھائی دی۔

''میری باتوں کا جواب دو......اس وقت تم مجھے دیکھ نہیں سکو گے۔''

''جیسی مادام کی مرضی......!'' پیٹر نے بڑے ادب سے کہا۔

''کُہلر کہاں ہے......؟''

''میں اس کی کہانی سنانا چاہتا تھا مادام......اگر آپ یاد نہ فرماتیں تو خود ہی حاضر ہوتا۔''

''کہاں حاضر ہوتے؟''

''زراعتی فارم میں......!''

ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔''اُسے بھول جاؤ......اور اب اُدھر کا رخ بھی نہ کرنا......اب میں وہاں نہ ملوں گی......!''

''جیسی مادام کی مرضی......!''

''جلدی کرو......میرے پاس وقت کم ہے......کُہلر کی کہانی......!''

''ہاں مادام......وہ تارجام والے موڑ پر رک گیا تھا......فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اسپورٹس کار شہر کی طرف گئی ہوگی یا تارجام کی طرف......میرے وہاں پہنچنے پر اُس نے اس دشواری کا ذکر کیا۔پھر ہم میں طے پایا کہ ہم شہر کی طرف واپس جائیں......کچھ دور چلے تھے کہ سڑک کے کنارے جھاڑیوں میں ہم نے سرخ رنگ کی ایک اسپورٹ کار الٹی ہوئی دیکھی......ڈرائیور کا کہیں پتہ نہ تھا......یقیناً وہ بُری طرح زخمی ہوا ہوگا......ہم نے جھاڑیوں میں اُس کی تلاش شروع کردی......کچھ دور تک ساتھ رہے پھر مخالف سمتوں میں الگ الگ تلاش کرنے کی ٹھہری......کافی دیر ہوگئی لیکن اس کا سراغ نہ ملا......میں سڑک پر واپس آ گیا......کُہلر کی گاڑی خالی تھی۔آدھے گھنٹے تک اس کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ واپس نہ آیا۔تھک ہار کر میں نے ٹرانسمیٹر پر بن پولان سے رابطہ قائم کر کے اسے وہاں طلب کرلیا۔''

''میں پوچھ رہی تھی کہ کُہلر کہاں ہے؟'' اولیویا کی آواز میں غصے کی جھلکیاں تھیں۔

''مادام......اس کے بعد سے وہ اب تک لاپتہ ہے۔''

''میں نہیں جانتی تھی کہ تم اتنے ناکارہ ثابت ہو گے۔''

''میرا قصور مادام......!''

''کُہلر فریدی کا آدمی تھا۔''

"آٹھ سال سے مادام......!"

"شٹ اپ......کُہلر کے میک اپ میں فریدی کا کوئی آدمی۔"

"اب میں کیا عرض کروں مادام......!"

"میرے سوالات کے جواب ہوش مندی سے دو...... یہ بتاؤ کہ الٹی ہوئی کار تم نے کس وقت دریافت کی تھی۔"

"غالباً تین بج رہے ہوں گے مادام......!"

"ڈرائیور کی تلاش میں کتنا وقت ضائع ہوا تھا۔"

"دو گھنٹے سے کسی طرح کم نہیں کہا جاسکتا مادام...... میں نے ٹھیک پانچ بجے واپسی کے لئے اپنی گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔"

"اور ٹھیک ساڑھے چار بجے پولیس نے زراعتی فارم پر ریڈ کیا تھا۔" اولیویا کی آواز آئی۔

"نہیں......!" پیٹر اچھل پڑا۔

"انہوں نے کسی مفرور ملزم کی تلاش کا بہانہ کیا تھا۔"

"لیکن آپ کو کوئی نہ پہچان سکا ہوگا۔" پیٹر خوش ہوکر بولا۔

"خاموشی سے سنو۔" اولیویا کا لہجہ تلخ تھا۔

پیٹر کچھ نہ بولا۔ اولیویا کہتی رہی۔ "بنیادی غلطی مجھ سے ہوئی ہے اور اب میں اس کا ازالہ کرنا چاہتی ہوں۔"

پیٹر خاموش رہا۔

"کیا تم سو گئے......!" وہ جھنجلا کر بولی۔

"میں سن رہا ہوں مادام......!" وہ مضمحل سی آواز میں کراہا۔

"مجھے تم سے براہِ راست تعلق نہ رکھنا چاہئے تھا۔"

"مادام مجھ سے زیادہ دانش مند ہیں۔"

"طنز کر رہا ہے مجھ پر......!"

"ہرگز نہیں مادام......!" وہ بوکھلاہٹ میں جھکتا ہوا بولا۔ "میری یہ مجال نہیں! مجھے بھی ہوا تھا کہ براہِ راست تعلق رکھنا مناسب نہیں لیکن آپ کو مشورہ دینے کی ہمت

"میں کئی سال سے فریدی کے چکر میں ہوں لیکن آج تک اُس پر ہاتھ نہیں ڈال سکی۔ اب یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔"

"اُسے تو راہ چلتے گولی ماری جاسکتی تھی مادام......!"

"احمقانہ خیال ہے...... اس سے پہلے نہ جانے کتنوں نے کوشش کر ڈالی لیکن وہ آج زندہ ہے۔"

"مادام گستاخی ضرور ہے......لیکن ایک سوال کی اجازت دیجئے......!"

"کیا بات ہے؟"

"آپ فریدی کو اپنی طرف متوجہ کیوں کرنا چاہتی تھیں۔ خاموشی سے اس پر ہاتھ کیوں نہیں ڈال دیا......؟"

"جو کچھ ہم جھیل میں تلاش کر رہے تھے اسے چھپ چھپ کر تلاش کرنا ممکن نہیں رہا کیونکہ اس میں ایک اور پارٹی بھی دلچسپی لے رہی تھی۔ یہاں کی حکومت اس سے بے خبر تھی۔ میں نے سوچا کیوں نہ یہاں کی حکومت ہی اسے تلاش کرائے......اور جب وہ چیز برآمد ہوجائے تو پھر میں اس پر ہاتھ صاف کردوں۔"

"عقل و دانش میں مادام کا ہم پایہ کوئی نہ ملا آج تک۔" وہ پرجوش لہجے میں بولا۔

"فریدی میری اس چال کو سمجھ گیا ہے اور مجھ سے قطعی طور پر پوشیدہ رہ کر میری نگرانی کرنا چاہتا ہے۔"

"لیکن مجھے یقین ہے کہ مادام کے ہاتھوں شکست کھائے گا۔"

"میری شان میں قصیدے پڑھنے کی بجائے اپنے حواس یکجا کرنے کی کوشش کرو۔" وہ تلخ لہجے میں بولی۔

وہ کچھ نہ بولا۔ اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا اور اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار تھے۔

"تم یہ نہ سمجھو کہ اس کی دسترس سے دور ہو...... وہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے تم کو ہرگز نہیں چھوڑے گا۔"

''میں پوری طرح ہوشیار ہوں مادام......!''

'' بکواس بند کرو......میرا تو خیال ہے کہ کُھلر کے روپ میں فریدی بذات خود

''نن......نہیں مادام......!''

''وہ میک اپ کا ماہر ہے......دنیا کی کئی زبانیں اہل زبان کی طرح بول سکتا ہے
طرح کی آوازیں بدل سکتا ہے۔ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔''

''لیکن اس کی آنکھیں کرنجی تو نہیں ہیں مادام...... کُھلر کی آنکھیں کرنجی ہیں
ماہر ترین میک اپ کرنے والا بھی آنکھوں کی رنگت نہیں بدل سکتا۔''

''پلاسٹک کی دریافت نے یہ مشکل بھی آسان کردی ہے......صرف مہارت چا
وہ......تم پھر باتوں میں وقت ضائع کرنے لگے......وہاں وہ موٹا اب کس اسٹیج میں ہے

''عنقریب پاگل ہوجائے گا......اُسے بھانت بھانت کے ڈراؤنے اور حیرت
حالات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ پھر ذہنی توازن کھو دینے کے بعد ہی وہ دوسرے اژ
لئے کارآمد ہوسکے گا...... پورے چھ ماہ صرف ہوں گے مادام......!''

''اوہ ٹھیک یاد آیا......ابھی تمہاری باخبری اور ہوش مندی کا امتحان بھی ہوا جاتا
ذرا یہ تو بتاؤ اس دیوانے کا کیا ہوا جس پر جال پھینکا گیا تھا۔''

''وہ......وہ...... مادام......اس کا تو پھر پتہ ہی نہیں چل سکا تھا۔''

''وہ مینٹل ہاسپٹل میں ہے اور اس کا گہری نظر سے جائزہ لیا جارہا ہے۔ انہوں
بھی معلوم کرلیا ہے کہ اس کا زہریلا خون ہی ان گیارہ آدمیوں کی موت کا سبب بنا تھا۔''

''مم...... مادام......!''

''بس......اب مزید بکواس کی ضرورت نہیں۔ میں جب چاہوں گی تم سے رابطہ
کرلوں گی...... اُسے اچھی طرح سمجھ لو کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت فریدی کی نظر دل
ہو......لہٰذا اُسے الجھائے رکھو......طریقہ سنو......تم خود بہت احتیاط سے اس کا جا
گے کہ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔ پھر ایسے لوگوں کا تعاقب کراؤ جو تمہارا تعاقب کر
ہوں۔ اُن کے اڈوں پر حملے کراؤ......وہ براہِ راست اپنے محکمے سے مدد نہیں لے رہا
لوگ اس کے لئے کام کررہے ہیں......ان میں ابتری پھیلاؤ۔ تم سن رہے ہو یا نہیں!''

''ہاں مادام......!''

''کیا خیال ہے؟''

''بہت مناسب ہے مادام......اب میں یہی کروں گا......!'' پیٹر مچکوف نے بڑے
ادب سے کہا۔

''بس اب جاؤ۔''

وہ ایک بار پھر احتراماً جھکا اور صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ باہر اس کی گاڑی
کھڑی تھی۔ لیکن وہ فوراً ہی اس میں نہیں بیٹھ سکا تھا۔ اس وقت کی گفتگو سے اس کے اعصاب
پر اچھا اثر نہیں پڑا تھا۔ حالانکہ اسکے ساتھی اُسے فولادی اعصاب کا مالک سمجھتے تھے۔
سارے جسم میں سنسنی سی تھی...... کمزور کردینے والی سنسنی۔ اس کی گاڑی سے دس گز
کے فاصلے پر بن پولان نے اپنی گاڑی پارک کی تھی اور سیٹ پر بیٹھا کنکھیوں سے اُسے دیکھے
جارہا تھا۔ پیٹر نے اُسے واپسی کا اشارہ کیا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔

دس منٹ بعد وہ دونوں ہی ایک ایسی عمارت میں داخل ہورہے تھے جس کے متعلق
پیٹر نے فیصلہ کیا تھا کہ اب مستقل طور پر وہیں قیام کرکے اولیویا نارمن کی اسکیم کو عملی جامہ
پہنائے گا......اس کا گمشدہ نائب کُھلر اسی عمارت میں رہتا تھا۔

''بن......!'' پیٹر مچکوف راہداری میں چلتے چلتے رک کر بن پولان کی طرف مڑ کر
بولا۔ ''کُھلر تمہاری دانست میں کیسا آدمی ہے۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا موسیو۔'' بن پولان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''مطلب یہ کہ کیا وہ بے وفائی بھی کرسکتا ہے!''

''موسیو! میرا خیال ہے کہ محبوبہ کے علاوہ دنیا میں اور کوئی بے وفائی نہیں کرتا۔''

''بن......میں سنجیدہ ہوں۔'' وہ ناگواری سے بولا اور پھر راہداری طے کرنے لگا۔
بن پولان نے مضحکانہ انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی تھی اور اُس کے پیچھے خاموشی
سے چلنے لگا تھا۔

وہ ایک کمرے میں پہنچے جہاں قدیم وضع کی بہت بڑی بڑی آرام کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔
پیٹر مچکوف ایک آرام کرسی میں گر کر کسی تھکے ہوئے بیل کی طرح ہانپنے لگا

پولان کھڑا رہا۔ آخر مچکوف نے اُسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بھرائی ہوئی آواز میں
بولا۔ ''کُہلر کی گمشدگی میرے لئے باعث تشویش ہے۔!''

''لیکن موسیو...... بے وفائی کا خیال کیوں آیا تھا آپ کو......؟'' بن پولان نے
اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مادام کا خیال ہے کہ کُہلر کے روپ میں فریدی ان دنوں ہمارے ساتھ رہا ہے۔''

بن پولان نے قہقہہ لگایا اور پیٹ دبائے ہوئے ہنستا ہی چلا گیا۔

''شٹ اپ......!'' مچکوف آخر کار آپے سے باہر ہو کر دہاڑا اور بن پولان سنبھل کر
بیٹھ گیا۔

اتنے میں راہداری سے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کی آواز آئی اور بن پولان
دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ مچکوف اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھا اور دروازہ کھول دیا۔

سامنے کُہلر کھڑا انہیں وحشت زدہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ اُس کی رنگت زرد تھی۔
شیو بے تحاشہ بڑھا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے برسوں کا بیمار ہو۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے

''تم......تم......!'' مچکوف اُس کی طرف ہاتھ اٹھا کر ہکلایا۔

''مجھے سہارا دیجئے موسیو......!'' وہ کمزور سی آواز میں بولا۔ سچ مچ ایسا لگ رہا تھا
خود سے قدم اٹھاتے وقت وہ چکرا کے گر پڑے گا۔

بن پولان نے آگے بڑھ کر اُس کا بازو تھام لیا اور اُسے ایک آرام کرسی تک لایا۔
اُسے آرام کرسی پر لٹا کر وہ متحیرانہ انداز میں پیٹر مچکوف کی طرف دیکھنے لگا۔ جس نے
جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ کُہلر کی طرف کر دیا تھا۔

''بن......!'' وہ غرایا۔ ''اچھی طرح دیکھو...... یہ میک اپ تو نہیں ہے؟
کُہلر...... اگر تم نے ذرا سی بھی مزاحمت کی تو فائر کر دوں گا۔''

جزیرے پر چاندنی کھیت کر رہی تھی۔ موسم بڑا خوشگوار تھا۔ رات کے آٹھ بجے

چوروں جھونپڑے کے باہر بیٹھے اپنے اپنے راگ الاپ رہے تھے۔

بوڑھا میڈونا سے کہہ رہا تھا۔ ''جب سے تم آئی ہو...... میری بیٹی بہت زیادہ اداس
رہنے لگی ہے۔ تم اس جوان آدمی سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرو۔''

''تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے...... مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔''

''سچ مچ پاپا کا دماغ خراب ہو گیا ہے۔'' جینی حمید کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔

''وہ غلط تو نہیں کہتے۔ تم واقعی اداس رہنے لگی ہو۔''

''بکواس ہے! تم پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتے ہو۔''

اتنے میں میڈونا بوڑھے کی کسی بات پر بگڑ کر اونچی آواز میں بولی۔ ''مجھے غصہ نہ
دلاؤ...... ورنہ تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گی۔''

''میں نیوٹرل ہوں......'' حمید نے زور سے کہا۔

''اے تم اپنی زبان بند رکھو......!'' وہ حمید کی طرف مڑی۔

''تم کیوں بھونک رہی ہو۔'' جینی مٹھیاں بھینچ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''ٹھہرو بتاتی ہوں......!'' میڈونا جھپٹی ہی تھی کہ حمید ان کے درمیان آ گیا...... نتیجے
میں پشت پر جینی کا دوہتڑ پڑا تھا اور سینے پر میڈونا کا گھونسہ۔

بوڑھا دور کھڑا ''ارے......ارے'' کر رہا تھا۔

جینی نے ہاتھ بڑھا کر میڈونا کے بال پکڑنے چاہے۔ حمید نے اُسے روکنے کی کوشش
کی۔ اسی جدوجہد کے دوران میں خود اس کے بال جینی کی مٹھی میں آ گئے اور قبل اسکے کہ وہ
کچھ کرتا اس نے کئی جھٹکے بھی دیئے اور میڈونا کے گھونسے تو اسکے شانوں پر پڑ ہی رہے تھے۔

''لڑکے سنبھلو......!'' بوڑھا چیخا۔ ''یہ دونوں آپس میں گتھنے نہ پائیں۔ ورنہ جینی اُسے
ہلاک کردے گی...... ایک آتش خور ماں کی بیٹی ہے۔''

''فی الحال تو میرا ہی سیخ کباب تیار کئے دے رہی ہے۔ اسے ہٹاؤ...... فوراً......
ورنہ...... او...... او...... اوغ...... غا......!''

میڈونا کا ایک گھونسہ اس کے پیٹ پر پڑا اور وہ جھٹکے کے ساتھ دوہرا ہو گیا۔ گرا اور
ریت میں لڑھکتا چلا گیا۔ تکلیف کے باوجود ٹھنڈی ریت بڑی اچھی لگ رہی تھی۔

چاندنی مسکرا رہی تھی اور چاند منہ چڑھا رہا تھا۔

میر تقی میر سے لے کر میرا جی تک سارے شعراء کے دواوین آنکھوں میں ناچ
درد سا درد تھا...... ہمہ تن درد محسوس کر رہا تھا خود کو۔

پھر اُس نے مچل مچل کر ہنسنا شروع کر دیا...... اس سچویشن پر ہنسی آ رہی تھی۔ کا
اسے اس حال میں دیکھ پاتا۔ اس نے سوچا۔

میڈونا اور جینی کے چیخنے کی آوازیں برابر کانوں کے پردوں پر ضربیں لگا
تھیں۔ بوڑھا بھی چیخ رہا تھا۔

حمید لوٹیں لگاتا ہوا اُن کی حد نگاہ سے نکل گیا اور پھر جو اٹھ کر بھاگا ہے ساحل
تو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ پتہ نہیں ان دونوں میں سے کون لہولہان ہوا...... میڈونا یقی
جینی سے زیادہ اسمارٹ اور مضبوط تھی۔

وہ پانی پر جھکا اور منہ پر چھینٹے مارنے لگا...... بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ شائد
کچھ خراشیں بھی آئی تھیں جن میں کھارے پانی نے ہلچل مچا دی...... پیچھے ہٹا اور
چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

ایک بار پھر اُسے ہنسی آ گئی...... یہ نامعقول عورتیں...... تہہ در تہہ کتنے ر
ہیں۔ اس نے سوچا۔ لیکن اس کے آگے اور کچھ نہ سوچ سکا۔ کسی نے کاندھے پر ہاتھ
وہ اچھل کر مڑا اور بوڑھے کا چہرہ دیکھ کر بھنا گیا۔

لیکن قبل اس کے کہ کچھ کہتا بوڑھا خوفزدہ لہجے میں بولا۔ ''چل کر دیکھو......
کون ہے۔''

''اب کون ہے......؟'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''وہ دوسری طرف سے آیا تھا...... خدا کی پناہ...... آدمی ہے یا پہاڑ......
ان دونوں نے لڑنا چھوڑ دیا تھا...... ہم خوفزدہ تھے...... لیکن قریب آ کر جیسے ہی
میڈونا کو غور سے دیکھا چیخنے لگا۔''

''کیا چیخنے لگا......؟''

''بھوت...... بھوت......!''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔''

''چل کر دیکھ لو...... چیختے چیختے بیہوش ہو کر گر گیا ہے۔''

''ممکن ہے اب تک مر بھی چکا ہو...... چلئے جاؤ یہاں سے میں تنہا رہنا چاہتا ہوں۔''

''سنو رحم کرو...... مجھ پر...... چلو لڑکیاں خائف ہیں۔''

''اُسے...... جو عورتوں کو بھوت سمجھتا ہو اس سے خائف ہونے کی کیا ضرورت
ہے...... اپنا اور میرا وقت نہ خراب کرو...... وہ کوئی بہت بڑا دانشور معلوم ہوتا ہے......
عورتوں سے بھاگ کر اس ویران جزیرے میں پناہ لی ہوگی لیکن یہاں بھی انہیں موجود پا کر
صدمے کے مر گیا۔''

''تم ایسی باتیں کر رہے ہو...... مجھے حیرت ہے۔''

''حیرت کی کیا بات ہے؟''

''تم تو عورتوں کے بارے میں بڑے خوبصورت خیالات رکھتے تھے۔''

''چلو...... خدا کے لئے چلو...... انہیں تمہاری ضرورت ہے۔''

''عورتوں کو اسی وقت مردوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جب وہ چوہے یا چھپکلی سے
ہوں...... جاؤ میری تنہائی کو مجروح نہ کرو۔''

''اچھی بات ہے اگر اُن میں سے کوئی مر گئی تو ذمہ داری تم پر ہوگی۔''

''ارے جاؤ...... شائد تم نشے میں ہو...... میں نے آج تک کسی عورت کو ڈر کر مرتے
دیکھا۔''

''میں تمہارے متعلق بڑی اچھی رائے رکھتا تھا۔'' وہ ناخوشگوار لہجے میں بڑبڑاتا ہوا
نے کے لئے مڑ گیا۔

حمید جہاں بیٹھ گیا تھا وہیں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے جیب سے پائپ نکالا اور
تمباکو بھرنے لگا۔ پھر سلگانے جا رہا تھا کہ میڈونا کی آواز سنائی دی۔ وہ اسے پکارتی
نشیب میں اُتر رہی تھی۔

''کیا ہے......؟'' حمید نے اس کے قریب آ جانے پر غرا کر پوچھا۔

''وہ دیکھو...... میں ایک دشواری میں پڑ گئی ہوں۔ میری مدد کرو۔''

"یہاں اس ویرانے میں کون کسی دشواری میں پڑسکتا ہے۔"

وہ اس کے قریب بیٹھ گئی اور تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔ "میں نے آج تک کوئی کام نہیں کیا...... لیکن مجھے اس سیدھے سادھے آدمی سے ہمدردی ہے...... کوئی تدبیر کر میرا خوف اس کے دل سے نکل جائے۔ وہ مجھے بھوت سمجھتا ہے۔"

"نہایت عقلمند معلوم ہوتا ہے۔"

"مذاق میں نہ اڑاؤ...... سنجیدگی سے سنو! مادام کا ہر آدمی دوسرے پر حق رکھتا ہے"

"چلو سن رہا ہوں۔"

"پچھلے دنوں ایک دیو قامت احمق آدمی میرے سپرد کیا گیا تھا۔ مادام کا حکم تھا کہ اُسے الجھانے کی کوشش کروں۔ وہ میرے لئے پاگل ہو رہا تھا۔"

وہ خاموش ہوگئی اور حمید کو یاد آیا کہ بوڑھے نے کسی دیو قامت آدمی ہی کا تذ تھا۔ تو کیا قاسم......!

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا اور مضطربانہ انداز میں بولا۔ "تم خاموش کیوں ہوگئیں؟"

"سوچ رہی تھی کہ اس بات کو آگے کس طرح بڑھاؤں کیونکہ خود بھی اس کے مقص واقف نہیں۔"

"اس کی پرواہ مت کرو...... واقعات......!"

"پھر اسے خوفزدہ کرنے کی تدابیر ہونے لگیں! میرا ربڑ کا مجسمہ تیار کرکے اس ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور وہی سب کچھ اس کے لئے ناشتے کی میز پر لگایا گیا۔ تھ فاصلے سے وہ سب کچھ بالکل اصلی لگتا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں اس کے سامنے لائی وہ بھوت، بھوت چیختا ہوا بے ہوش ہوگیا۔

"کیا وہ اردو بولتا ہے؟"

"ہاں......!"

"لیکن بوڑھے کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ 'بھوت، بھوت' چیخ رہا تھا۔"

"میں اہل زبان کی طرح اردو بول سکتی ہوں، میں نے اُسے بتایا تھا۔"

"چلو...... میں اسے دیکھوں گا۔" حمید آگے بڑھتا ہوا بولا۔ "لیکن فی الحال

تاکہ میرا اس کا سامنا نہ ہونے پائے۔"

جیسے ہی وہ اس مقام پر پہنچے جہاں سے ان تینوں کو دیکھ سکتے تھے حمید نے آہستہ سے کہا۔ "تم واپس جاؤ...... شائد اُسے ہوش آ گیا ہے...... کیونکہ میں تین افراد کو دیکھ رہا ہوں...... اور وہ اسٹولوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔"

"میں کہاں جاؤں......؟"

"کچھ دیر ساحل پر ٹھہرو......!"

وہ پلٹ گئی اور حمید آگے بڑھتا رہا۔

"قاسم......!" اس نے قریب پہنچ کر بڑے پیار بھرے لہجے میں آواز دی۔

"کون......!" وہ اسٹول سے اٹھتا ہوا بولا۔

"تمہارا سرپرست...... تمہارا مربی اور کون......؟" حمید آگے بڑھ کر اس سے "کمرگیر" ہوا بولا۔ کیونکہ بغل گیر ہونے کے لئے اس کو اسٹول پر کھڑا ہونا پڑا۔

"غمید بھائی...... ارے میری جان...... میرے پیارے بھائی...... اللہ تیرا شکر اب دیکھوں گا سالے بھوتوں کو...... اَمے لونڈیاں بن بن کر مجھے چھیڑ رہے ہیں سالے۔"

حمید بڑے پیار سے اس کی کمر تھپکتا رہا۔

آدمی میکر

ان کے ٹرانسمیٹروں پر ہونے والی گفتگو کے سن لئے جانے کے امکانات نہیں تھے اس اب زیادہ تر ٹرانسمیٹر ہی استعمال کئے جا رہے تھے اور یہ ٹرانسمیٹر ان کی مخصوص گاڑیوں لگے ہوئے تھے۔ جب بھی اولیویا کوئی خاص پیغام دینا چاہتی تو پہلے فون پر مچکوف سے رابطہ قائم کرکے کہتی "میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔"

مچکوف ریسیور رکھ کر فوراً باہر آتا...... گاڑی نکالتا اور شہر کی سڑکیں ناپنے لگتا۔

اُسی دوران میں اولیویا دوبارہ اُس سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر لیتی۔ اس وقت بھی یہ
ہوا تھا۔ اُولیویا اس سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ اُسے دوبارہ اتنی جلد کسی اہم پیغام کی توقع نہ
تھی۔ حالانکہ اس کی یہی خواہش تھی کہ کسی طرح اولیویا تک کُھلر کی کہانی پہنچا سکے اور اس کے
لئے یہ بہترین موقع تھا۔

اولیویا کی آواز سنتے ہی اُس نے کُھلر کی داستان شروع کرنی چاہی۔

"تم اپنی زبان بند رکھو...... میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" وہ جھنجھلا کر بولی۔

"مادام..... کُھلر......!"

"شٹ اپ......!"

"ایز یو پلیز......!"

"تم اس وقت اسی کُھلر کی قیام گاہ میں ہی مقیم ہو شائد۔"

"جی ہاں مادام......!"

"ہوں...... اچھا...... بکو تم کیا کہنا چاہتے تھے۔"

"کُھلر ایک ہفتے تک کسی کی قید میں رہا ہے مادام...... دو گھنٹے پہلے کی بات ہے۔
بہت بُری حالت میں واپس آیا ہے۔ اُسے یاد نہیں کہ اُسے اس کی قیام گاہ سے کس طرح
گیا تھا۔ ایک ہفتے تک وہ کسی عمارت میں قید رہا اور آج شام کو اس نے خود کو ایک پبلک
گارڈن میں پڑا پایا۔ میں نے فوری طور پر اس کی کہانی پر یقین کر لیا تھا۔ میں نے وہ سارے
طریقے آزمائے جو ہر قسم کے میک اپ کو صاف کر دیتے لیکن کُھلر کا چہرہ کُھلر ہی کا ہے مادام

"اب اس کُھلر کو جہنم میں ڈالو......!" دوسری طرف سے اولیویا کی آواز آئی

"تھرٹینتھ اسٹریٹ میں ایک عمارت عظیم منزل ہے...... اس میں ایک گھنٹے کے اندر اندر
بم رکھوا دو...... اس بم کو ٹھیک دو بجے پھٹنا چاہئے۔ اس کے کچھ آدمی وہاں مقیم ہیں۔"

"بہت بہتر مادام......!"

"احتیاط سے...... میرا خیال ہے کہ تم اس سے مرعوب ہو گئے ہو۔"

"نن...... نہیں تو مادام...... میں ہر وقت اُس سے دو چار ہونے کو تیار ہوں۔"

"ٹھیک ہے...... لیکن اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ وہ مجھ پر ہاتھ ڈ

فکر میں ہے۔ تم سے نہیں الجھے گا۔ میں اُس کے طریق کار کو اچھی طرح جانتی ہوں۔"

"آپ مطمئن رہیں مادام......!"

"اچھا بس......!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

پیٹر مچکوف نے طویل سانس لے کر ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا اور گاڑی
قیام گاہ کی طرف موڑ دی۔

بھاگم بھاگ اُن لوگوں کے پاس پہنچا جن سے تخریبی کام لیا کرتا تھا۔ ان تک اولیویا
من کا پیغام پہنچا کر تاکید کر دی کہ وہ کام ہر حال میں ایک گھنٹے کے اندر اندر ہونا چاہئے۔

آج وہ تنہا نکلا تھا...... اپنی نگرانی کے لئے بن پولان کو ساتھ نہیں لے سکا تھا کیونکہ
کُھلر کی حالت ابتر تھی اور بن پولان اس کی تیمار داری کر رہا تھا۔

واپسی پر اس نے اُسے کُھلر ہی کے کمرے میں پایا۔ وہ کُھلر سے کہہ رہا تھا۔ "خوش قسمت
ہو کہ کچھ دن اسی بہانے عیش کر لو گے یہاں تو دوڑتے دوڑتے کل پُرزے ڈھیلے ہو گئے۔"

"اب تم میرے ساتھ آؤ......!" پیٹر مچکوف نے اس سے کہا۔

"میں اس کی دیکھ بھال کر رہا ہوں موسیو۔"

"اب یہ خود ہی اپنی دیکھ بھال کر لے گا...... اُٹھو......!"

بن پولان نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا اور اٹھ گیا۔

کُھلر کے کمرے سے نکل کر پیٹر مچکوف اپنے کمرے کی طرف چل پڑا تھا۔ بن پولان
ن کے پیچھے تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ بن پولان کی طرف مڑا۔ اُس کے ہاتھ میں
ریوالور تھا جس کی نال بن پولان کے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

"تمہیں ثبوت پیش کرنا ہے کہ تم بن پولان ہی ہو۔"

وہ ہنس پڑا...... اور بولا "پہلے آپ اپنے بارے میں ثبوت پیش کیجئے موسیو۔"

"بن پولان......!"

"ہاں موسیو......!"

"میں اب کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی ثبوت نہیں ہے میرے پاس کہ چھ سال سے آپ کی خدمت

کر رہا ہوں۔"

"کُھلر آٹھ سال سے میرے پاس تھا......!"

"تو اس بیچارے کا اس میں کیا قصور ہے۔ اُسے سوتے میں بے ہوش کر کے یہاں سے لے جایا گیا ہوگا۔"

"اسی طرح بن پولان بھی لے جایا جاسکتا ہے۔"

"کوئی لے جاکر تو دیکھے......" بن پولان سینہ تان کر بولا۔

"بیکار باتوں میں وقت نہ ضائع کرو...... الماری کھول کر لیکویڈ نمبر تین نکالو اور یہ ثابت کرو کہ تم بن پولان کے میک اپ میں نہیں ہو۔"

"اُوہ......!" اس نے طویل سانس لی اور ڈھیلا پڑ گیا۔ ایک طنزیہ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔

اس نے الماری کھول کر ایک بوتل نکالی جس میں کوئی بے رنگ سیال تھا۔ ہاتھ پر انڈیل کر اُس نے اپنے چہرے پر ملنا شروع کیا۔ پیٹر مچکوف کچھ اور آگے بڑھ آیا تھا۔

وہ اُسے اپنے چہرے کی صفائی کرتے دیکھتا رہا۔

"بس......!" آخر کار وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھے یقین آ گیا کہ تم بن پولان ہی ہو۔"

"اور جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اگر میرے ہاتھ لگ جائے تو اُس کی ہڈیاں چور کر کے رکھ دوں......!" بن پولان غصیلے لہجے میں بولا۔

"ہمیں صبر سے کام لینا چاہئے بن...... ایک نہ ایک دن وہ ضرور ہاتھ آئے گا۔"

"مجھے اس وقت گہرا صدمہ پہنچا ہے جناب۔"

"وقتی مصلحت......! اسے بھول جاؤ......!" پیٹر آگے بڑھ کر اس کا شانہ تھپکنے لگا۔

"اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں موسیو! اس صدمے نے میرے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا ہے۔"

"ضرور...... ضرور...... مجھے افسوس ہے بن! اس واقعے کو بھول جاؤ...... تم پہلے ہی کی طرح میرے بہترین رفیق ہو۔"

❖

عظیم منزل تھرٹینتھ اسٹریٹ کی ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت تھی۔

اس کی خوبصورتی کا راز اس کے دوسری عمارتوں سے الگ تھلگ واقع ہونے میں مضمر تھا۔ چہار دیواری کے وسط میں رہائشی عمارت تھی اور چہار دیواری نیلے پھولوں والی بیل سے ڈھکی رہتی تھی۔

عمارت کے عقب میں چہار دیواری کے کچھ دور ہٹ کر ایک موٹر گیراج تھا جہاں بیشمار ٹوٹی پھوٹی گاڑیاں کھڑی رہتی تھیں اور دن رات کام ہوتا تھا۔ کتنی ہی گاڑیاں آتی جاتی رہتیں۔

بارہ بج کر پانچ منٹ پر ایک اسپورٹ کار گیراج میں دھکیل کر لائی گئی۔ دو آدمی اسے دھکا دیتے ہوئے گیراج کی حدود میں داخل ہوئے تھے۔

اس میں کوئی خرابی تھی...... ایک آدمی مستری کو اس کے بارے میں بتانے لگا اور دوسرا اس سے کچھ دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

مستری نے بونٹ اٹھا کر انجن کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا اور دوسرا آدمی اس تاریک حصے کی طرف چلا گیا جہاں بہت سی ٹوٹی پھوٹی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔

شائد ہی کسی نے اس کی طرف دھیان دیا ہو۔ اگر کسی نے دیکھا بھی ہوگا تو اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکا ہوگا کہ اُسے اُدھر پیشاب ہی کی حاجت لے گئی ہوگی۔

پندرہ یا بیس منٹ تک گاڑی کے انجن میں کام ہوتا رہا لیکن وہ واپس نہ آیا...... اتنے میں گیراج کی حدود کے باہر عین پھاٹک کے سامنے دو تین آدمی ہاتھا پائی کرتے دکھائی دیئے۔ وہ شور بھی مچا رہے تھے۔ گیراج میں جتنے آدمی تھے سب پھاٹک کی طرف دوڑ پڑے۔ ان میں وہ آدمی بھی شامل تھا جو مستری کے پاس ہی رک کر گاڑی ٹھیک کرا رہا تھا۔

بمشکل تمام ان لوگوں نے ان تینوں کو الگ کیا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہے تھے۔

ان میں ایک آدمی مقروض تھا اور بقیہ لوگ قرض خواہ کے طرفدار تھے۔ مستری جو ایک جہاں دیدہ آدمی کے سے انداز میں گفتگو کرتا تھا انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

دس پندرہ منٹ اس میں گزر گئے۔ واپسی پر اسپورٹ کار والے نے مستری کو کام کی
اُجرت دی اور گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا۔ اس کے دوسرے ساتھی کا اب بھی کہیں پتہ نہ
تھا۔ اس نے کسی سے اُسکے بارے میں پوچھا تک نہیں اور گیراج کی حدود سے باہر نکلتا چلا آیا۔
ایک ویران اور تاریک جگہ پر اس نے گاڑی دوبارہ روکی اور نیچے اُتر کر اس کی نمبر پلیٹیں
تبدیل کرنے لگا۔

یہاں بھی اس نے اپنے دوسرے ساتھی کا انتظار نہ کیا اور کام کو ختم کر کے دوبارہ گاڑی
میں بیٹھا اور تیز رفتاری سے چیتھم روڈ کے چوراہے کی طرف روانہ ہوگیا۔

وہاں سے اس نے گاڑی مل ایریا کی طرف موڑی تھی۔ پھر مل ایریا کو بھی پیچھے چھوڑتا ہوا
ایک الگ تھلگ فیکٹری کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ اس فیکٹری میں کولتار بنایا جاتا تھا۔

گاڑی باہر ہی کھڑی کر کے وہ عمارت میں داخل ہوگیا۔ گاڑی جہاں تھی وہیں کھڑی
رہی...... چاروں طرف ہو کا عالم تھا...... فیکٹری کی عمارت میں کہیں کہیں کسی کھڑکی
روشندان میں روشنی نظر آرہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ روشنیاں بھی غائب ہوگئیں اور چاروں طرف
گھرے اندھیرے اور سناٹے کی حکمرانی ہوگئی۔

چوکیدار بھی پھاٹک بند کر کے سونے چلا گیا۔ یہ اسپورٹ کار شائد آخری گاڑی تھی۔

ٹھیک دو بجے رات کو ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اس اسپورٹ کار کے چیتھڑے اڑ گئے۔
دھماکہ اتنا زبردست تھا کہ فیکٹری کی دیواریں تڑخ گئیں۔ گاڑی کے قریب کے حصے
ڈھیر ہی ہوگئے تھے۔ دھماکہ دور دور تک سنا گیا...... انڈسٹریل ایریا جو قریب ترین علاقہ
ایک عجیب سی افراتفری کا شکار ہوگیا۔

وہ ہمیشہ سرہانے فون رکھ کر سوتا تھا اور فون میں کوئی ایسا پرزہ لگا دیا گیا تھا جس کی
سے فون کی گھنٹی کی آواز کسی لاؤڈ اسپیکر سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

بس اچانک گھنٹی بجی اور وہ بستر سے اچھل کر فرش پر آ کھڑا ہوا اور بالکل مشینی انداز میں
ریسیور کریڈل سے اٹھا کر کان تک لایا۔

''ہیلو......!'' نیند کے بوجھ سے اس کی آواز دبی جا رہی تھی۔

''عمارت فوراً چھوڑ دو......!'' دوسری طرف سے اولیویا نارمن کی آواز آئی۔

''مُہلر کو ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں...... اسے وہیں پڑا رہنے دو''

''بہت بہتر مادام......!''

''نمبر گیارہ میں پہنچو...... بن پولان سے محتاط رہنے کو کہنا۔''

پھر پیٹر مچکوف نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ہی ریسیور رکھا
تھا اور بڑی تیزی سے لباس تبدیل کرنے لگا تھا۔

پھر بن پولان کو بھی جگا کر جلدی سے تیار ہو جانے کی تاکید کرتا ہوا بولا۔ ''یقیناً کوئی
خاص بات ہوئی ہے...... لیکن ٹھہرو...... کیا تم جاگتے رہے تھے۔ تمہاری آنکھوں سے نہیں
معلوم ہوتا کہ سوئے ہو۔''

''آپ دیکھ رہے ہیں موسیو کہ میں شب خوابی کے لباس میں نہیں ہوں۔''

''کیوں! تم سوئے کیوں نہیں۔''

''میں آپ کی طرح بہت بہادر نہیں ہوں موسیو! مُہلر اسی عمارت سے غائب ہو کر پھر
اسی عمارت میں واپس آیا تھا۔''

''آؤ...... جلدی کرو...... تم اپنی گاڑی میں چلو گے۔ ہمیں نمبر گیارہ میں فوراً پہنچنا ہے۔''

دس منٹ کے اندر ہی اندر ان کی گاڑیاں سڑک پر نکل آئی تھیں۔ پیٹر مچکوف کا خیال تھا
کہ گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد اُسے ٹرانسمیٹر پر مزید گفتگو کیلئے اشارہ موصول ہوگا لیکن ایسا
نہ ہوا...... اُن کی گاڑیاں اُس عمارت تک پہنچ گئیں جسے نمبر گیارہ کہا جاتا تھا۔

صبح کے چار بجے تھے۔ اس عمارت میں موجود ایک فربہ اندام آدمی نے انہیں گاڑیاں
پورٹیکو میں لے چلنے کو کہا۔

پیٹر مچکوف کو اس کا لہجہ پسند نہیں آیا تھا۔ ویسے وہ اُس کے لئے قطعی اجنبی تھا۔ سفید فام
تھا...... فربہ اندام ہونے کے باوجود بھی اس کے چہرے پر ہلکے پھلکے آدمیوں کی سی توانائی

اور تازگی پائی جاتی تھی۔

اس نے اُن دونوں کو گاڑیوں سے اُترنے کو کہا اور اپنے ساتھ لیکر عمارت میں داخل ہوا۔

"تم دونوں یہیں بیٹھو......!" اس نے ایک کمرے کے دروازے پر رکتے ہوئے کہا۔

اندر پہنچ کر پیٹر مچکوف دروازے کی طرف مڑا جو باہر سے بند کرلیا گیا تھا۔ وہ پھر دروازے کی طرف جھپٹا اور اس کے ہینڈل پر زور آزمائی کرنے لگا لیکن دروازہ نہ کھل سکا۔

وہ مڑ کر بن پولان کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا بات ہے موسیو......؟" پولان نے پوچھا۔

"میں نہیں سمجھ سکا۔"

"کیا دروازہ باہر سے مقفل کر دیا گیا ہے۔"

"ہاں......!" اس نے کہا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

"اس کا کیا مطلب ہوسکتا ہے موسیو۔"

"میں خود نہیں سمجھ سکتا!" پیٹر نے کہا۔ بن پولان خاموش تھا۔ پندرہ بیس منٹ گزر گئے۔

دفعتاً اولیویا کی آواز کمرے میں گونجی۔ "تم بہت تھک گئے ہو پیٹر۔ اب کچھ دن آرام کرو۔"

"میرا قصور مادام......؟"

"غفلت......حماقتیں......جانتے ہو پچھلی رات کیا ہوا۔"

"مم......میں نہیں جانتا مادام......!"

"جن لوگوں نے عظیم منزل میں ٹائم بم رکھا تھا پولیس کی حراست میں ہیں۔"

"کیا وہ بم رکھتے ہوئے پکڑے گئے تھے مادام......!"

"نہیں......بلکہ وہ بم دوبارہ ان کی گاڑی میں رکھ دیا گیا تھا جو ٹھیک دو بجے پھٹ گیا۔"

"یہ کیونکر ممکن ہے۔"

"اس طرح ممکن ہے پیٹر مچکوف کہ تم اندھے ہو۔ اپنی آنکھیں کھلی نہیں رکھ سکتے۔"

پیٹر کچھ نہ بولا۔ اولیویا کی آواز پھر آئی۔ "تم خاموش رہو۔ حالانکہ بکواس کی عادت نے تمہاری شخصیت تباہ کر کے رکھ دی ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا مادام یہ کیونکر ہوا......وہ لوگ اس کام کے ماہر ہیں۔"

"گاڑی کولتار فیکٹری میں پارک کی گئی تھی۔ وہیں دھماکہ ہوا۔ دور دور تک کی عمارتوں کی کھڑکیوں اور دروازوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ فیکٹری کا منیجر بھی حراست میں ہے۔ اب مجھ سے سنو کہ یہ کیونکر ہوا......سنو اپنے اندھے پن کی داستان......تمہاری گاڑی کے ٹرانسمیٹر سے ایک اور ٹرانسمیٹر بھی اٹیچ پایا گیا ہے......اس طرح ہم دونوں کی گفتگو کوئی تیسرا آدمی بھی سنتا رہا ہے۔"

"نن......نہیں......!" پیٹر مچکوف کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

"اور اب تم دونوں میکلوڈ کی ماتحتی میں کام کرو گے۔"

"کک......کون......میکلوڈ......!"

"جس نے تمہیں یہاں بند کیا ہے۔ اُسے اختیار دیا گیا ہے کہ تمہیں جس طرح چاہے استعمال کرے۔"

صبح کے آٹھ بجے تھے۔ قاسم بے خبر سو رہا تھا۔ حمید نے اس کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پھر وہ چاہتا بھی تھا کہ اس کے اٹھنے سے پہلے اس کے لئے ناشتے کا انتظام کرلے۔ جینی نے صاف انکار کر دیا تھا۔ لیکن میڈونا خوشی سے تیار ہوگئی تھی۔ اس کا کھانا پکانے کی ذمہ داری لیتے وقت اس نے کہا تھا۔ "میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اب میرا زیادہ تر وقت چولہے کے قریب ہی گزرے گا لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں۔"

ابھی تک وہ قاسم کے سامنے نہیں آئی تھی۔ پچھلی رات جب وہ سوگیا تھا تو وہ چپ چاپ جھونپڑی میں داخل ہوئی تھی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی تھی۔

حمید صبح ہی سے محسوس کر رہا تھا کہ جینی اور اس کا باپ اُس سے کچھ کھنچے کھنچے سے تھے۔ اس نے بھی انہیں نہیں چھیڑا تھا۔ میڈونا سے اس نے کہہ دیا تھا کہ جب تک وہ اس

سے نہ کہے اُسے قاسم سے دور ہی دور رہنا پڑے گا۔

جھونپڑے سے نکل کر وہ ساحل کی طرف آیا۔ زیادہ تر وقت ساحل ہی پر گزارتا تھا
اس توقع پر کہ شائد نکل بھاگنے کی کوئی سبیل نظر ہی آ جائے۔

روزانہ پورے جزیرے کے دو تین چکر ضرور لگاتا تھا۔ کچھ ہی دور گیا تھا کہ بوڑھے
مغربی ساحل کی طرف سے دوڑ کر آتے دیکھا۔

وہ قریب آ کر بڑے جوش سے بولا۔ ”رہائش کا مسئلہ بھی حل ہو گیا۔ ہم دونوں اس
منحوس جھونپڑے کو خیر باد کہنے جا رہے ہیں۔“

”کیسے حل ہو گیا رہائشی مسئلہ۔“

”میں نے اُدھر ایک خیمہ دیکھا ہے۔ آرام کی ساری چیزیں موجود ہیں۔ ہم دونوں وہیں
چلے جائیں گے۔ تم لوگ جہنم میں جاؤ۔“ وہ ہانپتا ہوا بولا اور پھر دوڑتا ہی ہوا اوپر چڑھنے لگا۔

حمید نے بھی کچھ دیر بعد وہ خیمہ دیکھا۔ دو آدمی بڑے آرام سے رہ سکتے تھے۔
خاموشی سے ان دونوں کو اس خیمے میں منتقل ہوتے دیکھتا رہا۔ انہوں نے جھونپڑے کی کوئی چیز
اپنے ساتھ نہیں لی تھی۔

انہیں وہیں چھوڑ کر وہ جھونپڑی کی طرف پلٹ آیا۔ قاسم ابھی تک سو رہا تھا اور میڈونا
غائب تھی۔ ناشتہ میز پر لگا ہوا نظر آیا۔ اب قاسم کو جگانے کی ٹھہری...... یہ کوئی آسان کام
نہیں تھا۔ آنکھیں کھولتا اور پھر بند کر لیتا۔ آخر ایک بار جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں حمید
کان کے قریب منہ لے جا کر چیخا ”یہاں کھانے کو نہیں ملتا۔ میں تین دن کے فاقے سے ہوں۔“

”قق...... قیا......!“ وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

”یہاں بھوکے مرنا پڑے گا۔“ حمید پھر چیخا۔

”اَمے نہیں......!“ قاسم نے ہنسنے کی کوشش کی۔

”یقین کرو پیارے......!“

”ارے باپ رے...... میں نے تو شائد کئی دن سے کھانا نہیں کھایا۔“

”ہوش آ گیا تمہیں پوری طرح۔“

”ہاں...... ہاں......!“

”چلو منہ دھو ڈالو...... رفع حاجت تو نہیں کرو گے۔“

”ابے کچھ کھایا ہی نہیں تھا۔“ وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

لیکن پھر تھوڑی دیر بعد ناشتہ دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں اور موج میں آ کر بولا۔ ”اللہ
بھائی بڑے کھش قسمت ہو..... اَمے تمہیں تو قبر میں بھی لونڈیاں ملیں گی۔ قہاں گئی۔“

”چلی گئی اپنے باپ کے ساتھ۔“

”قہاں...... ارے لاحول ولا...... مجھ کو ناشتہ قرنا چاہئے۔ بیکار تمہارا بھیجا چاٹ رہا
...... ہی ہی۔“

پھر اس ”ہی ہی“ کا سلسلہ ایک نوالے ہی سے ٹوٹا تھا۔

ناشتے کے بعد حمید اُسے ڈھب پر لانے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ میڈونا کو بھی اسی
ڑے میں رہنا تھا...... بوڑھا اور اس کی بیٹی تو اس سے بُری طرح متنفر تھے۔

اس نے قاسم سے بھوتوں والی کہانی بالتفصیل سنی اور بولا۔ ”میں بھی اس چکر میں
...... لیکن میں نے دو بھوتوں کو آدمی بنا لیا ہے۔ یہ ایک ویران جزیرہ ہے...... ہم
ں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں۔“

”لل...... لیکن میں نے قتی کو بھی دیکھا تھا۔“ قاسم بولا۔

”اس کا حلیہ بتاؤ...... اُسے بھی آدمی بنانے کی کوشش کروں گا۔“

”اَمے جاؤ اُلو نہ بناؤ...... اب بیٹا جاسوسی چھوڑ کا دعا تعویذ کریں گے۔“

”سنو! میں اُسے آدمی بنا دوں گا۔ لیکن تم اسے میرے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ
...... یہی ظاہر کرو گے جیسے پہلی بار مجھ سے ملے ہو۔“

”میں سمجھ گیا...... آدمی بنا کر سالے کی جاسوسی قرو غے۔“

”پھر جاسوسی کا نام لیا......!“ حمید نے آنکھیں نکالیں۔

”اچھا بیٹا...... روزہ نماز کرو گے...... بس......!“ قاسم نے کہا اور پھر اُس کی ”ہی
ہی“ چل پڑی تھی...... لیکن وہ جلد ہی خاموش اور سنجیدہ نظر آنے لگا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا
جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔

یک بیک بولا۔ ”تم کیسے پڑ گئے تھے بھوتوں کے چکر میں۔“

''یہ تو اچھی طرح یاد نہیں۔ لیکن ایک بزرگ مل گئے تھے اور انہوں نے کچھ ت
بتائیں جن پر عمل کر کے سو گیا۔ دوسری بار جاگا تو خود کو اس جزیرے میں پایا...... یہ
بھوت پہلے سے موجود تھے۔ بزرگ والا نسخہ اُن پر آزمایا...... وہ آدمی بن گئے۔''

''لونڈیا زور دار تھی۔'' قاسم منہ چلاتا ہوا بولا۔

''اب تم کسی قتی کا ذکر کر رہے ہو۔''

''یار بس غضب کی تھی...... اگر تم اسے آدمی بنا دو تو جندگی بھر تمہاری گلامی قروں گا

''اچھی بات ہے...... تم کھاؤ...... میں جا کر تدبیر کرتا ہوں۔''

''میں بھی چلتا ہوں...... تدبیر کر کے خود ہڑپ قر گئے تو میں کیا قروں گا۔''

''بکواس مت کرو...... ورنہ تمہیں بھوت بنا دوں گا۔''

''اچھا......!'' قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔ ''جیسی الا کی مرجی! جاؤ۔''

حمید میڈونا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ وہ اُسے نئے پائے جانیوالے خیمے کے ق
ملی۔ بوڑھے سے کسی بات پر جھگڑا کر رہی تھی۔ جینی بھی موجود تھی۔ لیکن اس کا چہرہ ہر قسم
جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان کی آوازیں سن ہی نہ رہی ہو
حمید نے میڈونا کو وہاں سے ہٹایا اور وہ دونوں جھونپڑے کی طرف روانہ ہو گئے۔

جھونپڑے میں داخل ہوتے وقت اس نے میڈونا کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ قاسم نے
دیکھتے ہی پہلے تو چیخ مارنے کے لئے بھاڑ سا منہ کھولا پھر سر کھجانے لگا۔ منہ بند کر کے مسکر
کی بھی کوشش کی تھی۔

''یہ لو! یہی ہے ناقتی...... میں نے اسے آدمی بنا دیا۔'' حمید سنجیدگی سے بولا۔

''تو ہاتھ چھوڑ دو نا...... یہ کیا بدتمیجی ہے۔'' قاسم نے شرمیلے لہجے میں کہا۔

''ہاتھ چھوڑنے کے لئے نہیں پکڑا گیا۔ یہ اب میری بھتنی بنے گی۔''

''میں قہتا ہوں ہاتھ چھوڑ دو۔'' قاسم آگے بڑھ کر دہاڑا۔

میڈونا نے خود ہی حمید سے ہاتھ چھڑا لیا...... اور آگے بڑھ کر قاسم کی کمر تھپکنے لگی۔

''الاقسم...... مم...... مجھے پھر نیند...... آ رہی ہے۔'' قاسم بھرائی ہوئی آواز میں ہکلا

چمکدار تختی

دروازہ پھر کھلا اور بھاری بھرکم آدمی میکلوڈ اندر داخل ہوا۔ پیٹر کی حالت مارے غصے کے تباہ تھی۔ وہ ابھی تک اس یونٹ کی سربراہی کرتا آیا تھا...... اب یہ نئی اطلاع ملی تھی کہ اسے کسی کی ماتحتی میں رہنا ہوگا۔

بن پولان اس کے پیچھے کھڑا تھا جیسے ہی میکلوڈ کمرے میں داخل ہوا اس نے پیٹر مچکوف کے دونوں بازو مضبوطی سے جکڑ لئے۔

''کک...... کیا مطلب......!'' مچکوف متحیر رہ گیا۔

''موسیو میکلوڈ......!'' بن پولان بھاری آواز میں بولا۔ ''دیکھئے...... یہ میک اپ میں تو نہیں ہے۔''

''بن پولان..... یہ کیا بیہودگی ہے۔'' پیٹر مچکوف اس کی گرفت سے نکل جانے کیلئے مچلا۔

''فضول ہے...... موسیو مچکوف...... آپ مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔ میں اس بدتمیزی پر نادم ہوں لیکن حالات ایسے ہی ہیں کہ ہم ایک دوسرے پر قطعی اعتماد نہ کریں...... آپ نے بھی تو میرا منہ اس محلول سے دھلوایا تھا۔''

میکلوڈ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا ان کے قریب آیا اور مچکوف کا چہرہ ٹٹولنے لگا۔

''تم ٹھہرو......!'' اس نے بن پولان سے کہا۔ ''میں ابھی آتا ہوں۔ اس کو اسی طرح پکڑے رکھو۔''

اس کے چلے جانے پر مچکوف غرایا۔ ''یہ تم اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے ہے۔''

''جس طرح آپ کو میرے بارے میں شبہ ہوا تھا میں بھی اُسی نکتہ نظر سے سوچ رہا ہوں۔''

''اتنا یاد رکھو کہ مادام کا یہ فیصلہ عارضی ہے۔ یہاں کے یونٹ کی سربراہی کسی نئے آدمی

کے بس کا روگ نہیں۔''

''میں پہلے ہی کی طرح آپ کی عزت کرتا ہوں موسیو اور ہمیشہ کرتا رہوں گا......لیکن اس وقت......!''

اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی میکلوڈ واپس آ گیا۔

وہ ایک ٹرالی کو دھکیلتا ہوا اندر لایا تھا۔

''پیٹر مچکوف! تمہیں ایک امتحان دینا ہے۔'' میکلوڈ بولا۔

''کیسا امتحان......؟''

''تمہارے لیفٹیننٹ نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا۔ ہاں جوان تم اس کو اسی طرح جکڑے رہو۔''

ٹرالی مچکوف کے پیروں سے لگا کر کھڑی کر دی گئی اور میکلوڈ نے اس کے پائے سے لگا ہوا ایک پش سوئچ دبایا......ٹرالی کی اُوپری سطح بلند ہونے لگی۔ اتنی بلند ہوئی کہ مچکوف کے چہرے کے برابر آ گئی اور اس میں بجلیاں سی کوندنے لگیں۔ پیٹر مچکوف کو ایسا لگا جیسے اس کی آنکھوں کے مقابل سورج آ گیا ہو۔ اس نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔ ذہن قابو میں نہ رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہوگئی ہو۔

پھر دفعتاً اولیویا کی آواز کمرے میں گونجی۔ ''تم حقیقتاً کون ہو؟''

''میں پیٹر مچکوف ہوں...... میں پیٹر مچکوف ہوں...... میں پیٹر مچکوف ہوں۔!'' وہ ہذیانی انداز میں چیختا ہی چلا گیا۔

ساتھ ہی وہ بُری طرح مچل بھی رہا تھا۔ غالباً بن پولان توازن برقرار نہ رکھ سکا اور وہ دونوں ہی اس طرح گتھے ہوئے فرش پر آ رہے۔ اس ہڑبونگ میں ٹرالی الٹ گئی۔ ایسی چھنچھناہٹ کمرے میں گونجی جیسے بے شمار شیشے کی پلیٹیں ٹوٹ کر فرش پر بکھر گئی ہوں۔

میکلوڈ پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ وہ دونوں بھی بوکھلا کر اٹھ گئے۔

''باہر نکلو......!'' میکلوڈ دروازے کی طرف دوڑتا ہوا چیخا۔

بن پولان پیٹر مچکوف سے پہلے باہر نکلا تھا۔

''عمارت ہی سے نکل چلو'' میکلوڈ ہانپتا ہوا بولا۔ ''ذرا سی دیر میں گیس پھیلنی شروع ہوگی۔''

پھر وہ لان پر نکل آئے۔ اس وقت اس عمارت میں تین آدمی اور بھی تھے۔ میکلوڈ نے انہیں آوازیں دے دے کر باہر نکالا تھا۔

''یہ کیا ہوا موسیو میکلوڈ......!'' پیٹر مچکوف مردہ سی آواز میں بولا۔

''سب تمہاری حماقت کا نتیجہ ہے۔'' میکلوڈ غرایا۔ ''تم نے آئیڈنٹی فائر تباہ کر دیا...... میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی سزا ہمیں کیا ملے۔''

''یہ کیا چیز تھی...... میرے لئے بالکل نئی تھی۔''

''میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ اسے کیسے آپریٹ کیا جاتا ہے۔ میں اسی لئے طلب کیا گیا تھا کہ تم دونوں کی تصدیق کروں۔ مادام تمہاری طرف سے غیر مطمئن ہوگئی ہیں۔''

''آخر کیوں...... آخر کیوں؟'' وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

''میں کچھ نہیں جانتا......اوہ دیکھو گیس کی بو آنے لگی۔ خدا کی پناہ......اگر ہم ذرا دیر بھی اندر ٹھہرتے تو دم گھٹ جاتا۔'' میکلوڈ کراہا۔

''میں پوچھتا ہوں امتحان ہو گیا یا نہیں۔'' بن پولان نے میکلوڈ کو مخاطب کیا۔

''ہاں ہوگیا..... یہ پیٹر مچکوف ہی ہے...... لیکن تم.....!'' میکلوڈ بن پولان کو گھورتا ہوا بولا۔

''میرے بارے میں آپ کو میرے باس موسیو مچکوف بتائیں گے۔'' بن پولان نے بڑے ادب سے کہا۔

پیٹر مچکوف اتنی دیر میں اپنے حواس پر قابو پا چکا تھا۔ مسکرا کر بولا۔

''کچھ دیر پہلے میرے ذہن میں اس کے خلاف ایک شبہے نے سر اُبھارا تھا۔ لیکن پھر مطمئن ہو گیا تھا۔ یہ بن پولان ہے...... میرا بہترین رفیق...... کسی زمانے میں اسپین کا نامور پہلوان رہ چکا ہے......اس نے اس وقت میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا اچھا ہی کیا۔ مجھے اس کی وفاداری پر شک نہیں۔''

بن پولان سر جھکائے کھڑا رہا۔

''لیکن آئیڈنٹی فائر......!'' میکلوڈ بڑبڑایا۔ ''اس کا کیا ہوگا۔ جوابدہی میرے سر ہوگی۔''

''مجھے اس مشین کے بارے میں بتاؤ۔''

''اس کی روشنی میں کوئی شخص جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اعصاب پر اس طرح اثر انداز ہوتی

ہے کہ آدمی کسی مشین ہی کی طرح اپنے متعلق سب کچھ بتاتا چلا جاتا ہے...... ہمارے یونٹ میں یہی ایک آئیڈنٹی فائر تھا......اب کیا ہوگا۔''

مچکوف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک لوڈنگ ٹرک کمپاؤنڈ میں داخل ہوا اور پورٹیکو کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ ڈرائیور کی سیٹ سے اترنے والا دبلا پتلا آدمی میکلوڈ کو اشارے کر رہا تھا۔ میکلوڈ اس کی طرف جھپٹا۔

دونوں آہستہ آہستہ کچھ کہتے سنتے رہے پھر میکلوڈ نے ان تینوں آدمیوں کو بھی جو اس عمارت سے برآمد ہوئے تھے اشارے سے اپنے پاس بلالیا۔

پھر وہ سب ٹرک میں بیٹھ گئے اور میکلوڈ نے ہاتھ ہلا کر بلند آواز میں کہا۔ ''تم دونوں تاحکم ثانی یہیں ٹھہرو گے۔''

اس کے بعد ٹرک اسٹارٹ ہوا تھا اور فراٹے بھرتا ہوا کمپاؤنڈ سے نکل گیا تھا۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے......!'' مچکوف بڑبڑایا۔

''شائد بُرے دن آ گئے موسیو۔'' بن پولان بولا۔

''کیوں آخر کیوں...؟ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ ایک عمارت میں ٹائم بم رکھوا دو۔ مجھے تو نہیں رکھنا تھا۔ جو یہ کام کرتے ہیں اُن تک پیغام پہنچا کر میں بَری الذمہ ہوگیا تھا۔ حماقت ان سے سرزد ہوئی اور سزا مجھے مل رہی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے بن پولان۔''

''لیکن آپ کی گاڑی کے ٹرانسمیٹر سے کوئی دوسرا ٹرانسمیٹر بھی اٹیچ پایا گیا ہے۔''

''تو پھر......؟ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ یہ حرکت کس کی ہے اور کب ہوئی۔''

''ہم اتنے بے بس کیوں ہو رہے ہیں موسیو۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ میری زبان نہ کھلواؤ بن پولان۔''

''خیر...... مجھے کیا۔ میں تو براہِ راست صرف آپ کو جوابدہ ہوں مجھے اور کسی سے سروکار نہیں۔''

''اسی لئے تم نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا تھا۔'' مچکوف اُسے گھورتا ہوا غرایا۔

''مصلحتِ وقت موسیو! ہم میں سے ایک پر تو اُسے اعتماد ہونا ہی چاہئے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں! آپ پر کوئی آنچ آئی تو کیا میں زندہ رہتا...... بن پولان کے حصے میں وفاداری کے علاوہ اور کچھ نہیں آیا۔''

''کچھ دیر خاموش رہو اور مجھے سوچنے دو۔'' پیٹر مچکوف نے کہا اور لان پر بیٹھ گیا۔ بن پولان ٹہلتا رہا۔

کچھ دیر بعد پیٹر مچکوف نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر شدید ترین غصے کے آثار پائے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی مسئلے پر اندر ہی اندر کھول رہا ہو۔

''کیوں کیا بات ہے۔'' مچکوف نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

''حد ہوگئی موسیو!'' بن پولان پیر پٹخ کر بولا۔ ''اتنی بے بسی میں نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی...... فریدی کیا چیز ہے۔''

''ہاں...... یہی تو میں بھی کہتا ہوں...... لیکن مادام نے تو شطرنج کی بساط بچھا رکھی ہے پتہ نہیں وہ کیا چاہتی ہیں۔''

''سنئے موسیو! میرا مشورہ ہے کہ ہم اس بساط پر پٹ جانے والے مہرے بن کر نہ رہیں۔''

''یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔'' مچکوف کی آواز سے خوفزدگی ظاہر ہو رہی تھی۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں...... میری بات غور سے سنئے۔ آدمی کو وفادار ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے تحفظ کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ مفت میں مارلئے جانے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ مادام کی پالیسی میری سمجھ میں آ گئی ہے۔ مادام اور اس کا حریف دونوں ہی ہمیں ڈھال بنا کر ایک دوسرے کی طرف جھپٹنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان کے درمیان بے بسی سے پس جانا مجھے منظور نہیں۔ میں فریدی کو اس کے بل سے نکال کر ماروں گا۔''

''بن پولان......!''

''موسیو مچکوف...... میں مجبور ہوں۔ میری رگوں میں اس شخص کا خون دوڑ رہا ہے جو ...ل فرانکو سے ٹکرا کر فنا ہوگیا تھا۔''

''اچھا تم کیا کرو گے۔''

''جو آدمی بھی مجھے اپنا تعاقب کرتا ہوا ملا اُسے جان سے ماردوں گا۔ پھر فریدی کو سامنے آنا ہی پڑے گا۔''

''تم سپاہیانہ انداز میں سوچ رہے ہو...... وہ ذہنی جنگ کا ماہر ہے۔''

''تو پھر کیا مجھے خودکشی کر لینی چاہئے......!'' بن پولان جھلا کر بولا۔

"نہیں! ٹھنڈے دماغ کے ساتھ زندہ رہنے کی عادت ڈالو۔"

بن پولان کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد پیٹر بولا۔ "تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ کچھ لطیفے چٹکلے چھیڑو...... ہمیں اسی طرح زندہ رہنا ہے۔"

"میری کھوپڑی کی ایک رگ کبھی کبھی چمکنے لگتی ہے اور میں ہفتوں مسکراتا نہیں۔ آپ میری پچھلی زندگی سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔"

"بن پولان جی بہلانے والی باتیں کرو...... یقیناً تمہاری پچھلی زندگی دکھ بھری ہوگی۔"

"یہی تو ٹریجڈی ہے کہ ایسا نہیں تھا...... میں نے بڑی خوشگوار زندگی گزاری ہے۔"

"پھر تمہارے دماغ کی وہ رگ تمہیں مسکراہٹوں سے کیوں محروم رکھتی ہے۔"

"مجھے اس کا غم ستاتا ہے کہ مجھے کوئی غم نہیں۔ اٹھئے موسیو! ہم کب تک یہاں رہیں گے۔ دن چڑھ آیا ہے اور ہم نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔"

"اس نے یہ بھی تو نہیں بتایا تھا کہ ہم کتنی دیر بعد عمارت میں داخل ہوں۔"

"میں بتاؤں موسیو......! اس عمارت کو جہنم میں جھونکئے۔ کہیں اور چل کر، میرے ذہن میں ایک جگہ ہے۔"

"تاحکم ثانی ہمیں یہیں رہنا ہے...... تم نے سنا نہیں۔"

"تاحکم ثانی ہم...... ہم یہاں گھاس پر پڑے رہیں گے۔ کھلے آسمان کے نیچے لگے گی تو گدھوں کی طرح لان پر چرتے پھریں گے۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم فی الحال صبر سے کام لیں۔"

"کتنی دیر......؟"

"بن پولان...... تمہیں اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ میں پریشان ہوں۔"

بن پولان جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سیاہ رنگ کی ایک لمبی سی کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور ان کے قریب ہی آ کر رک گئی۔ ایک قد آور آدمی ڈرائیور کی سیٹ سے اُترا...... یہ کوئی مقامی ہی آدمی معلوم ہوتا تھا۔

اس نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ "یہاں کون رہتا ہے۔"

"کیوں؟" پیٹر اٹھ گیا۔

"باہر نام کی تختی موجود نہیں ہے۔"

"اس سے کیا ہوتا ہے؟"

"بہت کچھ ہوتا ہے مسٹر...... اس علاقے کے لئے ضروری ہے کہ مکانات پر مکینوں کے نام کی تختیاں لگائی جائیں۔"

"اچھی بات ہے...... میں مسٹر میکلوڈ کو آگاہ کر دوں گا...... ہم بھی انہیں کے منتظر ہیں...... وہ کہیں باہر گئے ہیں۔"

"براہِ کرم آپ یہ ان تک پہنچا دیں۔" اس نے ایک لفافہ پیٹر مچکوف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ پیٹر نے لفافہ لے لیا اور وہ اپنی گاڑی کی طرف واپس چلا گیا۔

وہ اس کی گاڑی کو پھاٹک سے نکلتے دیکھتے رہے۔

اچانک پیٹر اچھل پڑا...... لفافہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑا اور کیوں نہ چھوٹتا جبکہ وہ دھڑا دھڑ جل رہا تھا...... پتہ نہیں اس میں کس طرح آگ لگ گئی تھی۔

لفافہ دیکھتے ہی دیکھتے خاک ہو گیا۔ لیکن اس میں سے برآمد ہونے والی چیز دھوپ میں چمک رہی تھی۔ یہ کسی چمکدار دھات کی چھوٹی سی تختی تھی جس پر سیاہ حروف میں "کرنل اے کے فریدی" تحریر تھا۔

بن پولان نے مچکوف کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا۔ "موسیو!"

وہ ہونقوں کی طرح اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"چلئے......!" وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف جھپٹا۔ پیٹر مچکوف غیر ارادی طور پر اس کے ساتھ کھنچا چلا جا رہا تھا...... بن پولان نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر پہلے اسے بٹھایا۔ پھر تیزی سے گھوم کر اسٹیئرنگ والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اسکے بعد ان کی گاڑی نے بڑی تیزی رفتاری سے کمپاؤنڈ کے پھاٹک کو پیچھے چھوڑا تھا۔

اُسے بائیں جانب موڑ کر بن پولان نے گیئر بدلا اور گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

پیٹر مچکوف کا چہرہ ایک بار پھر زرد پڑ گیا تھا۔ ہونٹ خشک تھے اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

''وہ دیکھئے......وہ رہی......سیاہ گاڑی۔'' بن پولان پرجوش لہجے میں بولا۔

مچکوف نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا تھا......پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد بن پولان پھر بولا۔ ''وہ بلاشبہ فریدی تھا۔ چلنے کا انداز......کسی قدر ترچھا ہو کر چلتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں......ایسا کیوں ہے۔

''اچانک کوئی فائر کرے تو بایاں پہلو محفوظ رہے۔ آپ کچھ بولتے کیوں نہیں موسیو!''

''دیکھو! ہم نے مادام کا حکم نہیں مانا اور عمارت سے باہر آ گئے۔'' پیٹر نے مردہ سی آواز میں کہا۔

''اگر یہ ہاتھ آ گیا تو مادام ہماری سات پشتوں کو معاف کر دیں گی۔'' بن پولان نے کہا اور گاڑی کی رفتار اور تیز کر دی۔ سیاہ گاڑی اب بہت زیادہ دور نہیں تھی۔

''اوہو......کیا مطلب......!'' بن پولان متحیر لہجے میں بڑبڑایا۔

''کیوں......کیا ہوا......؟'' پیٹر مچکوف چونک کر بولا۔

''وہ....وہ....وہ تو کوئی عورت معلوم ہوتی ہے۔'' بن پولان کی آواز کانپ رہی تھی۔

پیٹر مچکوف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ سچ مچ اگلی کار کو کوئی عورت ڈرائیو کر رہی تھی۔

''یہ کوئی دوسری گاڑی ہے۔'' پیٹر بولا۔ ''وہ تمہیں ڈاج دے کر نکل گیا۔''

''ناممکن موسیو! میں جب بھی کسی گاڑی کا تعاقب کرتا ہوں اس کے نمبر پہلے ہی ذہن نشین کر لیتا ہوں۔ نمبروں پر میں نے اسی وقت توجہ دی تھی جب یہ گاڑی ہمارے پھاٹک سے نکل رہی تھی۔''

''میں پھر کہتا ہوں کہ واپس چلو......ہو سکتا ہے کہ یہ مادام ہی کی کوئی چال ہو۔ ہمیں سزا دینے کے لئے مزید جواز پیدا کر رہی ہوں۔''

''اب میں کچھ نہ بولوں گا موسیو! میں آپ کا ماتحت ہوں۔ جو آپ کہیں گے کرتا رہوں گا۔''

''تو میں کہہ رہا ہوں کہ واپس چلو۔''

''مرضی آپ کی۔'' بن پولان نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور گاڑی کی رفتار کم کر دی۔

وہ مسلسل کچھ بڑبڑائے جا رہا تھا۔ لیکن صاف طور پر الفاظ نہیں سنائی دیتے تھے۔

پیٹر خاموش بیٹھا رہا۔ کچھ دور جا کر بن پولان نے گاڑی موڑ دی اور پھر اسی عمارت کی طرف واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔

''تمہاری دل شکنی ہوئی۔'' پیٹر بولا۔

''میں اب اپنی زبان بند ہی رکھوں گا موسیو! خواہ کچھ ہو جائے۔ مجھے کیا......مالک ہیں۔ لیکن اپنی زندگی کے تحفظ کا حق ہر ایک کو حاصل ہونا چاہئے۔''

''تم بس دیکھتے جاؤ......مادام بالآخر محسوس کریں گی کہ ہم لوگ کتنے کارآمد ہیں۔ تم کھا تھا وہ میکلوڈ کتنا بدحواس تھا آئیڈنٹی فائر کے ٹوٹنے پر......لیکن وہ اسی کی حماقت اسے چاہئے تھا کہ ہمیں اُس کی اہمیت سے پہلے ہی آگاہ کر دیتا۔ خدا کی پناہ! اتنی تھی وہ روشنی......!''

بن پولان کچھ نہ بولا۔

پیٹر مچکوف کہتا رہا۔ ''ایسی اینٹھن ہوئی تھی سارے جسم میں کہ بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے ہے کہ کوئی بھی اس روشنی کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ کیا تم نے اپنی آنکھیں ے رکھی تھیں۔''

''مجھے ہوش ہی نہیں۔ ایک طرف تو ذہن اس میں دھواں ہو رہا تھا کہ میں نے آپ کو کھا ہے اور دوسری طرف یہ خیال کہ دیکھئے آپ کیا نکلتے ہیں۔''

''تم نے بُری طرح فریدی کو اپنے حواس پر طاری کر لیا ہے۔''

''موسیو......پھر گستاخی سرزد ہو رہی ہے۔ آپ بھی تو اپنا ذہن ٹٹو لئے۔''

''ہوں......اُوں......!'' مچکوف اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ونڈ اسکرین پر نظر جمائے رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ میکلوڈ والی عمارت میں داخل ہو رہے تھے۔ جیسے ہی انہوں نے پورچ سامنے گاڑی روکی ایک باوردی دیسی خادم صدر دروازے سے برآمد ہو کر انکی طرف بڑھا۔

''کس سے ملنا ہے جناب۔'' اس نے آگے بڑھ کر بڑے ادب سے پوچھا۔

اور وہ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

پھر پیٹر کھنکار کر بولا۔ ''کیا مسٹر میکلوڈ موجود ہیں؟''

''جناب......یہاں کوئی مسٹر میکلوڈ نہیں رہتے۔''

''پھر یہاں کون رہتا ہے۔'' بن پولان غرایا۔

''مسز اُودی گوراں......!''

''ہم انہیں سے ملیں گے۔''

''آپ کا کارڈ جناب......!''

''موسیو کارڈ......!'' بن پولان پیٹر کی طرف مڑ کر بولا۔

''یعنی کہ تم...... بات دراصل یہ ہے......!'' پیٹر ہکلایا۔

''کارڈ موسیو......!'' بن پولان کا لہجہ سخت تھا۔

پیٹر نے کارڈ نکال کر اس کے حوالے کیا اور وہ اُسے خادم کی طرف بڑھاتا ہوا
ملاقات اشد ضروری ہے۔''

خادم کارڈ لے کر چلا گیا۔

''یہ تم نے کیا کیا......؟'' پیٹر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

''اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ ہمیں یہیں قیام کرنے کا حکم ملا تھا۔''
لاپرواہی سے بولا۔

''لیکن یہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔''

''یہی تو دیکھنا ہے۔''

''بن پولان تم مادام کو نہیں جانتے...... ہمیں یہاں سے ہٹا لے جانے والا
آدمی تھا۔''

''کوئی بھی رہا ہو...... میں اب چوہوں کی سی زندگی نہیں بسر کر سکتا......
ہوں کہ کبھی مادام کا بھی سامنا ہو۔''

''کیا مطلب......؟''

بن پولان کھڑا دانت پیستا رہا۔ پیٹر نے محسوس کیا جیسے اس کی یہ حرکت اس
ہو۔ اسے بھی فوری طور پر غصہ آ گیا۔ گویا بن خود کو اُس پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہا

خادم واپس آ گیا اور بڑے ادب سے بولا۔ ''تشریف لے چلیے۔''

وہ دونوں نشست کے کمرے میں لائے گئے اور پھر کچھ دیر بعد مسز اُدی گوراں
لائیں۔ یہ ایک سیاہ فام خاتون تھیں۔ مسکرائیں تو بجلیاں چمک گئیں۔ ان کے دانت
سفید تھے اور چہرے کی رنگت اتنی ہی سیاہ۔ غالباً کسی افریقی نسل سے تعلق رکھتی تھیں۔

''کیا بات ہے...... آپ لوگ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔'' وہ فرانسیسی انداز میں
بولی بول رہی تھیں۔ ''غالباً کین اینڈ بٹلر کمپنی سے آپ لوگوں کا تعلق ہے...... دیکھئے!
نے جو کپڑا دھونے کی مشین سپلائی کی تھی۔ وہ ہمارے لئے کسی طرح بھی کارآمد ثابت نہ
مناسب ہو گا یا تو آپ اُسے تبدیل کر دیں یا بالکل اٹھا لے جائیں۔''

''جی نہیں......!'' بن پولان بول پڑا۔ ''ہمیں اطلاع ملی تھی کہ آپ کو پولٹری فارمنگ
لچسپی ہے۔''

''ہاں ہے تو......!''

''اگر مناسب سمجھیں تو اس کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں۔ ہم نے کچھ نئے تجربات
ہیں۔ آپ چاہیں تو ہمارا فارم بھی دیکھ سکتی ہیں۔ ابھی پچھلے ہی دنوں نائیجیریا کے سفیر کی بیگم
ہمارے فارم پر تشریف لائی تھیں۔ بیحد خوش ہوئیں اور ہمیں خدمت کا موقع بھی دیا؟''

پیٹر اس دوران میں پیچ و تاب کھاتا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔
نے اولیویا نارمن کے سیکڑوں روپ دیکھے تھے۔ یہ سیاہ فام عورت بھی اولیویا نارمن ہی
تھی۔ لیکن بن پولان تو کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ مسلسل بولے جا رہا تھا اور اب
رہا تھا کہ کسی مسخرے کو ساتھ رکھنا اپنی گردن کٹوا دینے کے مترادف ہے۔ یا خدا کسی
اس کی زبان روک دے تاکہ یہاں سے نکل بھاگنے کی کوئی تدبیر کی جا سکے۔

''اور مادام......'' بن کہہ رہا تھا۔

''اور کیا عرض کروں۔ مقامی آدمیوں کو پولٹری فارمنگ کا سلیقہ نہیں ہے۔ حالانکہ دعوے
بڑے کرتے ہیں۔ ابھی پچھلے ہی دنوں ایک احمق سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگا ہم نئے
کر رہے ہیں۔ نوسادر کے محلول سے انڈوں پر جس قسم کے نقش و نگار بنا دیں ویسے ہی
کے پروں پر پائے جائیں گے۔ شش...... یہ لوگ زیادہ تر اونگھتے اور ہوائی قلعے
بناتے ہیں۔''

''میں ضرور چلوں گی تمہارے ساتھ۔'' مسز دی گوراں نے پھر چمکیلے دانتوں کی نمائش
پولٹری فارمنگ میری کمزوری ہے۔ اٹھئے۔''

پیٹر بگٹوف کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ اس کا ذہن جواب دینے لگا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا

کہ بن پولان کہاں لے جائے گا۔ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ پیٹر اتنا نروس ہو گیا تھا کہ اُس کا
جسم کانپ رہا تھا۔ بن پولان کے اٹھتے ہی وہ بھی اٹھ گیا۔ لیکن پھر اس کا سر چکرایا۔
احساس توازن میں خلل پڑا اور وہ دھڑام سے فرش پر چلا آیا۔ پھر اس کے علاوہ چارہ نہ
کہ آنکھیں بند کر لیتا۔ پوری طرح ہوش میں تھا۔ سب کچھ سن رہا تھا۔ لیکن خود سے اٹھ
سکتا تھا۔ گھٹنوں میں عجیب سی کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔

آنکھیں بند کئے پڑا ان کی گفتگو سنتا رہا۔ بن پولان کہہ رہا تھا۔ ''پریشانی کی ضرورت
نہیں۔ یہ ابھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ اکثر اس قسم کے دورے پڑ جاتے ہیں۔ جن کا اثر پانچ منٹ
سے زیادہ نہیں رہتا۔ میرے باس ہیں اور ہر وقت اسی بناء پر مجھے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔''

''میں ڈاکٹر کو فون کروں۔'' دی گوراں بولی۔

''نہیں نادام...... میں نے عرض کیا نا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ میں تدبیر کرتا ہوں۔''

پیٹر نے محسوس کیا جیسے بن پولان اس کے قریب ہی فرش پر بیٹھ گیا ہو۔ پھر اس
اس کا سر سہلانا شروع کیا اور سہلاتے سہلاتے جب اچانک اس نے اس کی ناک چٹکی
دبائی تو اُس نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔

''موسیو......!'' وہ مغموم لہجے میں بولا۔ ''خدا رحم کرے آپ پر۔''

''مجھے اٹھاؤ۔'' مچکوف کراہا۔

''مجھے تم سے ہمدردی ہے۔'' دی گوراں نے نرم لہجے میں کہا۔

''کوئی بات نہیں محترمہ! اب میرے باس بالکل ٹھیک ہیں۔'' بن پولان بولا۔ ''دل
چاہے ابھی چلئے...... دل چاہے پھر کسی وقت ہمیں طلب کر لیجئے۔''

''انہیں اٹھا کر صوفے پر لٹا دو۔'' دی گوراں نے بن پولان سے کہا۔

''شکریہ محترمہ۔''

پھر جب وہ پیٹر کو صوفے پر لٹا کر مڑا تو دروازے میں ایک سیاہ فام آدمی نظر آیا
کے ہاتھوں میں ٹامی گن تھی اور اس کا رخ انہیں دونوں کی طرف تھا۔

''پیٹر اٹھ جاؤ۔'' دفعتاً دی گوراں تلخ لہجے میں بولی۔

پیٹر نہ صرف ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ گیا بلکہ دوسرے ہی لمحے میں وہ اس کے

اوندھا پڑا گڑگڑا رہا تھا۔ ''مادام میرا کوئی قصور نہیں۔ یہ بن پولان خود سر ہو گیا ہے۔''

''اگر آپ مادام ہیں۔'' بن پولان ادب سے جھک کر بولا۔ ''تو مجھ خادم کے آداب
قبول کیجئے۔ کُہلر کا حشر میرے سامنے تھا اس لئے مجھے اپنی عقل استعمال کرنی پڑی۔''

''تم واقعی بہت عقل مند ہو بن پولان...... میں دل سے تمہاری قدر کرتی ہوں۔ لیکن
شاید تمہیں علم نہیں کہ میرے آدمی عقل مندی سے زیادہ اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔''

بن پولان کچھ نہ بولا۔

وہ پیٹر کی طرف مڑ کر بولی۔ ''اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔''

اس نے فوری طور پر تعمیل کی اور خوفزدہ نظروں سے اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا جس
کے ہاتھوں میں ٹامی گن تھی۔

وہ پھر بن پولان کی طرف مڑی۔ چند لمحے اسے گھورتی رہنے کے بعد بولی۔ ''وہ میرا ہی
آدمی تھا بن پولان جس کا تعاقب تم نے کچھ دیر پہلے کیا تھا۔ دراصل یہ اس لئے ہوا تھا کہ تم
دونوں کی گفتگو سننا چاہتی تھی۔ تم اپنی گاڑی میں جتنی دیر بولتے رہے تھے میں تمہاری آواز سنتی
رہی تھی۔''

''میری خوش نصیبی ہے مادام کہ آپ نے مجھے قابل توجہ سمجھا۔'' بن پولان پھر جھکا۔

''اور بن پولان! میں نے تمہیں اُس وقت بھی دیکھا تھا جب تم پیٹر کو جکڑے ہوئے
میکلوڈ سے کہہ رہے تھے کہ اس کے چہرے کا معائنہ کیا جائے۔''

''میں ایسے حالات میں کیا کرتا مادام جبکہ کُہلر کی مثال سامنے تھی۔ کچھ دیر پہلے موسیو
مچکوف نے بھی تو میرا منہ دھلوایا تھا۔''

''تو یہ حرکت انتقاماً نہیں تھی۔'' دی گوراں یا اولیویا نارمن نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں مادام...... یہ حرکت بھی مجھ سے اس وقت سرزد ہوئی تھی جب مجھے اطمینان
ہو گیا تھا کہ اب انچارج مسٹر میکلوڈ ہوں گے...... ظاہر ہے اس کے بعد موسیو مچکوف میرے
ہی برابر آ کھڑے ہوتے۔''

''تمہیں ڈسپلن کا بھی بڑا خیال ہے بن پولان......؟''

''مادام کی ذرہ نوازی۔''

''بے حد چالاک ہو۔'' وہ مسکرائی اور پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ ''لیکن بن پولان تم نے آئیڈنٹی فائر کیوں تباہ کر دیا۔''

''میں نے......؟'' بن پولان اچھل پڑا۔

''ہاں...... بن پولان...... میں نے دیکھا تھا...... تم اس کی روشنی سے بچنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تم نے اپنا چہرہ مچکوف کی پشت پر چھپا لیا تھا۔''

''مادام...... میں آخر خواہ مخواہ اس اذیت سے کیوں گزرتا جس سے موسیو مچکوف گزرے تھے۔''

''ہوں...... میرا خیال ہے کہ تم آئیڈنٹی فائر کی نوعیت سے واقف تھے۔ تم مچکوف سے کہیں زیادہ ذہین اور باخبر ہو...... اور یہ بات مجھے قطعی پسند نہیں۔''

''مادام......!''

''ہاں...... تم جانتے تھے کہ آئیڈنٹی فائر سے پھوٹنے والی روشنی ٹیلی کاسٹ کرتی ہے۔ تمہارے چہرے کا عکس کسی اور ریسیونگ آپریٹس پر دیکھا جا سکے گا۔ اصلی چہرے کا عکس...... کرنل فریدی۔''

''کیا......!'' بن پولان ایک بار پھر اچھل پڑا۔

اولیویا کا قہقہہ کمرے میں گونج رہا تھا اور اسکے چمکیلے دانت بڑے خوفناک لگ رہے تھے۔

''یعنی...... یعنی...... مم...... میں کرنل فریدی۔'' بن پولان خوفزدہ لہجے میں ہکلایا اور اس آدمی کی طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا جس کے ہاتھوں میں ٹامی گن تھی۔

''ہاں...... تم...... کرنل فریدی ہو۔'' وہ خونخوار لہجے میں بولی۔

''میرے خدا...... کیا موسیو...... آپ کیوں خاموش ہیں...... آپ نے تو اس محلول سے میرا منہ دھلوایا تھا۔''

''اس کے بعد تم کتنی دیر تک مچکوف سے الگ رہے تھے۔''

''میں تو سو گیا تھا مادام مجھے یاد نہیں۔''

''تمہیں بہت وقت ملا تھا کرنل فریدی۔''

''حد ہو گئی مادام...... میں یہ توہین نہیں برداشت کر سکتا۔ اپنے آدمی سے کہیے کہ وہ گن

35.

رے میرے جسم پر.... زندہ رہا تو اس توہین کا بدلہ لینے کی کوشش ضرور کروں گا۔''

''آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اولیویا جھنجھلا کر چیخی۔ ''اگر تم کرنل فریدی ہو تو میں تمہیں آسمان پر چڑھا دوں گی۔ خاموش کھڑے رہو...... پیٹر مچکوف......!''

''مادام......!'' پیٹر آگے بڑھ کر بولا۔

''اس گلدان کے اندر سے بوتل نکالو......!'' اس نے بائیں جانب کی کارنر ٹیبل پر ہوئے بڑے گلدان کی طرف اشارہ کیا۔

پیٹر نے تعمیل حکم میں بڑی پھرتی دکھائی تھی۔

''بن پولان کے چہرے پر سیال آزماؤ۔'' اولیویا نے پرسکون لہجے میں کہا۔ اس کی میں پہلا سا ٹھہراؤ دوبارہ پایا جانے لگا تھا۔

بن پولان بے حس و حرکت کھڑا تھا...... پیٹر نے بوتل سے سیال نکالا اور اس کے ے پر لگانے لگا۔

تقریباً پانچ منٹ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری تھا۔

بن پولان کے چہرے میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

تب اولیویا نارمن طویل سانس لے کر بولی۔ ''میں مطمئن ہوں۔''

ٹھیک اسی وقت بن پولان نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ آدمی جس کے میں ٹامی گن تھی اچھل کر دروازے کے باہر جا پڑا اور بن پولان ٹامی گن سنبھالے ہوئے نارمن کی طرف پلٹا۔

اولیویا کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ بن پولان نے ٹامی گن اس کے قدموں میں ڈال ترانہ جھکا اور پھر سیدھا ہو کر آہستہ سے بولا۔ ''یہ پہلے بھی ہو سکتا تھا مادام......!''

''تم واقعی حیرت انگیز ہو بن پولان...... مجھے ایسے ہی جری آدمی کی ضرورت تھی۔ اب سے ساتھ رہو گے۔''

بن پولان سر جھکائے کھڑا رہا۔

اولیویا نے مچکوف سے کہا۔ ''تم اب تجرباتی زرعی فارم میں رہو گے۔ فریدی تمہارے میں رہا ہے۔ اس کے آدمی اس عمارت کے گرد بھی پھیل گئے ہوں گے۔ بن پولان

میرے ساتھ جائے گا اور اب تم دیکھنا ایک ہفتے کے اندر اندر فریدی میری گرفت میں ہو

"کیا مجھے ابھی رخصت ہو جانا چاہئے مادام۔" مچکوف کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

"فوراً......!" اولیویا سیاہ فام آدمی کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔ "اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔"

سیاہ فام آدمی جس سے ٹامی گن چھینی گئی تھی بن پولان کو کینہ توز نظروں سے پیٹر مچکوف کے ساتھ چلا گیا۔

بن پولان اور اولیویا نارمن اس کمرے میں تنہا رہ گئے اور اولیویا کچھ دیر بعد

"میرا خیال ہے کہ تم نے اس دوران میں اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں۔"

"پیٹر نے میرے بہتیرے مشوروں پر عمل نہیں کیا مادام...... ورنہ فریدی کبھی آ گیا ہوتا۔"

"مثال کے طور پر اپنا کوئی مشورہ دہراؤ۔"

"میں نے اس سے کہا تھا کہ ویسا ہی کوئی دوسرا برہنہ دیوانہ چھوڑا جائے...... بار میں یقینی طور پر فریدی کو پکڑ لیتا۔"

"دوسری بار فریدی خود نہ آتا بن پولان...... اس نے دوسرے امکانی وا سدباب کے لئے باضابطہ طور پر انتظام کرا دیا تھا۔ ساری پولیس کاروں میں اس دن سے بڑے بڑے جال رکھے جانے لگے تھے۔"

"خیر...... مجھے آپ کسی طرح بھی پیچھے نہ پائیں گی۔"

"ہمیں فی الحال یہاں سے نکلنے کی سوچنا چاہئے...... اس کے آدمی یقینی طور کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔" اولیویا پُرتفکر لہجے میں بولی۔

"آپ فکر نہ کیجئے میں نے یہاں ایک بند گاڑی بھی دیکھی تھی۔ جہاں کہیں گی لے چلونگا۔"

"یہاں سے نکلنے والے ہر فرد کا تعاقب کیا جائے گا۔"

"آپ دیکھئے گا کہ کتنی آسانی سے تعاقب کرنے والوں کو ٹھکانے لگا دیتا ہوں۔ پیٹر ہمیشہ میری راہ میں حائل ہوتا رہا ہے ورنہ اس وقت حالات کچھ اور ہوتے۔"

وہ کچھ نہ بولی۔ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بن پولان کی طرف مڑی اور اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے خواہ مخواہ اس کا وقت ضائع کر رہا ہو۔

پھر بولی۔ "فریدی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔"

بن پولان نے بہت بُرا سا منہ بنایا اور بولا۔ "گستاخی ضرور ہے مادام! لیکن کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا یہ یونٹ بالکل ناکارہ ہے...... اس نے اس بُری طرح فریدی کا ہوا تخلیق کیا ہے کہ بعض اوقات مجھے ہنسی آنے لگتی ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"میں جب چاہوں فریدی پر ہاتھ ڈال دوں۔"

"اوہو......!" اولیویا کا یہ انداز چونکنے کا سا تھا۔

"میں نے کئی بار پیٹر مچکوف کو مشورے دیئے لیکن وہ مادام کی بنائی ہوئی لائینوں سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔"

"تم اسے الزام نہیں دے سکتے۔ وہ پوری طرح میرے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا۔"

"تو مادام مشورے نہیں قبول کرتیں۔"

اولیویا نے پھر اسے گھور کر دیکھا اور بولی۔ "ابھی تک کسی نے خود کو اس کا اہل نہیں ثابت کیا بن پولان۔"

"لیکن آپ کا یہ خادم بن پولان اسی اہلیت اور اہمیت کے حصول کے لئے کوشاں رہا ہے...... اگر مادام میرا قصور معاف کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔"

اولیویا نے پھر اسے عجیب انداز میں گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں معاف کر دوں گی۔"

"میں نے پیٹر مچکوف کی اسکیموں سے ہٹ کر بھی کچھ کیا ہے۔ مثال کے طور پر میں نے فریدی کے اسسٹنٹ حمید پر اس وقت ہاتھ ڈال دیا تھا جب میڈونا پہلی بار موٹے آدمی کو

ساتھ لے کر باہر نکلی تھی۔"

"نہیں......!" اولیویا کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں مادام...... میرے علاوہ اور کسی نے اس طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ میک اپ میں تھا اسکے باوجود میں نے اسکے چلنے کے انداز سے اُسے پہچان لیا اور میرا خیال درست نکلا۔"

"وہ کہاں ہے!" اولیویا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"ایک ویران جزیرے میں۔"

"تم نے اتنے دنوں تک کیوں چھپایا۔" اولیویا کا موڈ بگڑ گیا۔

"اہلیت اور اہمیت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے مادام۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "آپ مجھے پہلے ہی معافی دے چکی ہیں۔"

"ہاں...... ہاں...... ٹھیک ہے۔" وہ مسکرائی۔

"اور دوسری جسارت بھی سن لیجئے۔ پیٹر کو اس کا علم نہیں۔ میں نے میڈونا اور موٹے کو بھی بعد میں اسی جزیرے میں پہنچا دیا تھا۔"

"کیوں......؟"

"محض یہ دیکھنے کیلئے کہ فریدی کے آدمی کتنے چاق و چوبند ہیں۔ لیکن مجھے کہنے دیجئے کہ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہوسکا اور ابھی تک اسی عمارت کے گرد جھک مار رہے ہیں۔"

"تب تو تم میرے اندازے سے بھی زیادہ چالاک نکلے۔"

بن پولان سر جھکائے کھڑا رہا۔

"لیکن بن پولان......!" وہ کچھ دیر بعد پھر بولی۔ "تم اپنی اہمیت جتا کر کیا حاصل کرنا چاہتے تھے؟"

"مادام کا قرب......!"

"کس لئے......؟"

بن پولان نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ "ہر آدمی کا سر کسی نہ کسی کے سامنے ضرور جھکتا ہے۔ اگر آپ میری پچھلی زندگی پر نظر ڈالیں تو میں شروع ہی سے ایک سرکش آدمی نظر آؤں گا۔ یہ سر آج تک کسی کے آگے نہیں جھکا۔ لیکن......!"

"اُوہ......!"

"غلط نہ سمجھئے...... یہ سر آپ کے آگے بھی نہیں جھکے گا۔"

"کیا مطلب......؟"

"کسی زمانے میں 'ٹی تھری بی' کے ساتھ 'الفانسے' کا نام سنا جاتا تھا۔"

"بکواس بند کرو۔" وہ آپے سے باہر ہوگئی۔

"ویلجاہ جیسے کیڑوں کو اس کا شرف حاصل ہوسکتا ہے لیکن بن پولان......!"

"خاموش رہو۔"

"بہت بہتر مادام......!" اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

"تم تاحکم ثانی اسی عمارت میں ٹھہرو گے...... میں جارہی ہوں۔"

"لل...... لیکن آپ مجھے معاف کرچکی ہیں۔" وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

"تم اگر یہاں سے ہلے تو جان بخشی کا وعدہ وفا نہ ہوسکے گا۔ اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔"

"تب پھر شائد وہ کامیاب ہی ہوجائے۔"

"کون......؟"

"فریدی......!"

"کیا مطلب......؟"

"میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں مادام...... نیوی والوں سے بالکل الگ رہ کر فریدی لڑکال جنگل میں ایک جگہ کھدائی کرارہا ہے۔"

"اوہ......!" وہ پھر بیٹھ گئی۔

"وہ جگہ اس جھیل سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ہے...... اور فریدی کی راتیں زیادہ تر وہیں گزرتی ہیں۔"

"تم تو مجھ سے بھی زیادہ باخبر ہو...... بن پولان......!"

"بن پولان چاند کیلئے کبھی نہیں ہمکا۔ وہ جانتا ہے کہ اُسے کس حد تک جانا چاہئے۔ میری الفانسے کی حیثیت والی تجویز حیثیت سے بڑھ کر آرزو کرنے کے زمرے میں نہیں آسکتی۔"

''ہوں......!'' وہ اُسے گھورتی رہی۔
''اگر آپ چاہیں تو میں آج آپ کو وہاں لے جا سکتا ہوں۔''
''تم نے ابھی تک اتنی اہم بات کیوں چھپائی۔''
''بس موقع کا منتظر تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری کارکردگی پیٹر کے سر کا تاج بنے۔''
''تم مجھے وہاں کیسے لے چلو گے......ادھر تو آج کل پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔''
''میں آپ کو نیوی کے ایک ہیلی کوپٹر میں لے چلوں گا اور میرے جسم پر ایک نیول آفیسر کی وردی ہوگی۔''

اولیویا بڑی پھرتی سے جھکی اور اپنے پیروں کے پاس پڑی ہوئی ٹامی گن اٹھا کر اس کا رخ بن پولان کی طرف کرتی ہوئی بولی۔ ''تب تم فریدی ہی کے کوئی آدمی ہو۔ دھوکہ دے کر یونٹ میں شامل ہوگئے ہو۔''

''شوق سے میرا جسم چھلنی کر دیجئے۔'' بن پولان مسکرایا۔ ''آپ کی زبان سے دوبارہ یہ الزام سننے سے بہتر یہی ہے کہ تیسری بار کچھ سننے کے قابل نہ رہوں۔''

''تم نے مجھے الجھن میں ڈال دیا ہے بن پولان......!'' اولیویا نے ٹامی گن کی نال جھکا دی اور بن پولان اسی طرح کھڑا مسکراتا رہا۔

''اگر تم سچے ہو تو......شائد وہ مقام تمہیں حاصل ہی ہو جائے۔'' اولیویا نے تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''مجھے ہر ہر طرح آزمایئے......آپ کے وسائل لامحدود ہیں......آپ اس طرح میری نگرانی کرا سکتی ہیں کہ میرے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ ہو سکے۔''
''تم ٹھیک کہہ رہے ہو......میں ایسا ضرور کروں گی۔ اچھا تم جہاں جانا چاہو جا سکتے ہو۔''
''تو پھر آج رات......!''
''میں تیار ہوں۔'' اولیویا بولی۔ ''تم اپنی گاڑی کے ٹرانسمیٹر پر جب چاہو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔''
''بہت بہت شکریہ مادام......آپ مطمئن رہیں......لیکن میرے ہمراہ صرف آپ ہوں گی......نیول ہسپتال کے نرس کی وردی میں! اس کا انتظام پہلے سے رکھئے گا۔ میں آپ

ںبر ہی پر بتاؤں گا کہ آپ مجھے کہاں ملیں۔''
''اچھی بات ہے......!'' اولیویا مسکرا کر بولی۔ ''لیکن اس مسکراہٹ میں بے اعتباری تھی۔''

جب آنکھ کھلی

آٹھ بجے رات کو بن پولان نے اپنی گاڑی کے ٹرانسمیٹر پر اولیویا نارمن سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ وہ اس سے نیول ہسپتال کے قریب ہی ملے گا۔ خود نیوی کے کمانڈر کی وردی میں ہوگا......اس کے چہرے پر فرنچ کٹ ڈاڑھی اور گھنی مونچھیں ہوں گی۔

''لیکن تم مجھے نرس کے لباس میں بھی نہ پہچان سکو گے بن پولان۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''اسی لئے میں نے آپ کو اپنا حلیہ بتایا ہے کہ آپ مجھے پہچان لیں......!''
''لیکن نیوی کا وہ کمانڈر......؟''
''پچھلے ایک ماہ سے میری قید میں ہے اور میں اس کی ڈیوٹی بھی انجام دیتا رہا ہوں ...اس حد تک کیسے جا سکتا......اس کی طرف سے آپ مطمئن رہیں۔''
''تم جانو......میرا بال بھی بیکا نہ ہو سکے گا......آئی گئی تم پر ہی گذرے گی۔''
''میں بزدل نہیں ہوں مادام......!''
''اچھی بات ہے......میں کسی وقت تم سے وہاں ملوں۔''
''ٹھیک نو بجے......کمپاؤنڈ کے مشرقی پھاٹک کے قریب۔''
''اچھی بات ہے۔''

بن پولان نے ریسیور ڈلیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا اور گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ وہ ...ت شہر کے باہر ایک کچے راستے پر گاڑی چلا رہا تھا۔ دفعتاً ایک جگہ اس نے گاڑی بائیں

جانب جھاڑیوں میں موڑ دی اور دور تک اُسے لیتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ وہ جھاڑیوں م
چھپ گئے۔ پھر اس نے گاڑی کا انجن بند کیا اور نیچے اتر آیا۔ اب وہ جھاڑیوں سے
کچے راستے کی طرف جارہا تھا۔ کچے راستے کی دوسری طرف جھاڑیوں کے سلسلے تھ
بائیں جانب مڑ کر کچھ دور کچے راستے پر چلا اور پھر مخالف سمت والی جھاڑیوں میں گھ
ایک جگہ رک کر اس نے ٹارچ کی روشنی چاروں طرف ڈالی اور پھر بائیں جانب چلنے ل
بار وہ جھاڑیوں میں چھپی ہوئی دوسری گاڑی کے قریب رکا تھا۔ اس کے اندر بیٹھ کر ا
انجن اسٹارٹ کیا اور اُسے کچے راستے پر نکال لایا۔ تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد وہ پختہ
پہنچ گیا تھا۔

دو گاڑیاں شام ہی سے اس کے پیچھے لگی رہی تھیں۔ پختہ سڑک پر پہنچ کر ان سے
مڈبھیڑ ہوئی لیکن وہ چالاک تھے۔ بن پولان کے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو ان کے انداز
طور پر دھوکا کھا جاتا۔ لیکن اُسے تو علم ہی تھا کہ ان میں سے ایک گاڑی اولیویا نارم
آدمیوں کے تعاقب میں لگی رہی تھی۔ اب شہر پہنچ کر اُسے اُن دونوں کو حکم دینا تھا۔ وہ چا
کہ جب وہ نیول ہسپتال پہنچے تو تعاقب کرنے والی گاڑیاں اُس کے پیچھے نہ ہوں۔
انتظام بھی اُس نے پہلے ہی سے کر رکھا تھا۔ نیاگرا پہنچ کر اس نے اپنی گاڑی پارکنگ شی
کھڑی کرنے کی بجائے کھلے میں چھوڑی اور صدر دروازے کی طرف بڑھ ہی رہا
چوکیدار نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''جناب عالی پارکنگ شیڈ میں......!''

اس نے اونچی آواز میں کہا۔ ''میں ہال میں ایک آدمی کو دیکھوں گا۔ اگر وہ موجو
گاڑی پارکنگ شیڈ میں کھڑی کردوں گا۔ ورنہ یہاں سے واپس جاؤں گا۔''

وہ دونوں گاڑیاں بھی کمپاؤنڈ میں داخل ہو چکی تھیں اور اس سے تھوڑے ہی فاصلے
تھیں۔ اس نے یہ جملہ ان میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو سنانے ہی کے لئے اونچی آواز م
تھا۔ وہ تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ ہال میں داخل ہو کر کاؤنٹر کے قریب
اور چاروں طرف نظریں دوڑانے کے بعد دوبارہ باہر آ گیا۔ پھر گاڑی میں بیٹھ کر
پارکنگ شیڈ میں لے جانے لگا۔ ابھی یہاں کافی جگہ خالی پڑی تھی اس نے دیکھا
گاڑیاں بھی پارکنگ شیڈ کی طرف چل پڑی ہیں۔ وہ اپنی گاڑی کا انجن بند کر کے بڑی

ے نیچے اُترا اور دوسری گاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا اس لائین میں کھڑی ہوئی آٹھویں گاڑی کے
پاس آ پہنچا۔ یہ ایک بند وین تھی۔ ابھی دونوں گاڑیاں پارک بھی نہیں ہوئی تھیں کہ وہ اس وین
میں بیٹھ کر اس کا انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔ پھر بڑے اطمینان سے اس نے وین پارکنگ شیڈ
سے نکالی اور سیدھا گیٹ کی طرف ہولیا۔ اب وہ وین سنسان سڑک پر تیز رفتاری کی نئی مثال
قائم کر رہی تھی۔ آج رات کی بھاگ دوڑ کا نقشہ اس نے پہلے ہی سے مرتب کیا تھا۔ اس لئے
یہ وین جس کی ''اگنیشن کی'' اسی کے پاس تھی یہاں نیاگرہ کے پارکنگ شیڈ میں پہلے ہی سے
پارک کردی گئی تھی۔ بھاگم بھاگ شہر پہنچا اور یہاں سے نیول ہسپتال کی راہ لی۔ وہ اُس وقت
کمانڈر کی وردی میں تھا اور حلیہ وہی تھا جس کی اطلاع اس نے اولیویا نارمن کو دی تھی۔

نو بجنے میں صرف دس منٹ باقی تھے اور اتنی دیر میں وہ نیول ہسپتال تک پہنچ سکتا تھا۔
مشرقی پھاٹک کے قریب وین روکتے ہوئے اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں
اور نیچے اُتر آیا......اور پھر اس نے ایک تاریک گوشے سے کسی کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔

''ہیلو کمانڈر......!'' مترنم سی آواز سنائی دی۔

''کمانڈر عتیق مادام......!'' وہ کسی قدر جھک کر بولا۔

بڑی خوبصورت نرس تھی۔ بن پولان نے کہا۔ ''واقعی مادام کے سیکڑوں روپ ہیں۔
میرے فرشتے بھی نہ پہچان سکتے اگر آپ خود ہی مخاطب نہ کرتیں۔''

''لیکن مجھے حیرت ہے بن پولان......!''

''میں نہیں سمجھا مادام......!''

''تمہارے تعاقب میں کوئی گاڑی نہیں ہے۔''

''وہ لوگ نیاگرہ میں کافی پی رہے ہوں گے مادام......!''

''کیا مطلب......؟'' وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

تب بن پولان نے اسے آج کی بھاگ دوڑ کی کہانی سنائی اور ایسی کھسیانی ہنسی کے
ساتھ جیسے لگے ہاتھوں اپنی حماقت کا اعتراف بھی کرتا جارہا ہو۔

''واقعی تم حیرت انگیز ہو...... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پیٹر مچکوف جیسے گاڈ دی کا
اسسٹنٹ اتنا چالاک ہوگا۔''

''بس اب ہمیں نیول ایئر بیس کی طرف چل دینا چاہیئے۔'' بن پولان بولا۔

''پھر اچھی طرح سوچ لو......تم کوئی غلطی تو نہیں کر رہے۔''

''اب مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ آپ تو ہیں میرے ساتھ۔ طوفانوں سے ٹکرا جاؤں گا۔''

''خیر......چلو......!'' وہ اگلی سیٹ پر اسکے برابر ہی بیٹھ گئی۔ ''ایئر بیس پر تم کیا کرو گے۔''

''ہیلی کوپٹر کے لئے وہاں جانا ہی پڑے گا۔ پچھلے ایک ماہ سے وہ ہیلی کوپٹر کمانڈر عتیق کے لئے مخصوص ہے......اور کمانڈر عتیق میری قید میں ہے۔''

''بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے تم نے۔''

''اس کے بغیر کام نہیں چلتا مادام......آپ دیکھیئے گا کہ......!'' وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ وین تیز رفتاری سے نیول بیس کی طرف بڑھتی رہی۔

''تم واقعی کمال کے آدمی ہو۔ تم نے تنہا یہ سب کچھ کر ڈالا۔ میں بھی بسا اوقات ایسے اقدام کرتی ہوں لیکن میرے ساتھ تنظیم ہوتی ہے۔''

''زندگی میں پہلی بار میں نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ محض اس لئے کہ کسی طرح آپ سے قریب ہو سکوں۔''

''سنو بن پولان......اگر اس طرح فریدی ہاتھ آ گیا تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری ہر خواہش پوری ہوگی۔''

''شکریہ مادام......!''

تھوڑی دیر بعد وہ منزل مقصود تک جا پہنچے۔ بن پولان ہر ہر قدم پر خود اعتمادی کا بہترین مظاہرہ کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس ہیلی کوپٹر تک جا پہنچے جس میں لڑکال جنگل کے لئے روانہ ہونا تھا۔

''تم خود ہی پائلٹ بھی کرو گے۔'' اولیویا نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں مادام......کمانڈر عتیق خود ہی پائلٹ بھی کرتا تھا۔''

ہیلی کوپٹر شور کے ساتھ بلند ہوا......اولیویا اس کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لڑکال جنگل پر پرواز کر رہے تھے۔

دفعتاً ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ ''کون ہے؟''

''کمانڈر عتیق......ایمرجنسی......ڈارک کارنر......!''

''نو ڈی نارتھ......سیونٹی فائیو ڈگری......!'' ریسیور سے آواز آئی۔

''او کے......تھینک یو۔''

ہیڈ فون کا دوسرا سیٹ اولیویا کے استعمال میں تھا۔ اس نے بھی یہ گفتگو سنی۔ بن پولان [illegible] ہیلی کوپٹر کا رخ موڑا اور کچھ دور چلنے کے بعد پھر آواز آئی۔

''ہواز دیٹ......؟''

''کمانڈر عتیق......!''

''نو ڈی......لائٹ اسپاٹ......!''

''تھینک یو۔''

کچھ دور نیچے ایک روشن دائرہ نظر آ رہا تھا۔ غالباً اسی کی طرف رہنمائی کی گئی تھی۔ اس [illegible] پہنچ کر بن پولان ہیلی کوپٹر کو نیچے اتارنے لگا۔ یہ ایک سرچ لائٹ کا دائرہ تھا جو درخت پر [illegible] ہوئی تھی۔ روشنی اس جگہ صاف زمین پر پڑ رہی تھی جہاں ہیلی کوپٹر کو اترنا تھا۔ ہیلی کوپٹر کو [illegible] کر بن پولان نے اولیویا سے کہا۔ ''اب اس طرف اندھیرے میں آ جایئے......وہ خود ہی [illegible] آئے گا۔''

''کون......؟''

''فریدی......!''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔''

بن پولان ہنس کر بولا۔ ''اس ایک ماہ کے دوران میں کئی بار میں اس کے لئے پیغامات [illegible] چکا ہوں۔ جنرل قادری سے اس کی لڑائی ایک ڈھونگ تھی مادام......اچھا دیکھیئے......اب [illegible] ایک کام آپ کو کرنا ہے۔'' اس نے جیب سے سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی گیند نکالی اور [illegible] اس کے ہاتھ میں دیتا ہوا بولا۔ ''میں اس کو باتوں میں لگاؤں گا اور آپ یہ گیند تاک کر [illegible] ناک پر مار دیجئے گا......دیکھیئے......سنبھالئے اُسے وہ شائد آ رہا ہے۔''

اولیویا نے گیند ہاتھ میں لے لی۔ اس میں کوئی سیال مادہ تھا اور گیند پھٹ جانے والے [illegible] سے بنائی تھی۔

قدموں کی آواز قریب ہوتی گئی اور جیسے ہی آنے والا روشنی کے دائرے...
اولیویا نے اُسے پہچان لیا۔ یہ بلاشبہ فریدی تھا۔

''ادھر کرنل......!'' بن پولان نے اُسے آواز دی۔

''ہیلو کمانڈر......!'' وہ آواز کی طرف بڑھتا ہوا بولا اور پھر جیسے ہی وہ روشنی
سے گزر کر تاریکی کی طرف بڑھا اولیویا نے وہ گیند اس کی ناک پر کھینچ ماری......
نے لڑکھڑا کر سنبھلنا چاہا لیکن پھر مردوں کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

وہ بے خبر سو رہے تھے......اچانک آنکھ کھلی اور انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے زلزلہ
ہو۔ زمین ہل رہی تھی۔ پہلے تو وہ اُسے بم کا دھاکا سمجھے تھے لیکن آہستہ آہستہ ذہن
میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ اس شور میں تسلسل محسوس کرتے گئے......اور سب
بستر سے حمید ہی نے چھلانگ لگائی۔

''یہ......یہ تو......کسی ہیلی کوپٹر کا شور ہے۔'' اس نے قاسم کے شانے پر ہاتھ ما...

''ہیلی کوپٹر......!'' قاسم نے پلکیں جھپکائیں۔

''ہاں......وہ موم بتی بجھا دو۔'' حمید نے میڈونا سے کہا اور اس نے پھونک
بتی بجھا دی۔ اتنے میں آواز تھم گئی۔ ''کیا گزر گیا؟'' میڈونا نے پوچھا۔

''ناممکن ہے......میرا خیال ہے کہ وہ یہیں کہیں اُترا ہے۔'' حمید نے پُرتفکر لہجے...

''اَمے تو باہر نقل قر دیکھو۔'' قاسم جھلا کر بولا۔

''تم مجھ سے زیادہ بھاری بھرکم ہو......زیادہ اچھی طرح دیکھ سکو گے۔''

''جھگڑنے کی ضرورت نہیں......ہم تینوں دیکھتے ہیں۔'' میڈونا بولی۔

''تم قہاں سے بول رہی ہو۔''

...یں یہیں ہوں......!''

...س کے قریب۔''

...یرے قریب......!'' حمید بولا۔

...یں قہتا ہوں......فوراً بتی جلاؤ......ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔''

...اغ تو نہیں چل گیا۔'' میڈونا جھنجھلا گئی۔

...کنے دو......زیادہ بکواس کرے گا تو تمہیں پھر بھوت بنا دوں گا۔''

...ے...اللہ قسم!'' قاسم کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔ ''اندھیرے میں ایسی باتیں نہ قرو!''

...ے میں دروازے کی جھریوں سے روشنی دکھائی دی۔ شائد کوئی ٹارچ کی روشنی
...پڑ ڈال رہا تھا۔ پھر دروازے کو دھکا دیا گیا۔

...ون ہے......؟'' میڈونا نے پوچھا۔

...روازہ کھولو......!'' باہر سے نسوانی آواز آئی۔

...ا......میرے خدا......یہ تو مادام کی آواز ہے۔'' میڈونا ہکلائی۔

...ہر میں موم بتی جلاتا ہوں۔'' حمید نے دیا سلائی کھینچی اور موم بتی روشن کر دی۔ پھر
...یڈونا کو دروازہ کھول دینے کا اشارہ کیا۔ دروازہ کھلا اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے
...زلزلہ آ گیا ہو۔ اس نے فریدی کو دیکھا جس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے
...ے سرخ ہو رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک عورت تھی اور آخر میں نیوی کا کوئی آفیسر

...جہاں تھا وہیں رہ گیا کیونکہ نیول آفیسر کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

...میری خطا......!'' میڈونا کانپتی ہوئی سی آواز میں بولی۔

...تمہیں سزا نہیں دی گئی۔ مصلحتاً ایسا ہوا تھا۔'' عورت نے نرم لہجے میں کہا۔

...ہر ہٹو......!'' نیول آفیسر نے ریوالور کی نال سے ایک طرف اشارہ کرتے
...سے کہا۔

...ہٹ پڑا اور اب اسے خیال آیا کہ اس سے بڑی غلطی ہوئی۔ ابھی تک وہ موم بتی
...روک رہا تھا۔ چاہتا تو پھونک مار کر اسے بجھا سکتا تھا۔ پھر دیکھ لیا جاتا۔ غالباً اسی

خدشے کے پیش نظر اس آدمی نے اسے موم بتی کے قریب سے ہٹا دیا تھا۔

''اب بتاؤ کرنل فریدی!'' اولیویا نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''تم کہاں کرار ہے ہو۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

''زبان کھولو......!'' اولیویا غرائی ''ورنہ مانگنے سے بھی موت نہیں ملے گی۔''

''میں کیسے زبان کھولوں......جبکہ کرنل فریدی نہیں ہوں۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز

''کیا مطلب......؟''

''آپ لوگ یقین کیجئے کہ میں کرنل فریدی نہیں ہوں۔ مجھ پر کرنل فریدی کا کیا گیا ہے۔''

''بن پولان دیکھو......!'' وہ حلق پھاڑ کر چیخی اور بلاؤز کے گریبان سے ایک ٹارچ نما کوئی چیز نکال لی۔

بن پولان فریدی کی طرف بڑھا اور اولیویا اس ٹارچ کا رخ حمید کی طرف بولی۔ ''تم جہاں ہو وہاں سے ہلنا بھی مت۔ پوری فوج بھی مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سک ایک شعاع سب کو خاک کردے گی۔''

''اگر یہ کرنل فریدی نہیں ہے اولیویا نارمن تو یہ سمجھ لو کہ اب اس جھونپڑے نکال سکو گی۔'' حمید نے قہقہہ لگایا۔

بن پولان نے فریدی کے قریب پہنچ کر اس کا چہرہ ٹٹولا اور پھر وہ متحیرانہ

''یہ ٹھیک کہہ رہا ہے مادام...... پلاسٹک میک اپ۔''

''اب تم بتاؤ کہ کتنے بڑے گدھے ہو...... خیر......اب تم اپنی حفاظت گے۔ مجھے تو کوئی ہاتھ بھی نہ لگا سکے گا۔ آج فریدی کی موت آئی ہے۔''

''مم......میں بے حد......شرمندہ ہوں......مادام......!''

''بکواس مت کرو......انہیں دیکھو......میں باہر جارہی ہوں۔''

وہ دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ بن پولان نے اس کے ٹارچ والے جھٹکا دیا۔ وہ قاسم پر جا پڑی اور ٹارچ اب بن پولان کے ہاتھ میں تھی۔

''یہ کیا حرکت......!'' وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

'فریدی کو اسی حربے کے نکلنے کا انتظار تھا......ورنہ یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''نانوتہ......!'' حمید کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

''کیا بکواس ہے۔''

''کھیل ختم ہوگیا نانوتہ......کُھلر کی واپسی کے بعد ہی میں نے بن پولان پر ہاتھ صاف کردیا تھا۔''

''تو......تم......فف......فریدی ہو۔''

''ہاں......نانوتہ۔''

''لیکن......لیکن......صبح تو تم۔''

''صبح بھی میں ہی تھا۔ میرے چہرے پر بن پولان کا مکمل چہرہ ہے۔ صرف پلاسٹک کے ٹکڑے نہیں چپکائے گئے کہ کسی قسم کا سلوشن انہیں واضح کردے۔ البتہ آئیڈنٹی فائر کو تباہ کرکے میں نے عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس سے نکلنے والی روشنی میرے اصل چہرے کو ٹیلی کاسٹ کردے گی۔ میرا چہرہ کہیں کسی ریسیونگ آپریٹس پر دیکھا جاسکے گا۔''

حمید نے پھر قہقہہ لگایا۔

''تت......تو آپ فریدی صاحب ہیں؟'' قاسم نے لہک کر پوچھا۔

''ہاں......ہاں......!''

''تت......تو......!'' قاسم شرما کر بولا۔ ''ایک بار پھر اس کو میرے اوپر دھکیل دیجئے۔''

''شٹ اپ......کیا تم اُسے بھول گئے......ملکہ ہفت افلاک......!''

نانوتہ خاموش کھڑی تھی۔ چہرہ سپاٹ تھا۔

دوسرا دن فریدی کے لئے ایک مصروف ترین تھا۔ حمید اور قاسم نے فی الحال جزیرے سے واپس جانے سے انکار کردیا تھا۔ میڈونا اور نانوتہ کو وہاں سے لے جایا گیا تھا۔

جزیرے سے جانے سے انکار کی وجہ حمید کی جھنجھلاہٹ تھی۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ نانوتہ کی بجائے فریدی ہی کا قیدی تھا تو اس کا پارہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔

جینی اور اس کا باپ بلیک فورس کے لوگ تھے اور انہیں محض اس لئے یہاں رکھا گیا تھا کہ حمید کا جی بہلا رہے۔

سرِ شام فریدی پھر آیا اور حمید کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ ''فرزند اگر پھر تم اس کے ہاتھ لگ جاتے تو میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکتا کہ کس طرح تمہیں رہائی نصیب ہو...... جیسے پہلے ہوا تھا۔ اسی چکر میں وہ ہاتھ سے نکل گئی تھی۔''

''تو اس موٹے مردود کو لانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''اسے وہاں سے نہ ہٹاتا تو یہ ہمیشہ کے لئے پاگل ہو جاتا۔''

''ہو جانے دیا ہوتا۔'' قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''اب پھر وہی صبح اور پھر وہی شام.... میرے مکدر کی چار سو بیس ہی ہوتی ہیں سالیاں...... سمجھا تھا قیا.... قیا ہو غیا۔''

''سوال یہ ہے کہ اس طریق کار کی کیا ضرورت تھی۔'' حمید بولا۔

''باضابطہ طریق کار میرے لئے بہتیری دشواریاں پیدا کرتا......اور نانوتہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی۔ وہ مجھے پکڑنا چاہتی تھی۔''

''کیوں......؟''

''تمہیں یاد ہوگا کہ جیرالڈ شاستری کی زیر زمین دنیا کا راستہ ایک کولتار فیکٹری سے شروع ہوتا تھا۔''

''یاد ہے......!''

''میں نے اُسے مسمار کر دیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ جگہ بھی جنگل کی لپیٹ میں آ گئی۔ جھیل سے الگ تھی وہ جگہ لیکن میرا خیال تھا کہ سرنگ میں پانی بھر گیا ہوگا لیکن ایسا نہیں تھا۔ ریڈیم اسی سرنگ کے ایک حصے میں اب تک محفوظ رہا۔ سیسے کے بڑے بڑے صندوق وہاں اب بھی موجود ہیں جن میں ریڈیم کی بہت بڑی مقدار محفوظ ہے۔ نانوتہ نے پہلے اسے جھیل میں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ پھر اُسے کولتار فیکٹری کا خیال آیا۔ لیکن کوئی بھی اس کی نشاندہی نہ کر سکا۔ وہ دراصل مجھ سے یہی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ حصہ بھی جھیل ہی بن گیا یا دھماکوں ک

35

ک نہیں پہنچا تھا اور بھئی وہ مجھ سے اپنی اس بے بسی کا انتقام بھی لینا چاہتی تھی جب نے اسے رونے پر مجبور کر دیا تھا۔

''اس وقت آپ مجھے رونے پر مجبور قر رہے ہیں۔'' قاسم نے کہا۔

''کیوں......؟''

''کچھ نہیں۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ ''ایسے ایسے مقدر والے بھی موجود ہیں ن عورتیں پکڑوانے کی کوششیں قرتی ہیں...... یا الا......!''

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

''لیکن اس علامتی شاعری سے میرا پیچھا کیونکر چھوٹے گا۔ اگر وہ کرنل صاحب ٹکرا گئے۔''

''پہلے سے پلاننگ کی گئی تھی......اس ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنا تھا۔ اسی لئے ں آگاہ نہیں کیا گیا تھا......جنرل قادری کو میں اپنا بزرگ سمجھتا ہوں اور وہ بھی میرا خیال تے ہیں۔ دراصل ساری دنیا کے ملکوں کے ملٹری سیکرٹ سروس نانوتہ کی تلاش میں ہے کہ وہ ایک ملک کے فوجی راز چرا کر دوسرے ملک کے ہاتھوں فروخت کر دینے کی ماہر ۔ اس طرح وہ ''زیرو لینڈ'' کے لئے فنڈ اکٹھا کرتی رہی ہے۔ بہرحال اسی لئے یہ کیس ، سیکرٹ سروس کو بھی ریفر کر دیا گیا تھا۔''

''کیا خوب شناسائی تھی۔''

''مہلک شناسائی کہو......!'' فریدی نے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

ختم شد

ہ کہانی کے لئے جاسوسی دنیا کا خاص نمبر ''چاندنی کا دھواں'' پڑھئے۔

جاسوسی دنیا نمبر 105

دھواں ہوئی دیوار

(مکمل ناول)

پیش رس

جاسوسی دنیا کا ایک سو پانچواں ناول ''دھواں ہوئی دیوار'' حاضر ہے۔ آئندہ کہانیوں سے متعلق کچھ تجاویز موصول ہوئی ہیں۔

تجاویز کہانی تو کیا ''پیشرس'' تک کے سلسلے میں موصول ہوتی ہیں یعنی کہ مجھے کس قسم کا پیشرس لکھنا چاہئے۔

ایک صاحب نے لکھا ہے کہ اب آپ نے پیشرس میں پڑھنے والوں کے سوالات کے جواب کا سلسلہ کیوں بند کردیا ہے۔ نہ صرف یہ پوچھا بلکہ ایک عدد سوال بھی رسید کردیا ہے اور اس پر مصر ہیں کہ اس کا جواب پیشرس ہی میں دیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ آپ سیاست میں کس ''ازم'' کے قائل ہیں۔

ان کی خدمت میں عرض ہے کہ یہ بے چارے دوصفحات آپ کے سوال کے جواب کے متحمل نہ ہوسکیں گے۔

لیکن اگر آپ نے پبلک کے فائدے کے لئے یہ سوال کیا ہے تو مجملاً عرض ہے کہ قریب قریب سارے ہی موڈرن ''ازم'' میرے مطالعہ میں آچکے ہیں لیکن میں قائل کسی کا بھی نہیں۔

میں تو اللہ کی ڈکٹیٹر شپ کا قائل ہوں۔ اس میں اس کی گنجائش نہیں ہوتی کہ جب جتنے پگ کا نشہ ہوا ویسا ہی بیان داغ دیا۔

آپ بھی کسی ازم وزم کے چکر میں پڑنے کے بجائے اسلام کو سمجھنے کی کوشش کیجئے۔

اسلام کے علاوہ اور سارے ازم محض وقتی حالات کی پیداوار ہیں اور کسی ایک ازم کی کوئی دشواری کسی زمانے میں دوسرے ازم کی پیدائش کا باعث بنتی رہی ہے۔

اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی ازم اپنے حرفِ آخر ہونے کا دعویٰ نہیں کرسکتا۔ اسلامی نظام حیات آج بھی قابل عمل ہے لیکن اس کے لئے انفرادی طور پر ہر آدمی کو ایماندار بننا پڑے گا اور یہ بے حد مشکل کام ہے۔ لیکن اس مشکل کا بھی آسان ترین حل بعض یار لوگ یہ بتاتے ہیں کہ عبادت محمد رسول اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر کرلو اور روٹی کے لئے کسی یہودی کے در پر ہاتھ پھیلاؤ۔ کوئی مضائقہ نہیں۔

لیکن میرے بھائی میں روٹی بھی اسی اصول کے تحت چاہتا ہوں جس کے تحت عبادت کرتا ہوں۔

پس میرا سیاسی رجحان اللہ کی ڈکٹیٹرشپ کا قیام! اور میرا فن سکھاتا ہے قانون کا احترام! والسلام

۱۹۶۶/۰۳/۰۳

بوڑھے کی کمائی

گھوڑے تیزی سے دوڑ رہے تھے اور سواروں کا یہ عالم تھا کہ ان میں سے کئی تو ڈر کے مارے گھوڑوں کی گردنوں سے لپٹ گئے تھے۔

اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ کبھی نہیں! کیونکہ وہ تفریح گاہوں کے سیدھے سادھے ٹھنڈے مزاج والے گھوڑے تھے۔ ایسے بے ضرر کہ اناڑی قسم کے سیاح بھی گھوڑے سواری کا شوق پورا کرسکیں۔

رام گڑھ کے کئی بڑے ٹھیکیدار اس کے لئے گھوڑے پالتے تھے اور سیزن میں اچھا خاصا بزنس کرلیتے تھے۔

سیاحوں کی ٹولیاں ان گھوڑوں کو کرائے پر حاصل کرتیں اور پہاڑوں کی سیر کا لطف اٹھاتیں۔ وہ آہستہ آہستہ راستہ طے کرتے۔ بڑی متانت سے چلتے۔ بالکل ایسا لگتا جیسے یہ گھوڑے بھی فلسفے کے کسی مکتب فکر سے تعلق رکھتے ہوں۔ نہ شوخی نہ شرارت...... اپنے جانے پہچانے راستوں پر خود ہی چلتے رہتے۔ نہ اڑتے اور نہ مہمیز کی ضرورت پیش آتی۔

ایسے گھوڑے جب بے وجہ جی چھوڑ کر بھاگنا شروع کردیں تو بات تشویش ہی کی

ٹھہرے گی۔

اس ٹولی میں آٹھ آدمی شامل تھے۔ ویسے تو وہ سات ہی تھے...... لیکن آٹھواں محض اس لئے شامل ہو گیا تھا کہ ان کے ساتھ دو لڑکیاں بھی تھیں۔ گوری چمڑی والیاں لڑکیاں۔

اور یہ آٹھواں آدمی کیپٹن حمید تھا۔ رام گڑھ آیا تھا ایک سرکاری کام سے۔ لیکن سرکاری کام بھی ہر وقت تو ہوتا نہیں رہتا۔

تنہا تھا اس لئے کٹے ہوئے پتنگ کی طرح ادھر اُدھر ڈولتا پھرتا۔ واپسی میں صرف دو دن باقی تھے لہٰذا اس نے سوچا کہ یہ دو دن غیر سرکاری طور پر گزارے جائیں۔

اس نے خود ہی کوشش کی تھی کہ کام دو دن پہلے ہی نپٹ جائے۔ روانگی کی تاریخ مقرر تھی۔ ورنہ اس کی ضرورت پیش نہ آتی۔

اور روانگی کی تاریخ اس لئے مقرر تھی کہ فریدی نے فضائی سفر کے لئے واپسی ٹکٹ خرید کر دیا تھا اور واپسی کے لئے بھی سیٹ مخصوص کرا دی تھی۔

بہرحال آج اسے اس ٹولی میں دو ایسی لڑکیاں نظر آئیں جن کا سر پرست ایک بوڑھا آدمی تھا۔ بقیہ چار بھی کچھ چغد ہی سے لگ رہے تھے۔

اس نے سوچا اچھا وقت گزرے گا...... ان لوگوں نے گھوڑوں پر سیر کی ٹھہرائی۔

حمید نے آگے بڑھ کر بوڑھے آدمی سے کہا۔ ''اگر آپ لوگ مناسب سمجھیں تو میں بھی اس ٹولی میں شریک ہو جاؤں...... تنہا ہوں۔''

بوڑھے نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا تھا اور لڑکیوں نے ہنس ہنس کر اس کا استقبال کیا تھا اور وہ چاروں آدمی قطعی بے تعلق رہے تھے۔ وہ بھی سفید فام ہی تھے لیکن زندہ دل معلوم نہیں ہوتے تھے۔ ان کے برخلاف بوڑھا ہنسوڑ اور حاضر جواب تھا۔

''تم خود کو تنہا کہتے ہو۔'' وہ حمید کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر بولا تھا۔ ''اچھے لڑکے یہاں کوئی بھی تنہا نہیں ہے۔''

''آپ تو فلسفیانہ انداز میں گفتگو کر رہے ہیں۔'' حمید نے یونہی مکھن لگانے کے انداز میں کہہ دیا تھا۔

اور وہ اس کا ہاتھ گرم جوشی سے دباتا ہوا بولا تھا۔ ''بڑھتی ہوئی عمر بہترین استاد ہوتی ہے اسے اپنے اوپر اس طرح نہ طاری کرنا چاہئے کہ آدمی سچ مچ بوڑھا معلوم ہونے لگے۔''

حمید اس جواب پر مگن ہو گیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ خوبصورت لڑکیوں کے سر پرستوں کو نظر نہ ہونا چاہئے۔

پھر وہ سب گھوڑوں پر بیٹھ گئے تھے اور بوڑھے نے حمید سے کہا تھا کہ وہ اس کے لئے گائیڈ کے فرائض بخوبی انجام دے سکے گا۔ کیونکہ ہر سیزن میں رام گڑھ آتا تھا۔

''اور تم کہہ رہے تھے کہ تنہا ہو...... ارے بیٹے اپنے ماحول سے نکل بھاگنے کی خواہش جب تک زندہ ہے کوئی آدمی تنہا نہیں......!'' بوڑھے نے کہا تھا۔ تنہا تو صرف وہ ہے جو اپنے دل سے ذہنی فرار بھی نہیں کر سکتا۔

حمید نے بات بڑھائی تھی اور ان لڑکیوں کا تنقیدی جائزہ لیتا رہا تھا۔

گھوڑے معمول کے مطابق چلتے رہے تھے۔

حمید اور بوڑھا آدمی ساتھ ہی تھے۔ لڑکیاں سب سے آگے تھیں۔ بوڑھا اس کے کان کھائے جا رہا تھا۔

وہ دراصل کسی زمانے میں فٹ بال کا کھلاڑی رہ چکا تھا۔ ایک مشہور کھلاڑی جس کا نام حمید کے لئے بھی نیا نہیں تھا۔ بوڑھا خود ہی اپنے بارے میں اُسے سب کچھ بتانے لگا تھا۔ دونوں لڑکیوں میں سے ایک بھتیجی تھی اور دوسری بیٹی...... بھتیجی کا نام ارما تھا اور بیٹی کا سلومی! بوڑھے نے بتایا کہ اس کی بیوی فرنچ تھی اور وہ خود انگریز ہے۔

''اور یہ چاروں......!'' حمید نے پوچھا۔

''میں نہیں جانتا...... سچ پوچھو تو ان کے نام بھی یاد نہیں اور نام یاد بھی کیوں رکھے جائیں...... کل میں کہیں اور ہوں گا اور تم کہیں اور...... مجھے تمہارا نام بھی یاد نہیں رہا۔''

''یا تو یہ لوگ بداخلاق ہیں...... یا فطرتاً خاموشی پسند۔'' حمید نے کہا تھا۔

''کچھ بھی ہوں...... آدمی ہیں...... اور آدمی آدمی کا محتاج ہے چاہے وہ اسے ایک آنکھ نہ بھاتا ہو...... ہم سب ایک ہی ہوٹل میں مقیم ہیں۔''

''سچ مچ کے ہوٹل کی بات کر رہے ہو...... یا اس لفظ کو بھی دنیا کی مثال سمجھوں۔''

"نہیں......!" بوڑھا اُسے غور سے دیکھتا ہوا ہنس کر بولا تھا۔ "سچ مچ کے ہوٹل کی بات کر رہا ہوں۔ اس میں استعارے یا تشبیہ کو دخل نہیں۔ ویسے تم مجھے ذہین آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"آج موسم اچھا ہے۔" حمید نے بات کا رخ اپنی طرف مڑتے دیکھ کر کہا۔

"میں سمجھا! تم اپنے بارے میں بات نہیں کرنا چاہتے۔"

"بالکل سامنے کی چیز ہے موسم......!" حمید نے بھی ہنس کر کہا تھا۔ "جب اور جہاں چاہے اسے کھینچ مارو۔"

وہ چلتے رہے تھے۔ پھر ان چاروں میں سے ایک کا گھوڑا اچانک بھڑکا تھا اور سب سے آگے چلنے والی لڑکیوں کے گھوڑوں کے درمیان سے نکلا چلا گیا تھا اور پھر سارے ہی گھوڑے بھاگنے لگے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سب اس گھوڑے کا تعاقب کر رہے ہوں۔

بوڑھا چیخ چیخ کر لڑکیوں سے کہہ رہا تھا۔ "چمٹ جاؤ...... ان کی گردنوں سے چمٹ جاؤ...... لگامیں چھوڑ دو...... چمٹ جاؤ۔"

وہ گھوڑا سب سے آگے جا رہا تھا اور سب اس کے پیچھے تھے۔

یہ ایک پہاڑی سڑک تھی جس پر جگہ جگہ موڑ تھے۔ ڈھلانیں تھیں۔ چڑھائیاں تھیں اطراف میں گہرے کھڈ تھے۔ یہاں اس قسم کی گھوڑ دوڑ جان لیوا ثابت ہو سکتی تھی۔

حمید نے شہسواری کے سارے گُر آزما ڈالے لیکن اس کا گھوڑا کسی طرح قابو میں نہ آیا۔ لڑکیوں کی چیخیں فضا میں گونج رہی تھیں۔ ساتھ ہی بوڑھا بھی چیخ چیخ کر انہیں ہدایات دیتا جا رہا تھا۔

فی الحال غنیمت یہی تھا کہ گھوڑے آگے پیچھے دوڑ رہے تھے اگر ان میں سے کوئی کسی دوسرے کے برابر پہنچنے کی کوشش شروع کر دیتا تو ان میں سے ایک یقینی طور پر سوار سمیت بائیں جانب والی طویل کھڈ میں جا پڑتا۔

بوڑھے کا گھوڑا حمید کے آگے تھا اس نے اس سے چیخ کر کہا۔ "دیکھو! کوشش کرو کہ گھوڑے برابر سے دوڑنے نہ پائیں۔"

"یہ کیا ہو رہا ہے؟...... کیوں ہو رہا ہے؟" بوڑھا حلق پھاڑ کر چیخا۔ "میری بچیاں۔"

حمید اسے کیا بتاتا کہ کیا ہو رہا ہے جبکہ وہ خود ہی سمجھنے سے قاصر تھا اور رہ گئیں بچیاں تو

اس وقت اسے خود اپنی نانی جان یاد آ رہی تھیں۔ پرائی بچیوں کی کھکھیڑ میں کہاں پڑتا۔

ایسے میں نہ گھوڑے کی زین سے جست لگائی جا سکتی تھی اور نہ ہی لگام ہی کھینچی جا سکتی تھی۔ یہ واقعہ اگر کسی میدانی علاقے میں پیش آیا ہوتا تو گھوڑے پر قابو پانے کی سو تدبیریں ہو سکتی تھیں۔ لیکن یہاں ذرا سی لغزش بھی بائیں جانب والی کھڈ میں لے جاتی اور اب تو اسے گھوڑے کی گردن ہی سے چمٹنا پڑا تھا اور وہ سوچ رہا تھا کہ یہ ہے ایڈونچر۔

"اب کیا ہوگا...... اب کیا ہوگا......؟" بوڑھا چیخ رہا تھا۔

ایک بوڑھا کیا...... اب تو حمید کے علاوہ سبھی چیخ رہے تھے۔ سڑک سنسان تھی۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اگر آگے سے کوئی گاڑی سامنے آ گئی تب بھی موت ہی کا سامنا ہوگا۔

"کیا کیا جائے...... کیا کیا جائے؟" پھر وہ سوچنے لگا کہ بھلا یہ موت کس قسم کی ہوگی۔

برخوردار حمید سلمہ، محض دو خوبصورت چہروں کے لئے جہنم رسید ہوئے۔ ہیہات۔

اور وہ دونوں چہرے اس وقت خوف کے مارے کتنے کریہہ اور ہیبت ناک نظر آ رہے ہوں گے۔ ہلو فیریز کیا اس وقت تم اس نانہجار میں دلچسپی لینے پر تیار ہو سکو گی۔ ابے آدمی تیری دم میں نمدہ...... ہات تیری کی۔

اور پھر وہ بلند آواز میں خود کو گالیاں دینے لگا۔

"لڑکے...... میرے دوست...... میرے بھائی...... اب بتاؤ کیا کریں۔" بوڑھا اس کی آواز سن کر چیخا۔

"دو لڑکیاں اور پیدا کرو۔" حمید دہاڑا۔

"کیا کہہ رہے ہو...... یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔"

"کچھ دیر پہلے بڑا رجائی فلسفہ بکھار رہے تھے...... قہقہے لگاؤ نا۔"

بوڑھا خاموش ہو گیا۔

پھر حمید کو خیال آیا کہ آخر وہ گالیاں کیوں بک رہا ہے۔ اسے تو کلمہ پڑھنا چاہئے۔ سنا ہے مرنے سے پہلے کلمہ پڑھ لینے سے آدمی پر دوزخ کی آنچ حرام ہو جاتی ہے۔

"لیکن میں کس منہ سے کلمہ پڑھوں۔" وہ حلق پھاڑ کر چیخا۔

"کیا کہہ رہے ہو......؟" بوڑھے کی ڈری ڈری سی روہانسی آواز آئی۔

"میں یہ کہہ رہا ہوں کہ تمہاری کمائی مجھے جہنم میں لے جائے گی۔"

"پتہ نہیں کیا کہہ رہے ہو۔"

"آخری دُعا پڑھ ڈالو۔ عنقریب ہم دوسری دنیا میں پہنچنے والے ہیں۔"

"نہیں......!" بوڑھا چیخا۔

حمید نے پھر زبان بند کر لی۔

اب گھوڑے ایسی جگہ پہنچ چکے تھے جہاں سڑک کی دونوں جانب اونچی اونچی چٹانوں کے سلسلے تھے۔ حمید کی جان میں جان آئی۔ اسے معلوم تھا کہ اب میلوں تک کھڈوں کی بجائے ایسی ہی چٹانوں کے سلسلے ملیں گے۔

جان میں جان آئی اور ساتھ ہی اس کے ذہن نے بھی قلابازی کھائی۔ کہاں ابھی سوچ رہا تھا کہ گنہگار زبان سے کلمہ کیونکر پڑھے اور کہاں یہ سوچنے لگا کہ عورت اور زندگی سے پیار کرنا گناہ تو نہیں۔ گناہ ہوتا تو آدم کے پہلو سے بی حوا کیوں برآمد ہوتیں۔

"خطرہ ٹل گیا......!" اس نے چیخ کر بوڑھے کو مخاطب کیا۔

"کک......کیا کہہ رہے ہو؟"

"کھڈ میں نہیں گریں گے......گھوڑے سے چمٹے رہو۔"

"مم......میری طاقت جواب دے رہی ہے۔"

"ہمت کرو......اپنے ذہن کو سونے نہ دو۔"

"لیکن یہ کیا ہو رہا ہے۔"

"گھوڑے سے چمٹے رہو اور کسی بات کی پرواہ مت کرو۔ کہیں تو تھک کر رکیں گے یہ مر[illegible]"

وہ جانتا تھا کہ اب جو چڑھائی آنے والی ہے یقینی طور پر ان گھوڑوں کو تھکا دے گی۔

اور یہی ہوا بھی......اچانک انہوں نے رکنا شروع کیا......اور وہ لوگ ایک ایک کر کے گھوڑوں سے کودنے لگے۔ لیکن ان میں ایک آدمی نہیں تھا۔ ویسے فوری طور پر کسی نے اس کی پرواہ نہ کی۔

لڑکیاں زمین پر قدم رکھتے ہی بیہوش ہو گئیں تھیں۔ ایک کو بوڑھے نے سنبھالا تھا دوسری کو حمید نے۔ بقیہ تینوں آدمیوں نے ان کی طرف توجہ تک نہیں دی تھی۔ آٹھوں گھ[illegible]

[illegible]ود تھے لیکن آٹھویں آدمی کا کہیں پتہ نہیں تھا اور یہ آٹھواں آدمی وہی تھا۔ جس کا گھوڑا سب سے پہلے بھڑک کر بھاگا تھا۔

گھوڑے کھڑے ہانپ رہے تھے۔ پھر وہ ایک ایک کر کے گرنے لگے۔ ان کے [illegible]وں سے جھاگ اور خون جاری تھا۔

"اب کیا ہوگا......اب کیا ہوگا؟" تینوں آدمی چیخنے لگے۔

بوکھلانا تو حمید کو بھی چاہئے تھا۔ لیکن فی الحال وہ سلومی کو ہوش میں لانے کی جدوجہد [illegible] رہا تھا۔

پھر ان تینوں میں سے کوئی بولا۔ "ارے......ارے......وہ کہاں گیا وہ؟"

"ہاں......ارے وہ......!" دوسرا بولا۔

"کون......؟" حمید نے چونک کر پوچھا۔

"کوپر......!"

"ہائیں وہ......نہیں ہے۔" بوڑھا بھی چونکا۔

"نہیں......وہ نہیں......ہے!" تینوں نے ایک ساتھ کہا۔

"بچاؤ......بچاؤ......!" دفعتاً سلومی چیخی۔

حمید نے اسے اپنے بازوؤں میں سنبھال رکھا تھا۔

"ہوش میں آؤ......تم محفوظ ہو......بعافیت ہو۔" وہ اس کے کان میں گنگنایا اور سلومی نے آنکھیں کھول دیں۔

"ہم سب محفوظ ہیں۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"ڈیڈی......اور......ارما......؟"

"وہ ٹھیک ہیں۔"

اور پھر وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ بوڑھا ارما پر جھکا ہوا تھا۔

"اب تم ہٹو......اسے بھی میں ہی ہوش میں لاؤں گا۔" حمید اس کے قریب پہنچ کر بولا۔

بوڑھا اسے حمید کے حوالے کر کے سلومی کی طرف بڑھ گیا تھا۔ حمید ارما کے کان کے [illegible]یب منہ لے جا کر بڑبڑانے لگا۔ "ہوش میں آؤ! بیہوشی تو ہم جیسے اُلو کے پٹھوں کا مقدر

ہے۔ تمہیں سراپا ہوش ہونا چاہیے۔''

لیکن اِرما کی آنکھیں نہ کھلیں۔

اتنے میں بوڑھے نے پھر اُسے آواز دی۔ ''ارے دیکھو یہ پھر بیہوش ہوگئی۔''

''سب ٹھیک ہے۔'' حمید لاپرواہی سے بولا اور ارما کی ہتھیلیاں سہلانے لگا۔

''کیا ٹھیک ہے؟'' بوڑھا جھنجھلا گیا۔

''یہ بیہوشی نہیں ہے، اسے ہماری زبان میں نخرہ کہتے ہیں۔''

''نخرہ کیا......؟''

''ادھر ہوتا ہے یار تمہاری طرف نہ ہوتا ہوگا۔''

''کیا نہ ہوتا ہوگا۔''

''مجھے نخرے کی انگریزی نہیں معلوم۔''

''خیر...... خیر...... تم نخرے کا علاج بتاؤ۔''

''تھپڑ......!''

''تم شاید اب بھی خوفزدہ ہو۔''

''نہیں...... بھلا بے ہوش لڑکیوں سے کیا خوف۔ ہاں وہ ضرور خوفناک ہوتی
بے ہوشی پوز کرتی ہیں۔''

''پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو تم۔''

اتنے میں اِرما کے جسم میں جنبش ہوئی اور حمید نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ا
خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

بوڑھا پھر سلومی کی طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ وہ اس کی بیٹی تھی۔

دفعتاً ارما نے آنکھیں کھول دیں۔

''مبارک ہو......!'' حمید مسکرایا۔ ''تم محفوظ ہو۔''

''انکل کہاں ہیں...... سلومی کہاں ہے؟''

''وہ دیکھو......!'' حمید نے بائیں جانب اشارہ کیا۔

''مجھے سہارا دو...... میں خود سے نہیں اٹھ سکتی۔''

حمید نے ہاتھ پکڑ کر اُسے اٹھایا اور اس کے ساتھ آہستہ آہستہ چلتا ہوا ان دونوں کے
ب آیا۔

''ارے واہ......!'' حمید بوڑھے کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''میں نے بے ہوشی دور
بی اور تم نخرہ نہیں سنبھال سکے۔''

''تم ہی کوئی تدبیر کرو۔'' بوڑھے نے بے بسی سے کہا۔

ارما سلومی کے قریب بیٹھ گئی تھی۔ یک بیک اس نے رونا شروع کر دیا۔

''ارے...... ارے...... یہ کیا!'' بوڑھا اِرما کا شانہ تھپک کر بولا۔ ''یہ بالکل ٹھیک ہے۔
ی ہوش میں آجائے گی۔ اسے چوٹ نہیں آئی۔''

ارما اور زیادہ بلبلا کر رونے لگی۔

''میں لڑکیوں کو روتے نہیں دیکھ سکتا۔'' حمید نے بوڑھے سے گلوگیر آواز میں کہا۔ ایسا
تھا جیسے اب وہ بھی رونا شروع کر دے گا۔

اتنے میں وہ تینوں بھی ان کے قریب آگئے اور ان کی خیریت دریافت کرنے لگے۔

ایک نے حمید سے کہا۔ ''تم مقامی آدمی ہو۔ ہمیں بتاؤ کہ اب کیا کریں!''

''یہاں سے پیدل شہر کی طرف۔'' حمید نے لاپرواہی سے کہا۔

''لیکن گھوڑوں کی جوابدہی کون کرے گا۔''

دفعتاً حمید چونک پڑا۔

''وہ...... کہاں ہے؟ تمہارا ایک اور ساتھی۔'' اس نے سوال کیا۔

''پتہ نہیں...... لیکن اس کا گھوڑا موجود ہے۔'' ایک بولا۔

''اور اسی کا گھوڑا بھڑک کر بھاگا تھا۔'' دوسرے نے کہا۔

''اور پھر سب ہی بھاگے تھے اس کے پیچھے۔'' تیسرا بولا۔

''کہیں وہ کسی کھڈ میں تو نہیں گر گیا۔'' حمید نے پرتشویش لہجے میں کہا۔

''خدا جانے...... اپنا ہی ہوش نہیں تھا۔ اس پر کیا دھیان دیتے۔''

''اچھی بات ہے۔ کچھ دیر یہیں ٹھہر کر آسمان سے آنے والی مدد کا انتظار کرنا چاہیے۔''

"لیکن گھوڑوں نے اچانک دوڑنا کیوں شروع کر دیا تھا......؟" بوڑھے کھلاڑی
کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"اگر میں گھوڑا ہوتا تو پہلے ہی بتا دیتا۔"

"تم پتہ نہیں کیسے آدمی ہو......!" بوڑھے نے غصیلے لہجے میں کہا اور پھر سلوی کی
متوجہ ہو گیا۔

دفعتاً حمید نے ایسے انداز میں ہاتھ اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا جیسے کچھ
کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ چپ ہو کر حیرت سے اُسے دیکھنے لگے اور پھر تھوڑی ہی دیر بعد
اسی آواز کی طرف متوجہ ہو گئے۔

یہ کسی گاڑی کی آواز تھی۔ حمید نے مایوسی سے مردہ گھوڑوں کی طرف دیکھا۔ جنہوں
سڑک کی پوری چوڑائی گھیر لی تھی اور پھر ذرا ہی سی دیر بعد مخالف سمت سے ایک ٹرک
گھوڑوں کے قریب آ کر رکا۔ ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی کا منہ حیرت سے کھلا
تھا۔ چند لمحے وہ بے حس و حرکت سیٹ پر بیٹھا رہا۔ پھر نیچے اُتر کر ان کے قریب آیا۔

"یہ کیا ہوا صاحب۔" اس نے حمید سے پوچھا۔

"رام گڑھ سے تفریح کے لئے چلے تھے۔ پتہ نہیں کیسے سارے گھوڑے بے
ہو گئے۔ یہ لاشیں ان کی تیز رفتاری کا نتیجہ ہیں اور ہمارا ایک ساتھی بھی غائب ہے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ آخر وہ کس چیز سے بھڑک کے تھے۔"

"ہمارے مقدر سے......اس کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"لیکن صاحب ٹرک کیسے آگے جائے۔"

"ہم سب اُسے کاندھے پر اٹھا کر لاشیں پار کرا دیں گے۔" حمید بھنا کر بولا۔

"ناممکن ہے۔" وہ مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "مجھے واپس جانا پڑے گا۔
پرواہ نہیں۔ صرف پندرہ میل کا فرق پڑے گا۔ آج ہی رام گڑھ پہنچنا ضروری ہے۔"

"میاں تو ہمیں بھی لیتے چلو۔" حمید بولا۔

"شوق سے جناب۔ لیکن بہت دور تک گاڑی ریورس گیئر میں چلانی پڑے گی۔
موڑنے کی جگہ کہاں؟"

"فکر نہ کرو۔" حمید اُٹھتا ہوا بولا۔

سلوی اب بھی آنکھیں بند کئے پڑی تھی۔

"اور......اور......ان کا کیا ہوگا......؟" ان میں سے ایک نے مردہ گھوڑوں کی طرف
اشارہ کیا۔

"اپنے مسائل خود حل کرلو۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "جو میری سواری میں تھا میرا
ہم نہیں جانتا تھا لہٰذا کیا تم......!"

پھر بوڑھے کی مدد سے اس نے بیہوش لڑکی کو ٹرک میں ڈالا اور ارما کو بھی سہارا دے کر
اوپر چڑھا دیا۔

ٹرک ڈرائیور انجن اسٹارٹ کرتے وقت کچھ بڑبڑایا تھا اور جیسے ہی انجن اسٹارٹ ہوا
سلوی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ تمہیں ہوش میں لانے کے لئے ہارس پاور ضروری ہے۔"
حمید نے جھک کر اس کے کان میں کہا تھا۔

وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگا۔

"اُوہ......میری بچی......میری بچی۔" بوڑھا مضطربانہ انداز میں اس پر جھک پڑا اور
دوسرے لوگ بھی اس کی خیریت دریافت کرنے لگے۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے۔" وہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"ابھی کسی کو کچھ نہیں معلوم کہ کیا ہو رہا ہے۔" حمید کی زبان سے بیساختہ نکل گیا۔

"تم کتنے بیدرد ہو۔" بوڑھے نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بھرائی ہوئی آواز میں
کہا۔ "کیا تشفی کے دو بول تمہاری زبان سے نہیں نکل سکتے۔"

"مجھے افسوس ہے......تو دیکھو بے بی......اگر فی الحال کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی ہے
تو اس کی طرف سے آنکھیں بند کر لو۔ رفتہ رفتہ سب سمجھ میں آ جائے گا۔ دیکھو یہ پہاڑ کتنے
خوبصورت ہیں۔ یہاں اگر کھانا نصیب نہ ہو تو آدمی جڑی بوٹیاں کھا کر پیٹ بھر سکتا ہے۔"

"ڈیڈی......یہ کون ہے اور کیا بک رہا ہے۔" سلوی نے بوڑھے سے پوچھا۔

"کیا پھر کچھ غلطی ہوگئی......!" حمید نے بھی بوڑھے ہی سے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"خدا کے لئے تم خاموش ہی رہو۔" بوڑھے نے کہا اور سلومی کو تھپکنے لگا۔

ٹرک الٹا چل رہا تھا۔ حمید نے سوچا کہ اب ادھر ہی دھیان رکھنا چاہئے ورنہ ہوسکتا ہے کہ کسی چٹان سے ٹکر ہو جائے۔ وہ ڈرائیور کو ہدایات دیتا رہا۔

بہت دور تک ریورس گیئر میں چلتے رہنے کے بعد ٹرک ایک پل پر پہنچا۔ جس کی بائیں جانب ڈھلان میں دور تک ایسا راستہ نظر آ رہا تھا کہ ٹرک باآسانی گزر سکتا۔

ٹرک ادھر ہی موڑ دیا گیا اور حمید پھر سلومی کے قریب آ بیٹھا۔

"آج کی تفریح مجھے زندگی بھر یاد رہے گی۔" بوڑھا بولا۔

"تم اس سے لطف اندوز ہوئے ہو یا تاسف کے ساتھ کہہ رہے ہو۔" حمید نے سوال کیا اور بوڑھا اس طرح اسے گھورنے لگا جیسے اس کے صحیح الدماغ ہونے میں شبہ ہو۔

"تم کبھی آدمیوں میں رہے ہو۔" بالآخر اس نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"یقیناً رہا ہوں...... اور اس پر مجھے افسوس ہے۔" حمید نے اپنے سر کو مایوسانہ جنبش دی۔

دونوں لڑکیاں اسے گھورے جا رہی تھیں۔

دفعتاً ان تینوں میں سے ایک نے حمید کو مخاطب کر کے کہا۔

"اگر کوپر نہ ملا تو ہم تمہیں بتائیں گے۔"

"کیا مطلب......؟"

"یہ سب تمہاری شرارت تھی۔ تم نے اس کے گھوڑے کے ساتھ کوئی حرکت کی تھی۔"

حمید سناٹے میں آ گیا۔ وہ تینوں ہی اُسے خونخوار نظروں سے گھور رہے تھے۔

جانباز ہیرو

ان تینوں کے چہروں پر شدید ترین نفرت کے آثار تھے۔

حمید نے سوچا اگر اس ویرانے میں بات بگڑ گئی تو سنبھالے نہیں سنبھلے گی۔ ا...

...ے سے رام کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

لہٰذا وہ بوڑھے سے مخاطب ہو کر بولا۔ "تم کیوں خاموش ہو۔ میں تو تمہارے ہی ساتھ تھا۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ یہ لوگ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" بوڑھے نے متحیرانہ انداز میں پلکیں ...ائیں۔

"اس نے کوپر کے گھوڑے کے ساتھ کوئی حرکت کی تھی۔"

"یہ غلط ہے۔ میں اندھا نہیں تھا۔"

"تمہیں ہوش ہی کب رہا ہوگا۔"

"کیا......؟" دفعتاً بوڑھا غرایا۔ "تم کیا سمجھتے ہو مجھے! میں زندگی میں پہلی بار تو گھوڑے ...بیٹھا تھا۔"

اس کے بعد یہ ہوا کہ بوڑھا اس کی لڑکیاں اور حمید تو ایک طرف اور دوسری طرف وہ ...... اچھی خاصی ٹھن گئی۔

تینوں آپے سے باہر ہو رہے تھے اور حمید ہنس ہنس کر انہیں چڑا رہا تھا۔

بعض جملوں پر بوڑھا بھی ہنس پڑتا اور لڑکیاں تو ہنس ہی رہی تھیں۔

دفعتاً ٹرک کا انجن بہت زیادہ شور مچا کر بالکل خاموش ہو گیا۔ ٹرک دھچکے کے ساتھ رکا تھا۔

"یہ کیا حرامی پن ہو گیا۔" ڈرائیور کی آواز آئی۔

"کیا ہوا......؟" حمید نے پوچھا۔

"انجن بند ہو گیا۔" ڈرائیور نے نیچے اُتر کر کہا۔

اس خبر سے ان کے آپس کے جھگڑے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ ڈرائیور نے بونٹ اٹھا دیا تھا ...ن پر جھکا ہوا اس کا جائزہ لے رہا تھا۔ حمید بھی نیچے اُتر آیا۔

"فیول پمپ خراب ہو گیا ہے۔" ڈرائیور نے اس کی طرف مڑ کر غصیلے لہجے میں کہا۔

"اتنی جلدی فیصلہ نہ کرو۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔ "کاربوریٹر دیکھ لو۔ کہیں اس ...گیا ہو۔"

"تم مستری بنتے ہو تو خود ہی دیکھ لو نا۔" ڈرائیور نے آنکھیں نکالیں۔

"خفا ہونے کی کیا بات ہے پیارے بھائی...... میں دیکھے لیتا ہوں۔"

''نہیں...... انجن کو ہاتھ نہ لگانا...... کچھ اور گھپلا ہو گیا تو خان مجھے زندہ نہیں چھوڑے

''تو پھر کیا یہ ٹرک کھڑا رہے گا۔''

''نہیں! میں جا رہا ہوں خان کو اطلاع دینے۔''

''پیدل ہی جاؤ گے؟''

''ہاں...... یہ رہا اُدھر...... زیادہ دور تو نہیں۔ آپ لوگ یہیں ٹھہریں۔ ہو سکتا ہے
آپ لوگوں کی مدد کر سکیں۔ بہت مہمان نواز آدمی ہے۔''

پھر وہ انہیں وہیں چھوڑ کر بائیں جانب والی ایک چٹان پر چڑھا اور دوسری طرف
ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

لڑکیوں کے علاوہ اور سبھی گاڑی سے نیچے اُتر آئے۔

حمید نے انہیں ڈرائیور سے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ ''تم سب لوگوں کو محتاط رہنا
ان اطراف میں اچھے لوگ نہیں رہتے۔ یہ بہت بُرا ہوا کہ ہمارے ساتھ لڑکیاں بھی ہیں۔

''اور تم......!'' دفعتاً ان تینوں میں سے ایک نے حمید کا گریبان پکڑتے ہوئے
''تم ان بُرے لوگوں کے ساتھی ہو۔''

''یہ کیا بیہودگی...... اپنا ہاتھ ہٹاؤ......!'' حمید نے کہا اور پھر جیسے ہی حریف کی
بدلی ہوئی پائی اس کے جبڑے پر ایک ہاتھ رسید کر دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے ہٹا تھا
دونوں ساتھی بھی حمید پر ٹوٹ پڑے تھے۔

بوڑھا چیختا ہی رہ گیا۔

وہ تینوں دیوانوں کی طرح حمید پر حملے کر رہے تھے اور وہ جھکائی دے دے
گھونسے برسا رہا تھا۔

''ارے...... یہ کیا ہونے لگا۔'' بوڑھا چیختا رہا۔ ''کیا تم سب پاگل ہو گئے
جاؤ...... رک جاؤ...... اپنے ہاتھ روکو۔''

حمید اس کشمکش کے لئے تیار نہیں تھا لیکن جب تک ان تینوں کے ہاتھ نہ رکتے
کو دخل دینا حماقت ہی تھی۔

بالآخر بوڑھے نے لڑکیوں کو شاید اس پر آمادہ کر لیا کہ اس جھگڑے کو ختم

کوشش کریں کیونکہ اچانک وہ دونوں آگے بڑھی تھیں اور ان کے درمیان آ گئی تھیں۔

''بس......!'' اِرما ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''ختم کرو یہ احمقانہ حرکتیں۔''

وہ تینوں رک گئے۔ بُری طرح ہانپ رہے تھے۔ حمید کا خیال تھا کہ وہ خواہ مخواہ الجھ
پڑے ہیں۔ انہیں لڑائی بھڑائی کا تجربہ نہیں۔

''یہ کتنی احمقانہ بات ہے۔'' بوڑھا آگے بڑھ کر بولا۔ ''ہمیں چاہئے کہ ہم خود کو کسی
اندیکھے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کریں نہ کہ آپس میں دست و گریباں ہوں۔''

''کک...... کیسا اندیکھا خطرہ۔'' ان میں سے ایک نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

''ڈرائیور کی یہ حرکت مشتبہ ہے۔'' بوڑھے نے کہا اور پھر حمید کی طرف مڑ کر پوچھا۔
''کیا تمہیں یقین ہے کہ فیول پمپ کی خرابی کے بارے میں اس کا بیان صحیح تھا۔''

''وہ اگنیشن کی کنجی ساتھ لے گیا ہے ورنہ اس کی تصدیق ہو جاتی۔'' حمید نے کہا۔
وہ خود کو اس طرح پوز کرنے کی کوشش کر رہا تھا جیسے کچھ پہلے کی لڑائی بھڑائی محض مذاق
رہی ہو۔

''میں جانتا ہوں کہ ان اطراف میں زیادہ تر قزاق آباد ہیں۔ انہیں موقع مل جائے تو
اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔''

''تم مقامی آدمی ہو۔'' اِرما نے اس کا بازو چھو کر کہا۔ ''ہماری بہتری کیلئے کچھ سوچو۔''

حمید جواب میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ڈرائیور دکھائی دیا۔ وہ بائیں جانب والی چٹان
سے نیچے اُتر رہا تھا۔ حمید نے انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا...... وہ تینوں اب بھی اُسے کینہ
توز نظروں سے دیکھے جا رہے تھے۔

ڈرائیور قریب آ گیا۔ اس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

''کیا بات ہے؟'' حمید نے پوچھا۔

''ذرا ٹرک کو دھکا لگوا کر ایک کنارے کرا دیجئے۔ خان خود آ رہے ہیں۔'' ڈرائیور ہانپتا ہوا بولا۔

''تو آنے دو...... بے چارے ٹرک کو پریشان کرنے سے کیا فائدہ۔''

''ان کی جیپ کدھر سے نکلے گی۔ وہ ان مردہ گھوڑوں کو دیکھنے جا رہے ہیں۔''

''میں سمجھا تھا شاید وہ ہم زندہ آدمیوں کو دیکھنے آ رہے ہیں۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"بھائی کیوں میری زندگی کے دشمن ہو۔ خدارا اپنے ساتھیوں سے کہو کہ ٹرک
لگوائیں۔ خان بھیانک آدمی ہے۔ اگر ٹرک راستے میں حائل رہا تو مجھے گولی مار دے گا
حمید نے اپنے ساتھیوں کو اس گفتگو سے آگاہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ ٹرک پر بیٹھ جا
"میں نہیں سمجھا۔" بوڑھا بولا۔
"باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ مجھے یقین ہے کہ ٹرک کے انجن میں کوئی خرا
نہیں ہوئی۔ میں اس سے اگنیشن کی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔" حمید نے
اچانک ڈرائیور کی طرف مڑ کر ایک بھرپور ہاتھ اس کی کنپٹی پر رسید کر دیا۔
جچا تلا ہاتھ تھا۔ ڈرائیور پر ایسی غشی طاری ہوئی کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ اب حمید بڑی
سے اس کی جیبوں کی تلاشی لے رہا تھا۔ بالآخر اگنیشن کی کنجی ہاتھ آ ہی گئی۔
وہ لوگ اس دوران میں ٹرک پر بیٹھ چکے تھے۔ حمید اچھل کر ڈرائیور کی سیٹ پر
اور اگنیشن میں کنجی لگاتے وقت اسے احساس ہوا کہ ارما اس کے برابر ہی بیٹھی ہوئی ہے۔
حمید کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ انجن آسانی سے اسٹارٹ ہوگیا۔ اس نے ٹرک کو پھر
طرف موڑ دیا۔
"اب کدھر چلو گے۔" ارما نے پوچھا۔
"سڑک تک پہنچنا ضروری ہے۔ کہیں ہم گھیر نہ لئے جائیں۔"
بڑی تیز رفتاری سے وہ ٹرک کو پل تک لایا اور پھر گاڑی کو سڑک پر موڑ کر مخالف
میں چل پڑا۔
"ادھر کہاں......؟"
"رام گڑھ کی طرف واپسی ناممکن ہے۔ کیوں نہ ہم آگے ہی بڑھتے جائیں۔ کہ
کوئی محفوظ جگہ ملے گی۔"
"یہ لوگ تمہارے خلاف ہو رہے ہیں۔"
"تو کیا بگاڑ لیں گے میرا۔ لڑکیوں کی موجودگی مجھے سپرمین بنا دیتی ہے۔ اگر تم دو
نہ ہوتیں تو یقیناً ان کے ہاتھوں پٹ جاتا۔"
"زندہ دل بھی معلوم ہوتے ہو۔" ارما مسکرائی۔

"میں نے بہت دیر سے پائپ نہیں پیا۔"
"تو پھر میں کیا کروں؟"
"اگر کچھ دیر اور نہ پیا تو زندہ دلی رخصت ہو جائے گی اور تم مجھے ایک چڑچڑا آدمی کہو گی۔"
"میں کیا کر سکتی ہوں اس سلسلے میں۔"
"میری جیب سے تمباکو کی پاؤچ اور پائپ نکال کر اسے بھرو۔"
ارما نے اس کی جیب سے پائپ نکالا اور اس میں تمباکو بھرنے لگی۔ دفعتاً پچھلے حصے
بوڑھے نے چیخ کر کہا۔ "ایک گاڑی ہمارے پیچھے ہے۔"
"فکر نہ کرو۔" حمید نے کہا اور ایکسیلریٹر پر مزید دباؤ ڈالتا ہوا ارما سے بولا۔ "ان کی
ی سے دور...... میں ان سے نپٹ لوں گا۔"
"آخر یہ آدمی کون ہے...... اور کیا چاہتا ہے!"
"ان بستیوں میں عورتوں کی کمی ہے۔"
"کیا مطلب......؟"
دفعتاً پیچھے سے پھر آواز آئی۔ "جیپ قریب آتی جا رہی ہے اور شاید وہ ٹرک کے پہیوں
فائر کرنا چاہتے ہیں۔"
"آنے دو...... پرواہ مت کرو...... میں انہیں دیکھ لوں گا۔ تم سب لیٹ جاؤ۔ سر نہ اٹھانا۔"
اور اب سچ مچ اس نے فائر کی آواز سنی اور ارما سے بولا۔ "وہ یقیناً ہمیں آ لیں گے......
پہیہ بے کار ہوا۔ راستہ اتنا تنگ ہے کہ میں کچھ کر ہی نہیں سکتا۔"
"تو پھر کس برتے پر بھاگ نکلے تھے۔"
"اُس جگہ ہم چاروں طرف سے گھیرے جا سکتے تھے۔"
"پتہ نہیں کس قسم کی مصیبت ہم پر نازل ہوئی ہے۔"
پھر فائر ہوا اور اس بار زبردست دھماکے کے ساتھ ٹرک کو بھی دھچکا لگا۔
حمید نے بریک لگائے اور انجن بند کر کے اپنی طرف کا دروازہ کھول کر قریبی چٹان پر
چھلانگ لگا دی۔ ارما چیختی ہی رہ گئی۔
حمید بندروں کی سی پھرتی کا مظاہرہ کرتا ہوا ایسے پتھروں کی اوٹ میں جا پہنچا جہاں

سے اُن لوگوں کو بخوبی دیکھ سکتا۔ لیکن خود اس کے دیکھ لئے جانے کا خدشہ نہیں تھا۔

جیپ ٹرک کے قریب آ رکی اور اس پر سے چار آدمی اُترے۔ ایک کے ہاتھ میں رائفل
تھی۔

اس نے رائفل کی نال سے اُن سبھوں کو ٹرک سے اُترنے کا اشارہ کیا۔

حمید کا ہاتھ بغلی ہولسٹر کی طرف گیا تھا۔ وہ سب ٹرک سے اُتار لئے گئے۔

جیب والے مقامی باشندے تھے اور شاید انگریزی نہیں سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے
اشاروں کے ذریعے ان سے معلوم کرنے کی کوشش کی کہ ساتواں آدمی کہاں گیا۔

حمید نے دیکھا کہ وہ لوگ اسی طرف اشارہ کر رہے ہیں جدھر سے گزر کر وہ یہاں تک
پہنچا تھا۔

رائفل والا آگے بڑھا اور چٹان پر چڑھنے لگا۔ حمید جانتا تھا کہ وہ راستہ اُسے بھی بالآخر
وہیں پہنچائے گا جہاں وہ خود چھپا بیٹھا تھا۔ اس نے ہولسٹر سے ریوالور نکالا اور آہستہ آہستہ
اس مقام کی طرف بڑھنے لگا جہاں پہنچ کر آنے والا اس کی طرف مڑتا۔ یہاں بھی وہ پتھروں
کی اوٹ میں چھپ کر اس کا انتظار کر سکتا تھا۔

حمید اس کے قدموں کی نزدیک ہوتی ہوئی چاپ سن رہا تھا۔ پھر جیسے ہی اس نے
پتھروں کی اوٹ سے سر نکالا حمید نے پوری قوت سے ریوالور کا دستہ رسید کر دیا۔

یہ ایسی ہی ضرب تھی کہ وہ صرف منہ کے بل نیچے آ رہا۔ بلکہ بے حس و حرکت بھی ہو گیا
حمید نے بڑی پھرتی سے اس کی جامہ تلاشی لے ڈالی۔ کوٹ کی جیب سے رائفل کا سائیلنسر
برآمد ہوا۔ اس کے علاوہ اور کوئی کام کی چیز نہ تھی۔ پھر اس نے اس کی رائفل پر قبضہ کیا اور
کارتوسوں کی پیٹی بھی اتار لی۔ اپنا ریوالور ہولسٹر میں ڈال کر اس نے رائفل کی نال پر سائیلنسر
فٹ کیا اور کارتوسوں کی پیٹی شانے پر ڈال کر پھر اسی مقام کی طرف پلٹا جہاں سے نیچے والوں
کو صاف دیکھ سکتا تھا۔

جیپ والوں میں سے دو آدمی اس کے ساتھیوں کے ہاتھ باندھ رہے تھے اور تیسرا
ریوالور تانے کھڑا تھا۔

حمید نے رائفل سے جیپ کے ایک پچھلے پہیئے کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ ٹائر دھماکے

سے پھٹا اور وہ اچھل پڑے۔ تیسرے آدمی کے ہاتھ سے ریوالور گر گیا تھا۔

حمید پھر خاموش ہو بیٹھا۔

بوکھلائے ہوئے انداز میں اس آدمی نے دوبارہ ریوالور اٹھایا اور چاروں طرف دیکھنے
کے ساتھ ہی وہ چیخ چیخ کر اپنے دونوں ساتھیوں سے کچھ کہہ بھی رہا تھا۔ ان میں سے ایک
ڈرائیونگ ترک کر کے جیپ کی طرف آیا۔ چند لمحے پھٹے ہوئے ٹائر کا جائزہ لیتا رہا۔ پھر
جیک لگا کر پہیہ نکالنے بیٹھ گیا۔ دوسرا حمید کے ساتھی مردوں کے ہاتھ اُن کی پشت پر باندھ چکا
تھا۔

حمید کا خیال تھا کہ وہ صرف لڑکیوں کو لے جانے کی فکر میں ہیں۔ مردوں کو وہیں چھوڑ
جائیں گے۔

ٹرک کے ڈرائیور نے علاقے کے کسی خان کا تذکرہ کیا تھا لیکن یہ لوگ ان قبائل سے
تعلق رکھنے والے نہیں معلوم ہوتے تھے جن کے سربراہ خان کہلاتے ہیں۔ ان اطراف میں
ایک قوم ایسی بھی آباد تھی جو کسی قدر مہذب ہو جانے کے باوجود بھی خبیث ارواح کی پرستش
کرتی تھی اور اسکے افراد اپنی کلائیوں پر انہیں خبیث ارواح کی علامتی تصویریں گھدواتے تھے۔
حمید نے کچھ دیر پہلے جس آدمی کو زیر کیا تھا اس کی کلائیوں پر ایسی تصویریں نظر آئی تھیں۔
اس قوم میں عورتوں کی کمی تھی اس لئے عورتوں کا اغوا ان کے یہاں ایک طرح کی مذہبی
رسم کی حیثیت رکھتا تھا۔

حمید خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتا رہا۔ جیپ کا پہیہ بدلنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ
کیا گیا تھا۔

پھر وہ تینوں لڑکیوں کے قریب آ کھڑے ہوئے۔ بوڑھا چیخ چیخ کر گالیاں بک رہا تھا
اور اس کے ساتھی بھی انہیں بُرا بھلا کہہ رہے تھے اور اس بات پر جھلا رہے تھے کہ انہیں اپنے
سفید حکم سے آگاہ نہیں کر سکتے تھے۔

دفعتاً حملہ آوروں نے اس چٹان کی طرف دیکھنا شروع کیا جس پر کچھ دیر پہلے ان کا
ساتھی چڑھا تھا۔

حمید سمجھ گیا کہ ان میں سے کوئی نہ کوئی پھر ادھر ہی کا رخ کرے گا۔ لہٰذا اس نے بیہوش

آدمی کو راستے کے سامنے سے ہٹا دینے میں بڑی پھرتی دکھائی اور وہیں ایک طرف
کسی اور کی آمد کا انتظار کرنے لگا۔

اس کا اندازہ غلط نہیں تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اسے قدموں کی چاپ سنائی دی۔
بار آنے والا محتاط معلوم ہوتا تھا۔ اندھا دھند نہیں چل پڑا تھا۔ دو چار قدم چلتا اور
جاتا۔ لیکن اسے آنا تو اسی طرف پڑتا تھا۔

حمید صبر و سکون کے ساتھ اس کا منتظر رہا اور پھر جیسے ہی وہ زد پر آیا اس نے حملہ
اس بار اس نے رائفل کے کندے سے حریف کے سر پر بھرپور ضرب لگائی تھی۔

اس کے حلق سے نکلنے والی چیخ دور تک سناٹے میں پھیلتی چلی گئی۔ پھر وہ بھی
لیکن حمید اس کا انجام دیکھنے کے لئے وہاں رکا نہیں تھا۔

دوسرے شکار کی چیخ نیچے والوں نے ضرور سنی ہوگی لہٰذا پھر ان پر نظر رکھنے کی ضرورت تھی
یہ حقیقت ہے کہ اس کی چیخ پر اس کے دونوں ساتھی بوکھلا کر چٹان کی طرف دوڑے
تھے۔ اب حمید نے رائفل کاندھے پر ڈالی اور ہولسٹر سے ریوالور نکالتا ہوا پھر اسی جگہ پ
جہاں اس نے پہلے دو شکار کئے تھے۔

وہ اس کے قریب ہی سے گزرتے چلے گئے۔ اس بار اس نے ان پر حملہ نہ کیا
تھا کہ دونوں اپنے بے ہوش ساتھیوں تک پہنچ جائیں۔

ایک تو سامنے ہی پڑا تھا وہ اس پر جھک پڑے اور جو مڑ کر دیکھا تو حمید پر نظر پڑی
وہ ان کی طرف ریوالور کی نال اٹھائے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''تم دونوں بھی اپنے ہاتھ اٹھاؤ۔'' اس نے کہا اور انہوں نے متحیرانہ انداز میں
جھپکاتے ہوئے حکم کی تعمیل کی۔

''اب نیچے چلو! اگر ذرہ برابر بھی شرارت کی تو جانوں سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔''

وہ اسی طرح ہاتھ اٹھائے ہوئے آگے بڑھے۔ حمید انہیں سڑک پر اُتار لے گیا اور
کر بولا۔ ''میرے ساتھیوں کے ہاتھ کھول دو۔''

''بریوو...... بریوو......!'' بوڑھا چیخا۔ ''بہادر لڑکے زندہ باد۔''

ان دونوں نے ان کے ہاتھ کھولے اور اب حمید نے اپنے ساتھیوں سے کہا

دونوں کے ہاتھ پیر باندھ کر ٹرک پر ڈال دو۔ اب ہم جیپ استعمال کریں گے۔''

''تم جو کوئی بھی ہو پچھتاؤ گے۔'' ان میں سے ایک غرایا۔ ''ہمارے آدمی تمہیں صحیح وسلامت نہ جانے دیں گے۔''

''پھر ان دونوں نے کسی مزاحمت کے بغیر اپنے ہاتھ پیر بندھوا لئے تھے۔ انہیں ٹرک میں ڈال دیا گیا۔

یہاں راستہ اتنا کشادہ تھا کہ جیپ کو ٹرک سے آگے نکالا جاسکتا تھا۔ وہ سب جیپ پر لد گئے۔ حمید ڈرائیور کی سیٹ پر تھا اور دونوں لڑکیاں اس کے برابر بیٹھی تھیں۔ بوڑھا ان تینوں کے ساتھ پچھلی سیٹ پر تھا۔

روانگی سے پہلے حمید نے فیول چیک کیا تھا۔ ٹنکی لبریز تھی۔

اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور بہت احتیاط سے اُسے ٹرک کے آگے نکال لایا۔

''لیکن اب ہم کہاں جارہے ہیں؟'' بوڑھے نے پوچھا۔

''رام گڑھ پہنچنا ناممکن ہے۔ پھر کیوں نہ آگے ہی چلیں۔'' حمید بولا۔

''کیا آگے کوئی محفوظ جگہ نصیب ہوسکے گی۔''

''صرف بیس بائیس میل کا سفر درپیش ہے۔ اس کے بعد میں بہت کچھ کرسکوں گا۔''

''ارے تمہارا کیا کہنا...... تم نے تو یہیں بہت کچھ کر ڈالا۔'' بوڑھا ہنس کر بولا۔

''لیکن وہ لوگ کیا چاہتے تھے۔'' ان تینوں میں سے کسی نے سوال کیا۔

''تمہیں وہیں چھوڑ کر صرف لڑکیوں کو لے جاتے...... بروبانی قوم کے لوگ تھے۔ دوسری قوموں کی عورتوں کا اغوا ان کے یہاں انتہائی شریفانہ کارنامے کی حیثیت رکھتا ہے۔''

''لیکن یہ لوگ جنگلی تو نہیں معلوم ہوتے تھے۔''

''جنگلی سے کیا مراد ہے تمہاری۔''

''مطلب یہ کہ جیسے تم ہو...... ویسے ہی تو تھے۔''

''میں اس جملے پر خفگی کا اظہار کروں یا ٹال جاؤں۔'' حمید نے ارما سے پوچھا اور وہ ہنس کر بولی۔ ''میں تو تمہیں جنگلی ہی سمجھتی ہوں۔ ان کے ان دونوں ساتھیوں کا کیا ہوا جو پہلے گئے تھے۔''

"وہیں بیہوش پڑے ہوں گے۔ میرے ہاتھوں پٹنے والے جلد ہوش میں نہیں آتے۔"

"تم نے ان کا اسلحہ بھی چھین لیا......!" یہ سلومی کی آواز تھی۔

"رائفل ہی سے تو میں نے جیپ کا ٹائر پھاڑا تھا۔"

"تو وہ بھی تم ہی تھے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ جیپ خاصی تیز رفتاری سے راستہ طے کر رہی تھی۔

"لڑکے تمہارا پیشہ کیا ہے۔" پچھلی سیٹ سے بوڑھے نے پوچھا۔

"شکار......!"

"وضاحت کرو۔"

"کھالوں کی تجارت کرنے والی ایک فرم کا ملازم ہوں۔ اس کے لئے بڑے بالوں والے جانوروں کا شکار کرتا ہوں۔"

"کچھ بھی ہو...... ہر اعتبار سے دلچسپ ثابت ہوئے ہو۔"

"تم لوگ مجھے اس آدمی کے بارے میں کچھ بتاؤ جو اس وقت ہم میں نہیں ہے؟"

"اوہ......کوپر...... پتہ نہیں اس بیچارے کا کیا حشر ہوا ہو۔"

"وہ کب سے تم لوگوں کے ساتھ تھا۔"

"ہم سب ایک ہی ہوٹل میں مقیم ہیں۔"

"میں یہ پوچھ رہا ہوں کہ تم لوگ اسے کب سے جانتے ہو۔"

اس سوال کے جواب میں کسی نے بتایا کہ وہ اُسے ایک ہفتے سے جانتا تھا اور کسی نے کچھ اور کم مدت ظاہر کی۔

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ تم لوگوں کے لئے بھی اجنبی تھا۔"

"تم نے کہاں کی باتیں چھیڑ دیں۔" ازما بول پڑی۔ "اب ہمیں اس سے کیا لینا۔"

"خیر ختم کرو......!" حمید نے کہا اور بائیں ہاتھ سے جیب ٹٹولتا ہوا بولا۔ "اس بھاگ دوڑ میں میرا پائپ کہیں گر گیا۔ اب میں کیا کروں۔"

"یہ تو بُرا ہوا...... کیا تمباکو بھی نہیں ہے۔" ارما نے پوچھا۔

"پاؤچ تو موجود ہے۔"

"تب تو کام چل جائے گا۔ انکل کے پاس سگریٹ کا کاغذ ہوگا۔ وہ خود ہی رول کرتے

"میں سگریٹ رول کرنے کے لئے گاڑی نہیں روک سکتا۔"

"میں رول کر دوں گی۔ ایسے جانباز ہیرو کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جا سکتا۔" ارما ہنس کر

"فلموں میں تو لڑکیاں عاشق ہو جاتی ہیں۔"

"کیوں اس شریف آدمی کا مذاق اڑا رہی ہو۔" سلومی کا لہجہ غصیلا تھا۔

اتنے میں بوڑھے نے حمید کو مخاطب کر کے کہا۔ "مسٹر گلبرٹ پیشاب کرنا چاہتے ہیں۔"

"دیکھو...اب کہیں رکنا خطرے سے خالی نہیں ہوگا۔ ہمیں جلد از جلد گلبار پہنچ جانا چاہئے۔"

"تم پاگل تو نہیں ہو گئے۔ مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔" ان تینوں میں سے ایک غرایا۔

"اچھا مسٹر گلبرٹ......!" حمید نے طویل سانس لی۔ "جلد ہی فارغ ہونے کی کوشش کرنا۔"

اس نے جیپ کی رفتار کم کر دی اور پھر اسے ایک کنارے روک دیا۔

گلبرٹ نے نہ صرف جیپ سے چھلانگ لگائی بلکہ سڑک کے نیچے اُتر کر ڈھلان میں ...نا چلا گیا۔

"ارے یہ کہاں بھاگا جا رہا ہے؟" سب نے بیک وقت کہا۔

لارڈ زوپن ڈیل

ڈھلان سے اُتر کر وہ بکھرے ہوئے بڑے بڑے پتھروں کی اوٹ میں غائب ہو گیا۔

"اوہ......!" بوڑھا ہنس کر بولا۔ "بہت شرمیلا معلوم ہوتا ہے۔"

"حیرت انگیز بھی۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ایسی صورت میں چھلانگیں لگانا مجھ جیسے جانباز ہیرو کیلئے بھی ناممکن ہو جاتا۔ ذرا دیکھنا کہیں سیٹ ہی پر تکلیف رفع نہ ہو گئی ہو۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ اس کے بعد حمید نے بوڑھے سے سگریٹ کا کاغذ مانگا اور پاؤچ سے

تمبا کو نکال کر رول کرنے لگا۔

دو تین منٹ گزر گئے لیکن گلبرٹ کی واپسی نہ ہوئی۔ پھر ان دونوں نے بھی جیپ سے اترنا چاہا۔

''نہیں......!'' حمید مڑ کر انہیں گھورتا ہوا بولا۔ ''تمہیں سیٹ ہی پر تکلیف رفع کرنا پڑے گی۔''

''کیا بکواس کر رہے ہو۔ دیکھیں وہ کہاں گیا۔''

''میں تمہاری واپسی کا انتظار نہیں کروں گا۔''

''تو کیا ہم اسے یہیں چھوڑ جائیں؟''

''اچھی بات ہے۔ تم میں سے صرف ایک جائے گا۔''

اس پر دونوں کو غصہ آ گیا۔ لیکن جیپ سے صرف ایک ہی اترا اور ڈھلان میں اترتا چلا گیا۔

''آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' ارما طویل سانس لے کر بولی۔

''سب میری بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔'' حمید نے غصیلی آواز میں کہا۔ ''نہ آج گھر سے نکلتا اور نہ اس مصیبت میں گرفتار ہوتا۔''

''کیوں نکلے تھے؟''

''تمہارے لئے۔'' حمید آہستہ سے بولا۔

''انکل......!'' ارما نے بوڑھے کو مخاطب کیا۔ ''اب یہ مجھے ہیروئن بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔''

''ختم کرو یہ مذاق...... اوہ...... دیکھو وہ تنہا واپس آ رہا ہے۔''

گلبرٹ کی تلاش میں جانے والا سچ مچ تنہا واپس آ رہا تھا۔ اس کے چہرے پر فکر مندی کے آثار تھے۔

وہ قریب آ کر بولا۔ ''اس کا تو کہیں پتہ نہیں۔''

''بیٹھ جاؤ۔'' حمید بولا۔ ''پچھلی سیٹ پر تین ہی آدمی آرام سے بیٹھ سکتے ہیں۔ تم چار تھے۔''

''پتہ نہیں تم کیسے آدمی ہو۔'' وہ بگڑ کر بولا۔

''تم بھی جہنم میں جاؤ۔'' حمید نے کہا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اسے بھی یہیں چھوڑ جائے گا۔

''کیا کرتے ہو۔'' ارما نے اس کا گیئر کی طرف بڑھتا ہوا ہاتھ پکڑ کر کہا۔

''پھر کیا کروں...... ان کا تو دماغ چل گیا ہے۔''

اتنے میں وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکا تھا۔ جیپ پھر چل پڑی۔

''آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔ کیا ہو رہا ہے۔'' سلوی نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

وہ کم گو اور سنجیدہ معلوم ہوتی تھی۔

دفعتاً حمید نے بلند آواز میں کہا۔ ''اس وقت تم میں سے کون سب سے زیادہ خائف ہے۔''

کوئی کچھ نہ بولا۔ حمید نے پھر اپنا سوال دہراتے ہوئے کہا۔ ''اگر مجھے اس کا جواب نہ ملا تو میں سب کو یہیں چھوڑ کر آگے بڑھ جاؤں گا۔''

''تم آخر کہنا کیا چاہتے ہو۔'' بوڑھے کی آواز آئی۔

''تم میں سے کوئی اچھی طرح سمجھتا ہے کہ میں کیا کہنا چاہتا ہوں۔''

''میں تو قطعی نہیں سمجھا۔'' بوڑھے نے کہا اور ان دونوں کی طرف دیکھنے لگا۔

وہ خاموش بیٹھے رہے۔ آخر بوڑھے نے اس آدمی کو مخاطب کیا جو گلبرٹ کی تلاش میں گیا تھا۔

''گلبرٹ اس طرح کیوں بھاگ گیا۔''

''میں کیا بتا سکتا ہوں۔''

''تمہارا کیا خیال ہے؟'' بوڑھے نے دوسرے سے پوچھا۔

''جہنم میں جائے سب کچھ۔'' وہ غصیلے لہجے میں بولا۔ ''نہ مجھے کوپر سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ گلبرٹ سے۔''

''اس تفریح کا مشورہ کس نے دیا تھا۔'' دفعتاً حمید نے پوچھا۔

''ہم سب ہی شامل تھے اس میں۔'' ارما نے کہا۔

''گھوڑا سواری کی تجویز کس کی تھی۔''

''ٹھہرو...... مجھے سوچنے دو۔'' بوڑھے کی آواز آئی۔ ''میرا خیال ہے کہ یہ تجویز گلبرٹ ہی نے پیش کی تھی۔''

''گلبرٹ کے تعلقات بھی نئے تھے یا پرانے۔''

''میں تو اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا...... البتہ یہ دونوں۔'' بوڑھے نے ان کی طرف دیکھنے لگا۔

ان دونوں نے بھی اس سے لاعلمی ظاہر کی۔

سورج غروب ہونے سے قبل ہی وہ گلبار پہنچ گئے۔

جب ان کی گاڑی چکراتی ہوئی اس وادی میں اُتر رہی تھی تو ایسا لگتا تھا جیسے پیالے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش کر رہے ہوں اور ارما نے خوش ہو کر کہا تھا۔ ''یہ حادثہ نہ ہم ایسی خوبصورت جگہ کیوں کر پہنچتے۔''

چاروں طرف سرسبز پہاڑیاں تھیں۔ جگہ جگہ خوش رنگ پھولوں کی جھاڑیاں نظر آئیں۔ حمید جیپ کو سیدھا پولیس اسٹیشن کی طرف لیتا چلا گیا تھا۔

پھر آدھے گھنٹے بعد جب وہ وہاں سے ڈاک بنگلے کے لئے روانہ ہوئے تو بوڑھے نے حمید سے کہا۔ ''میں تمہاری زبان سمجھ نہیں سکتا۔ لیکن پھر بھی میرا اندازہ ہے کہ پولیس آفیسر سے خائف نظر آ رہا تھا۔''

''ارے وہ کچھ نہیں...... بہت شریف آدمی معلوم ہوتا ہے۔ بے چارہ۔'' حمید ہنس کر بولا

''میں نے بھی یہ محسوس کیا تھا۔'' ارما نے جھک کر اس کے کان میں کہا۔

''تمہیں تو شروع ہی سے یہ ایک فلمی کہانی محسوس ہوتی رہی ہے۔''

''نہیں تم مجھے بہت پراسرار لگ رہے ہو۔''

''شکریہ......!''

''اب ہم کہاں جا رہے ہیں۔''

''ڈاک بنگلے میں...... رات وہیں بسر کریں گے اور کل یہاں سے پھر رام گڑھ چلیں گے۔''

''کسی ہوٹل میں کیوں نہ ٹھہریں۔''

''یہاں صرف ایک ہی اچھا ہوٹل ہے اور وہاں کوئی کمرہ نہیں ہے۔ میں نے آفیسر کی وساطت سے معلوم کرایا ہے۔ لیکن ہم کچھ وقت اس ہوٹل میں ضرور گزاریں۔''

ڈاک بنگلے میں بستر ناکافی تھے۔ پولیس اسٹیشن کے انچارج نے حمید سے وعدہ کیا کہ وہ ان کے لئے بستر فراہم کر دے گا۔

ڈاک بنگلے کے چوکیدار کو طلب کر کے حمید نے رات کے کھانے کے متعلق ہدایات دیں اور پھر وہ سب ایک کمرے میں آ بیٹھے۔

چوکیدار نے کیروسین لیمپ پہلے ہی روشن کر دیئے تھے۔ ڈاک بنگلہ حال ہی میں تعمیر ہوا تھا اور یہاں ابھی بجلی کی فٹنگ نہیں ہوئی تھی۔

حمید ان دونوں کی طرف سے مطمئن نہیں تھا۔ ان میں سے ایک بہت زیادہ پریشان نظر آتا تھا۔ وہ اسے وہاں سے اٹھا کر الگ لے گیا۔

''کک...... کیا بات ہے...... تم کیا کہنا چاہتے ہو۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

''ڈرو نہیں...... اب سچی بات مجھے بتا دو۔'' حمید نے اس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

''کک...... کیسی سچی بات...... تم میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔''

''کوئی سچی بات جس کی بناء پر تم خائف نظر آ رہے ہو۔ تمہارے علاوہ اور کوئی بھی اتنا بدحواس نہیں ہے۔''

''مم...... میں دل کا مریض ہوں۔''

''اچھی بات ہے۔'' حمید نے طویل سانس لی اور اس سمیت پھر اسی کمرے میں واپس آ گیا جہاں سب تھے۔

چند لمحے خاموش رہا پھر گھمبیر آواز میں بولا۔ ''اچھا دوستو! خدا حافظ۔''

''کیا مطلب......؟'' بوڑھا چونک پڑا۔

''میں جا رہا ہوں۔''

''کہاں جا رہے ہو! یہ ارما کی آواز تھی۔''

''کہیں بھی چلا جاؤں گا...... یہاں نہیں رہوں گا۔''

''آخر کیوں؟ نہیں تم ہمارے ساتھ ہی رام گڑھ واپس چلو گے۔ ہمیں تنہا نہیں چھوڑ سکتے۔'' ارما اٹھتی ہوئی بولی۔

''بات یہ ہے کہ جب تم لوگ مجھ پر اعتماد ہی نہیں کر سکتے تو۔''

''کون کہتا ہے کہ اعتماد نہیں کرتے۔''

"تم لوگوں کا رویہ۔"

"پتہ نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔ میری سمجھ تو نہیں آتا۔"

"مجھے معلوم ہونا چاہئے کہ یہ سب کچھ کس کے لئے ہوا ہے۔"

"کیا مطلب......؟"

"کوپر کے گھوڑے کا بھڑکنا اتفاق ہوسکتا ہے۔ اس کی گمشدگی کو بھی حادثہ سمجھا جاسکتا ہے لیکن گلبرٹ کے فرار کو کس خانے میں فٹ کیا جائے۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ بوڑھا اسے توجہ اور دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس کی نظریں ان دونوں کے چہروں پر پڑیں۔ اب وہ بھی اس شخص کو گھورے جا رہا تھا جسے حمید الگ لے جا کر گفتگو کر چکا تھا۔

"ہم سب کی بہتری اسی میں ہے کہ وہ شخص خود کو ظاہر کردے۔ ورنہ اسے بھی خود کو غیر محفوظ ہی سمجھنا چاہئے۔"

"م......میرا پیچھا چھوڑ دو......!" وہ آدمی کرسی میں گر کر ہانپنے لگا۔

"یہاں کوئی تمہارا دشمن تو نہیں ہے۔" بوڑھا آگے بڑھ کر اس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔

"وہ نحوست کہیں بھی میرا پیچھا نہیں چھوڑتی۔" اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔

حمید سگریٹ رول کرنے لگا تھا۔ اس نے اسے سلگاتے وقت کنکھیوں سے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔ ان کے چہروں پر الجھن کے آثار تھے۔

"اگر واقعی کوئی بات ہے۔" دوسرا آدمی بولا۔ "تو تمہیں فوراً ظاہر کردینی چاہئے۔ اپنے ساتھ دوسروں کو بھی کیوں ہلاکت میں ڈال رہے ہو۔"

حمید خاموشی سے سگریٹ کے کش لیتا رہا۔

دفعتاً خوفزدہ آدمی نے چہرے سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے کہا۔ "تم لوگ میرا مضحکہ اڑاؤ گے۔"

"اس وہم میں نہ پڑو۔" بوڑھا نرم لہجے میں بولا۔ "ہم میں شاید ہی کوئی اتنا برا آدمی ہو کہ کسی پریشان حال کا مضحکہ اڑا سکے۔"

"میں کئی سال سے اس مصیبت میں مبتلا ہوں۔" اس نے خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

35

ان سبھوں نے اپنی کرسیاں اس کے قریب کھسکا لیں۔ لیکن حمید جہاں کھڑا تھا وہیں کھڑا رہا۔ ...نے میں باہر سے آواز آئی۔ "کیا میں اندر آسکتا ہوں؟"

"کون ہے۔" حمید چونک کر دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "اوہ انسپکٹر آیئے۔"

آنے والا گلبار پولیس اسٹیشن کا انچارج تھا۔

"آپ لوگوں کے لئے بستر لایا ہوں۔" اس نے کہا اور حمید کی طرف جھک کر آہستہ ...

"جس جیپ پر آپ آئے ہیں یہ چار ماہ پہلے گلبار ہی سے چرائی گئی تھی۔"

"اوہ......آخر ان بروبانیوں کو اتنا سر اٹھانے کا موقع کیوں دیا جا رہا ہے۔"

"میں ان کے خلاف برابر رپورٹیں بھیج رہا ہوں لیکن ان کا نوٹس ہی نہیں لیا جاتا۔"

"خیر......اب دیکھیں گے۔ آپ کا بہت بہت شکریہ۔"

"میرے لائق اور بھی کوئی خدمت ہو تو بے تکلف ہو کر فرمایئے۔"

"آپ نے سڑک بند ہونے کی اطلاع رام گڑھ بھجوائی ہے یا نہیں؟"

"جی ہاں...... میں نے وہاں فون کیا تھا۔ انہیں اس سے پہلے ہی اطلاع مل چکی ہے ...روں کی لاشیں ہٹوانے کا انتظام کررہے تھے۔ میرا خیال ہے اب تک سڑک صاف ہوگی اور انہوں نے ٹرک پر بھی قبضہ کرلیا ہوگا۔"

"کل ہمیں دس بجے تک یہاں سے روانہ ہونا ہے۔"

"آپ فکر نہ کیجئے...... میں ایک مائیکرو بس لایا ہوں اور جیپ خود لے جا رہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے...اچھا......بہت بہت شکریہ۔" حمید نے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔ انسپکٹر رخصت ہوگیا۔

"کوئی خاص بات......؟" بوڑھے نے حمید سے پوچھا۔

"نہیں......وہ ہمارے لئے بستر لایا تھا۔ کل دس بجے تک ہم یہاں سے روانہ ہوجائیں گے۔"

...کے بعد وہ لوگ پھر اسی آدمی کی طرف متوجہ ہوگئے۔

"تم کیا سوچ رہے ہو۔" بوڑھے نے اُسے مخاطب کیا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کہانی کہاں سے شروع کروں۔"

"کہیں سے بھی شروع کردو۔ کڑیاں ملانا میرا کام ہے۔" حمید بولا اور ایک کرسی کھینچ

کر وہ اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

''اگر لوگ کسی بھکاری کو بادشاہ کہنا شروع کر دیں تو وہ پہلے تو مذاق سمجھے گا پ ہو جائے گا۔'' اس آدمی نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا اور خاموش ہو گیا۔

''بولتے رہو......!'' حمید نے اُسے ٹوکا۔

''میرے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔ میں ایک فرم کا ٹریولنگ ایجنٹ ہوں جس کا لندن میں ہے۔ میرا نام سڈنی اسٹوکر ہے۔ میرا باپ متوسط طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ بس کماتا کھاتا ہوں۔ کسی قدر خوشحال محض اس لئے ہوں کہ تنہا ہوں۔ شادی نہیں کی۔ ایک تجارتی فرم سے تعلق رکھتا ہوں اس لئے میرے جاننے والوں کا حلقہ بہت وسیع قریب قریب یورپ کے ہر ملک کے لوگوں سے میری جان پہچان ہے۔''

دفعتاً وہ خاموش ہو گیا اور بائیں پہلو پر اس طرح ہاتھ رکھ لیا جیسے دل میں درد اٹھا

''کیا بات ہے......!'' بوڑھے نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

لیکن وہ کچھ نہ بولا۔ اس کی آنکھیں بھی آہستہ آہستہ بند ہوتی جا رہی تھیں۔

عجیب سا سناٹا طاری ہو گیا۔ پھر بوڑھے نے اس کا شانہ پکڑ کر ہلایا۔

اس نے آنکھیں کھولیں۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ چہرے پر کرب کے آثار تھے۔

''پانی......!'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

ارما نے جھپٹ کر اپنے تھیلے سے پانی کی بوتل نکالی۔

دو تین گھونٹ لینے کے بعد وہ آہستہ سے بولا۔ ''شکریہ! آپ لوگ بہت مہربان

''تم مطمئن رہو۔'' بوڑھے نے نرم لہجے میں کہا۔ ''جو کچھ ممکن ہو گا تمہارے لئے کری

''شکریہ......! میری بدنصیبی مضحکہ خیز ہے۔'' وہ اٹھتا ہوا بولا اور آہستہ آہستہ ٹہلنے لگا۔

پھر رکا اور ان کی طرف مڑ کر بولا۔ ''پُر اطمینان زندگی بسر کر رہا تھا کہ اچانک نے آ گھیرا۔ پانچ سال پہلے کی بات ہے ایک رات پیرس کے ایک ہوٹل میں کھا کہ ایک شان و شوکت والی عورت میری میز کے قریب آئی اور مجھے ایک ایسے نام کیا جو میرے لئے بالکل اجنبی تھا۔ میں نے اس کی غلط فہمی رفع کرنے کی کوشش

اسی پر مصر رہی کہ میں وہی ہوں جس نام سے اس نے مجھے مخاطب کیا ہے۔ بڑی مشکل سے میں نے اس سے پیچھا چھڑایا۔ لیکن حقیقتاً وہ میری مشکلات کی پہلی رات تھی۔ اس کے بعد پھر تو میری شامت ہی آ گئی تھی۔ بار بار مختلف جگہوں پر اجنبیوں نے مجھے اسی نام سے مخاطب کیا اور اب یہ عالم ہے کہ یہاں تک میرا پیچھا کیا گیا۔ اب انہوں نے مجھے خوفزدہ کرنا شروع کر دیا ہے۔ اس طرح وہ مجھ سے اعتراف کرانا چاہتے ہیں کہ میں وہی ہوں جو وہ مجھے سمجھتے ہیں۔''

سڈنی سٹوکر دروازے کے قریب کھڑا تھا اور بوڑھا اُسے گھورے جا رہا تھا۔

''آخر وہ تم سے کس بات کا اعتراف کرانا چاہتے ہیں۔'' حمید نے پوچھا۔

''وہ چاہتے ہیں کہ میں تسلیم کر لوں کہ میں لارڈ زوپن ڈیل ہوں۔''

''شٹ اپ......!'' دفعتاً بوڑھا حلق پھاڑ کر دہاڑا اور گھونسہ تان کر اس کی طرف جھپٹا۔

لیکن وہ تو پہلے ہی چھلانگ مار کر دروازے سے نکل چکا تھا۔ حمید بڑی تیزی سے آگے بڑھا...... لیکن لاحاصل...... باہر پھیلے ہوئے اندھیرے میں وہ کہیں غائب ہو چکا تھا۔

دو تین منٹ بعد حمید واپس آ گیا۔ یہاں بوڑھا تیسرے آدمی کا گریبان پکڑے کہہ رہا تھا۔ ''اب بتاؤ......تم کون سی حرکت کرو گے۔''

''مم...... میں کچھ نہیں جانتا۔ پتہ نہیں کس قسم کی بیہودگی ہے۔''

''نہیں بتاؤ...... میں اس وقت تک نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ تم یہ نہ بتاؤ کہ آخر تم لوگ کیا چاہتے ہو۔''

''مم...... میں کیا بتاؤں مسٹر۔''

''ٹھوکریں مار مار کر ختم کر دوں گا ورنہ بتاؤ۔''

''تم ہٹ جاؤ۔'' حمید اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''میں اس سے سمجھ لوں گا۔''

''تم......!'' بوڑھا غرایا۔ ''اگر تم مقامی آدمی نہ ہوتے تو میں تم سے نپٹ لیتا۔''

''دماغ ٹھنڈا رکھو۔'' حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ''اور اس کا گریبان چھوڑ کر ہٹ جاؤ۔''

بوڑھا اس کا گریبان چھوڑ کر لڑکیوں کے پاس جا بیٹھا۔ ان کے چہرے دھواں ہو رہے تھے۔

''ہاں اب تم مجھ سے بات کرو۔'' حمید نے سڈنی کے ساتھی سے کہا۔

"میں کیا بات کروں؟"

"مار مار کر ادھ مرا کر دوں گا۔"

"تمیز سے گفتگو کرو مسٹر۔" اس نے آنکھیں نکالی ہی تھیں کہ حمید نے اس کے منہ پر الٹا ہاتھ رسید کر دیا۔

وہ دونوں ہاتھوں سے ٹھوڑی دبائے فرش پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

"نہیں...... یہ دیوانگی ہے۔" ارما اٹھتی ہوئی بولی۔

"کوئی میرے معاملات میں دخل نہ دے۔" حمید جھلا کر اس کی طرف مڑا۔

سڈنی کا ساتھی خون تھوک رہا تھا۔

"واقعی...... یہ درندگی ہے۔" سلومی بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

ارما رومال سے اس کے ہونٹوں سے خون خشک کرنے لگی تھی۔

حمید کھڑا اسے گھورتا رہا۔ پھر بوڑھے کے قریب آ کر بیٹھتا ہوا نرم لہجے میں بولا۔

"تمہیں کیوں غصہ آ گیا تھا۔"

"اس لئے کہ میں لارڈ زوپن ڈیل ہوں۔" بوڑھے نے پروقار لہجے میں کہا۔

"کیا......!" حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں اور وہ ہکلایا۔ "لیکن...... لیکن تم تو فٹ بالر ڈلی ہو۔"

"یہ بھی غلط نہیں ہے۔ اپنے ساتھیوں اور ساری دنیا میں ڈلی ہی کے نام سے مشہور ہوں۔ میرے ساتھی فٹ بالر مجھے پیار سے ڈلی کہا کرتے تھے۔!"

"تو یہ سارا ڈرامہ آپ کے لئے اسٹیج کیا جا رہا ہے۔"

"ہاں...... اس تیسرے آدمی کی حرکت سے تو یہی معلوم ہوتا ہے۔"

"کیا چوتھے کو میں جان سے مار دوں۔"

"نہیں...... یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا یہ بھی انہیں لوگوں میں سے ہے۔"

حمید اس کی طرف مڑا۔ لڑکیوں نے اُسے اٹھا کر کرسی پر بٹھا دیا تھا اور وہ کینہ توز نظروں سے حمید کو گھورے جا رہا تھا۔

دفعتاً وہ اسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ "میں تمہارا خون پی لوں گا۔ تم نے میری توہین کی ہے۔"

"کیا خیال ہے؟" حمید نے بوڑھے کی طرف مڑ کر پوچھا۔

"اب تم خاموش رہو۔ مجھے سوچنا پڑے گا۔"

"کیا سوچنا پڑے گا......؟"

"یہی کہ یہ لوگ کیا چاہتے ہیں۔"

"تم کوئی بھی ہو......!" سڈنی کے ساتھی نے بوڑھے کو مخاطب کر کے کہا۔ "لیکن کسی خطرے میں گھرے ہوئے معلوم ہوتے ہو۔"

"کیا سچ مچ تمہیں ان حالات سے کوئی سروکار نہیں۔"

"میں تم لوگوں کو کس طرح یقین دلاؤں کہ وہ تینوں میرے لئے اسی طرح اجنبی تھے جیسے تم۔"

"ان دونوں نے بھی یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی۔" بوڑھے نے تلخ لہجے میں کہا۔

"اس کے بارے میں...... میں کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"میرا خیال ہے کہ فی الحال اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔" بوڑھے نے حمید کی طرف جھک کر آہستہ سے کہا۔

"لیکن میں تم سے یہ ضرور پوچھوں گا کہ یہ چکر کیا ہے۔" حمید اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔

"یہ میرا ذاتی اور نجی معاملہ ہے۔"

"اُن آٹھ گھوڑوں کی موت کا کون ذمہ دار ہو گا۔"

"تمہیں اس سے کیا سروکار......!"

"دیکھو مائی لارڈ...... اس لہجے میں گفتگو نہ کرو۔" حمید اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"تم بہت جیالے ہو۔ لیکن اتنے بھی نہیں کہ میری بوڑھی ہڈیوں کو چیلنج کر سکو۔"

"ارے تو کیا اب جھگڑے ہی ہوتے رہیں گے۔" ارما جھلا کر ان کی طرف بڑھتی ہوئی بولی۔

"جھگڑا نہیں ہو رہا۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔ "میری جگہ جو بھی ہوتا حقیقت معلوم کرنا چاہتا۔ بہرحال اگر تم چاہتی ہو کہ میں خاموش رہوں تو اب نہیں بولوں گا۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو اچھے لڑکے۔" بوڑھا اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"اس وقت میں تمہارے علاوہ اور کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔"

"شکریہ......!" حمید نے احمقانہ انداز میں کہا اور پھر جیب سے تمباکو کی پاؤچ نکال کر سگریٹ رول کرنے کی تیاری کرنے لگا۔

وہ پانچوں خاموش تھے۔ دفعتاً چوکیدار نے آ کر پوچھا وہ کتنی دیر بعد کھانا لگائے۔

حمید نے بوڑھے کو اس کی اطلاع دی۔

"جتنی جلد ممکن ہو۔" اس نے کہا۔ "میں بہت بھوکا ہوں۔ کیا کھانے کے بعد کافی بھی مل سکے گی۔"

"اس کے لئے مجھے بستی تک جانا پڑے گا۔" حمید بولا۔

"کافی باہر ہی چل کر پی لیں گے۔"

حمید نے چوکیدار سے کہا کہ وہ کھانا لگائے اور پھر سڈنی کے ساتھی کی طرف متوجہ ہو گیا۔ جو کرسی سے اٹھ کر چوکیدار کے پیچھے جا کھڑا ہوا تھا۔ حالانکہ حمید نے بھی اٹھ جانے میں پھرتی ہی دکھائی تھی لیکن وہ اس پر ہاتھ نہ ڈال سکا کیونکہ چوکیدار بوکھلاہٹ میں اس کے اوپر آ پڑا تھا۔ غالباً بھاگنے والے نے ہی اُسے اس پر دھکیلا تھا۔

لڑکیاں شور مچانے لگیں۔

حمید بُرا سا منہ بنائے ہوئے فرش سے اٹھا اور چوکیدار پر غصہ اتارنے لگا۔

معزز آدمی

حمید نے اس بار بھی باہر نکل کر چوتھے آدمی کو دیر تک تلاش کیا تھا۔ واپس آیا تو وہ تینوں کھانے کی میز پر اس کے منتظر نظر آئے۔ تینوں کے چہرے فکر مند تھے۔ حمید کے بیٹھ جانے ہی پر انہوں نے کھانا بھی شروع کیا۔

حمید خاموشی سے کھاتا رہا۔ وہ خود بولنے میں پہل نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کچھ دیر بعد

ے نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں تم پر اعتماد کرتا ہوں اچھے لڑکے۔ تم دلیر بھی ہو اور ت پسند بھی۔ تمہاری آنکھوں میں ایمانداری کی جھلک بھی ملتی ہے۔"

"شکریہ......!" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ "اس تعریف کا مقصد بھی بیان کر دو۔"

"تم مجھ سے بہت زیادہ خفا معلوم ہوتے ہو۔" وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا یا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "کیا میں تمہیں بے ایمان آدمی معلوم ہوتا ہوں۔"

زوپن ڈیل اپنے کردار کی مضبوطی کے لئے سارے یورپ میں مشہور ہے۔"

"میں ڈیل کو صرف ایک اسپورٹ مین کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم ہ وہ کسی لارڈ گھرانے سے تعلق رکھتا ہے۔ اب میں تمہارے کاغذات دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"دیکھ لینا کاغذات بھی۔ میں اپنے بارے میں تمہیں مطمئن کر دینے کے بعد ہی تمہیں ی ذمہ داری سونپوں گا۔"

"کیسی ذمہ داری؟"

"میرے بعد ان لڑکیوں کی ذمہ داری۔ تم اپنی نگرانی میں انہیں انگلینڈ واپس بھجواؤ گے۔"

"اوہ...... ڈیڈی۔"

"اوہ انکل......!"

دونوں لڑکیوں کی آوازوں سے غمزدگی جھلک رہی تھی۔

"تم لوگوں کو قطعی خائف نہ ہونا چاہئے۔ ہر آدمی مرنے کے لئے پیدا ہوا ہے۔ ہاں کے اب کوئی چٹکلہ چھیڑو۔ ہمیں ہر حال میں ہنستے مسکراتے رہنا چاہئے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں کچھ دیر اپنی پوزیشن پر بھی غور کرنا چاہتا ہوں۔"

پھر کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ خاموشی سے کھانا کھاتے رہے۔

حمید سوچ رہا تھا کہ کس جنجال میں پھنس گیا۔ ایسے حالات میں ان لڑکیوں سے دلی ہی فضول ہے۔ پھر وہ کیوں خواہ مخواہ اپنا وقت ضائع کرے۔ لیکن یہ زوپن ڈیل آخر یا بلا اور خود کس قسم کے خطرات سے دوچار ہے۔"

کھانا ختم کر کے زوپن ڈیل بولا۔ "اب کافی کی کیا رہے گی۔"

"کافی کے لئے باہر ہی چلنا پڑے گا۔" حمید نے بے دلی سے کہا۔

"ضرور چلیں گے...... کیوں؟" اس نے لڑکیوں کی طرف دیکھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ میں کہیں نہ جاؤں گی۔" سلومی بولی۔

"میری توہین نہ کرو......!" بوڑھے نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں اپنی بیٹی
کے جملے کی توقع نہیں رکھتا۔"

"لیکن ڈیڈ...... یہ سب کیا ہے؟ یہ لوگ تمہارے پیچھے کیوں پڑے ہوئے ہیں"

"یہ ایک راز ہے اور میں اسے راز ہی رکھنا چاہتا ہوں۔ لیکن یقین کرو ان میں
مجھے ہاتھ بھی نہیں لگا سکتا۔"

حمید بس اس کی باتیں سنے جا رہا تھا۔ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ اب کسی معاملے
نہ دے گا۔ کچھ دیر بعد بوڑھا اس سے مخاطب ہوا۔

"تم کیا سوچنے لگے۔"

"کچھ نہیں مائی لارڈ...... میں بڑا خوش قسمت ہوں۔ آج تک کوئی لارڈ نہیں
ویسے لارڈ کلائیو سے لے کر لارڈ ماؤنٹ بیٹن تک کے حالات تاریخ میں پڑھ
سوچتا تھا کہ یہ مخلوق کس قسم کی ہوتی ہو گی۔"

"بور مت کرو۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں کبھی سیاست میں نہیں رہا۔ فٹ
سے ہمیشہ عوامی زندگی بسر کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ آج تم مجھے اس حال میں دیکھ

"مائی لارڈ...... اپنا پاسپورٹ نکالئے۔" حمید نے سخت لہجے میں کہا۔

"میرے کاغذات...... رام گڑھ میں میرے اقامتی ہوٹل میں موجود ہیں۔"

دفعتاً سلومی بول پڑی۔ "ڈیڈی...... آخر تم کس بناء پر اس آدمی پر اعتماد کرنے

"اس کی آنکھوں میں مجھے صرف معصومیت اور شرارت نظر آتی ہے۔ شیطانیت

"شکریہ مائی لارڈ...... میں بار بار شکریہ ادا کرتا ہوں۔ تو آپ سب کافی پئیں
یا صرف میں جا کر کافی کا ایک ڈبہ خرید لاؤں۔"

"میں تمہیں تنہا نہیں جانے دوں گا۔ تم ان وحشیوں سے دشمنی مول لے چکے
ہے وہ ہمارا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک آ پہنچے ہیں۔"

"میری فکر نہ کیجئے مائی لارڈ...... جب میرے داہنے ہاتھ سے دھماکہ ہوتا

محسوس کرتا ہوں جیسے میں نے ایک خوبصورت نظم لکھ دی ہو۔"

"ہم سب چلیں گے۔" ارما اٹھتی ہوئی بولی۔

"میں تم سے ہمیشہ خوش رہا ہوں ارما۔ میرا اتنا زیادہ اثر سلومی میں آنا چاہئے تھا۔"

"میں ڈرپوک ہی رہ کر خوش رہ سکتی ہوں۔" سلومی نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے۔ تو تم دونوں جاؤ۔" زوپن ڈیل نے ارما اور حمید کو مخاطب کر کے کہا۔

"تھرموس لیتے جاؤ...... ہم دونوں کے لئے لیتے آنا۔"

حمید نے جیب میں گاڑی کی چابی ٹٹولی جو اسے پولیس آفیسر سے ملی تھی۔ ارما اس کے ساتھ جانے پر آمادہ تھی۔

"یہ رائفل اور کارتوسوں کی پیٹی اپنے پاس رکھو۔" حمید نے روپن ڈیل سے کہا اور پھر چوکیدار سے بھی ان کا خیال رکھنے کو کہتا ہوا باہر نکل آیا۔ مائیکروبس کمپاؤنڈ میں موجود تھی۔

وہ گلریز کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ گلبار کا سب سے اچھا ہوٹل تھا اور یہاں زیادہ تر غیر ملکی ٹورسٹ قیام کرتے تھے۔

"پتہ نہیں کیوں...... انکل تم پر اس قدر اعتماد کر بیٹھے ہیں۔ حالانکہ تم تو ہمارے لئے بالکل ہی اجنبی ہو۔" ارما نے کہا۔

"لیکن میرا اعتماد متزلزل ہو گیا ہے۔"

"کیوں......؟ کیا مطلب......؟"

"کیا تم کو علم تھا کہ یہاں ایسے حالات سے دوچار ہونا پڑے گا۔"

"ہرگز نہیں...... ورنہ گھوڑا سواری کی کیوں ٹھہرتی۔"

"لیکن شاید تمہارے انکل کو علم تھا۔"

"اس کے بارے میں کیا کہہ سکتی ہوں۔"

"اور اگر انہیں علم تھا تو تم دونوں کو ساتھ نہ لانا چاہئے تھا۔ یہ اسپورٹ مین اسپرٹ نہیں دیوانگی ہے۔"

"میں خود بھی ایڈونچر کی رسیا ہوں۔"

"یہ بات نہیں ہے۔ تم اچھی طرح سمجھتی ہو کہ عورتیں تل کر کھائی نہیں جاتیں۔"

''کیا مطلب......؟''

''اگر بروبانی تمہیں پکڑ کر بھی لے جاتے تو ناز برداری ہی کرتے۔ گاڑی میں نہ جوت دیتے''

''اب تم بکواس پر اُتر آئے ہو۔''

''بکواس پر آئندہ سال نوبل پرائز لے رہا ہوں۔''

''میں ابھی تک نہیں سمجھ سکی کہ تم کس قسم کے آدمی ہو۔''

''گھبراؤ نہیں۔ میں تمہیں یہ طلاع دے کر نہیں بھاگوں گا کہ تم ملکہ وکٹوریہ ہو۔''

''اوہ...... تو تمہیں انکل کے لارڈ زوپن ڈیل ہونے میں شبہ ہے۔''

''اگر مجھے شبہ بھی ہے تو ان کا کیا بگڑے گا۔ میں تو صرف یہ جانتا ہوں کہ تم ارما ہو۔''

''تم کچھ دیر خاموش رہو...... شاید ڈھنگ کی باتیں کرنے لگو۔''

حمید نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ونڈ اسکرین کی طرف متوجہ رہا۔

گلریز پہنچ کر وہ ہال میں داخل ہوئے۔ یہاں بڑی رونق تھی۔ مدھم سروں میں ساز رہے تھے۔ ایک خوبصورت ویٹرس نے ان کی راہنمائی ایک خالی میز تک کی۔

''یہاں کا ماحول بہت حسین ہے۔'' ارما بڑبڑائی۔

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ ویٹرس کو تھرموس دیتے ہوئے اپنے لئے بھی کافی کا آرڈر دے رہا تھا۔

ویٹرس کے چلے جانے کے بعد ارما اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی ہنسی اور بولی

''اب پھر بولنا شروع کردو۔ دیکھوں کچھ تبدیلی ہوئی یا نہیں۔''

''مرد ہمیشہ ایک ہی بات رٹتے رہتے ہیں۔ تبدیلی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔''

''مجھے اپنے بارے میں کچھ اور بھی بتاؤ۔''

''میں ان دونوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔''

''ان کے سامنے سے ہٹ جانے کے بعد میں نے انہیں یکسر بھلا دیا ہے۔ میں تو پل کی زندگی گزارتی ہوں۔ نہ مجھے گزرے ہوئے لمحے کی پرواہ ہوتی ہے اور نہ آنے وا لمحے کی فکر۔ بس جو کچھ ہے تو یہی لمحہ ہے...... یہ لمحہ...... تمہاری آنکھیں خوبصورت ہیں۔''

''مجھے اپنی آنکھوں سے اس کے علاوہ اور کوئی دلچسپی نہیں کہ میں ان سے دیکھ

نہیں دیکھ رہا ہوں...... تم خوبصورت ہو...... اور وہ اس میز والی لڑکی تم سے بھی زیادہ ت ہے اور وہ اُدھر جو بیٹھی ہے تم دونوں ہی سے زیادہ بھلی لگتی ہے۔''

''چلو ایک بات تو طے ہوئی کہ ہم دونوں ہی خوبصورتی سے پیار کرتے ہیں۔''

''مجھے اس خوبصورت گلدان سے کوئی دلچسپی نہیں۔ عورت ہی ہونی چاہئے۔''

''اس نکتے پر ہم متفق نہیں ہوسکیں گے۔ مجھے مردوں کے علاوہ خوبصورت کتے بھی پسند

''کتوں کی محبوبائیں بھی بے زبان نہیں ہوتیں۔'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''اگر عورتوں کی کھینچ لی جائیں تو وہ دیویاں کہلائیں گی۔''

''بہت زہر بھرا ہوا ہے تمہارے ذہن میں عورتوں کے خلاف۔ کیا بہت زیادہ دھوکے ئے ہیں۔''

''دھوکے؟'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا ''دھوکے وہی کھاتا ہے جسے حقیقت کی تلاش ہو۔ حقیقت اسی دھوکے کو کہتے ہیں جس پر سے پردہ نہ اٹھ سکے۔''

''بس......!'' وہ میز پر ہاتھ مار کر بولی۔ ''فلسفے کے لئے انکل زوپنڈیل ہی بہت ہیں۔ م بور کرو گے۔''

''انکل زوپنڈیل مجھے پسند ہیں۔ مجھے ہر وہ آدمی پسند ہے جو شکست کھا جانے کے بھی شکست تسلیم نہ کرے۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''انکل زوپن ڈیل بوڑھے ہیں لیکن انہوں نے خود پر بڑھاپا طاری نہیں کیا۔'' حمید نے نکھوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن وہ اس کی طرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ اچانک وہ اس کی مڑ کر بولی۔ ''وہ دیکھو! بائیں جانب والی میز پر...... یہ تو وہی آدمی ہے۔''

''کون......؟ اُوہ...... تم نے ٹھیک پہچانا...... یہ تو انہیں دونوں میں سے ایک ہے باندھ کر ہم ٹرک میں ڈال آئے تھے۔'' حمید نے کہا اور ویٹرس کی طرف متوجہ ہوگیا۔ کی ٹرے میز پر رکھ رہی تھی۔ تھرموس بھی بھرلائی تھی۔

''حیرت ہے کہ تم نے اُسے پہچان لیا۔'' حمید اس کے لئے کافی انڈیلتا ہوا بولا۔

''حالانکہ اس وقت وہ ہر لحاظ سے ایک شائستہ آدمی معلوم ہو رہا ہے۔''

''میری یادداشت بہت اچھی ہے۔''

''قابل رشک کہنا چاہئے۔ پہلے بھی میری اچٹتی سی نظر اس پر پڑی تھی
نہیں پہچان سکا تھا۔''

یہ حقیقت بھی تھی کہ وہ اس وقت کوئی نیم وحشی بروبانی نہیں معلوم ہوتا تھا
بے داغ سفید تھی۔ بہترین پریس سوٹ پہن رکھا تھا جس کے لئے ٹائی کے انتخاب
سلیقہ پایا جاتا تھا۔

''کیا خیال ہے۔'' ارما بولی۔ ''کیا ہمیں دوبارہ گھیرنے کی کوشش کی جا
''ممکن ہے...... کیا تم گاڑی ڈرائیو کرسکو گی۔''

''پتہ نہیں! ایسے حالات میں خود اعتمادی قائم رکھ سکوں گی یا نہیں۔''

''اچھا تو سکون سے کافی ختم کرو۔ میں اس کا بھی انتظام کئے لیتا ہوں۔''

''کیسے حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے۔'' وہ طویل سانس لے کر بولی۔

''پرواہ مت کرو۔''

''تم کیا کرو گے۔ وہ تنہا تو نہیں ہوگا۔ ہرگز نہیں۔''

''بس دیکھتی جاؤ۔''

''آخر بتاؤ نا......!'' ارما جھنجھلا گئی۔

''گیلی مٹی سے ایک پتلا تیار کروں گا اور اس کے بعد اس کے ہاتھ میں
دے کر کالا جادو آزماؤں گا۔ تم نے یہاں کے قدیم جادوگروں کے بارے میں
جو زیادہ تر تمہارے ہی دیس کے مصنفوں کو ملا کرتے تھے۔''

''فضول باتیں نہ کرو۔ اگر انہوں نے ہمارا تعاقب کیا ہے تو انکل بھی خطرے
''تو پھر تم اس سلسلے میں کیا کرسکو گی۔''

کافی کی پیالی خالی کرکے وہ اٹھ گیا۔

''کہاں چلے؟''

''ذرا باتھ روم تک...... تم مطمئن رہو...... یہاں اس ہال میں وہ کوئی حرکت

نہ جاؤ...... میں ڈرپوک نہیں ہوں۔'' ارما اکڑ کر بولی۔

اٹھ کر باتھ روم کی طرف روانہ ہوگیا۔ ریڈی میڈ میک اپ کے ذریعے وہ اپنی شکل
کرسکتا تھا لیکن لباس میں تبدیلی ممکن نہیں تھی۔ بغلی ہولسٹر کی وجہ سے کوٹ بھی نہیں
تھا ورنہ کوٹ تہہ کرکے ہاتھ پر رکھتا اور صرف سویٹر پر ہی قناعت کرلیتا۔ آج تو
ایسا نہیں تھا جسے الٹ کر پہنا جاسکتا۔

فی الحال ارما کی ذمہ داری تھی اور وہ ایسے حالات میں اس سے الگ رہ کر ہی
حفاظت کرسکتا تھا۔

روم کے آئینے میں دیکھ کر اس نے اپنے بالوں کی آرائش کے انداز میں تبدیلی کی
ریڈی میک اپ والے اسپرنگ ناک کے نتھنوں میں فٹ کرلئے۔

باتھ روم سے نکل کر اس نے ارما کے قریب ہی کی ایک میز سنبھال لی تھی۔ تقریباً
گزر گئے تھے۔ ارما بار بار گھڑی دیکھے جارہی تھی۔

نے اس بروبانی کو دیکھا...... پہلے ہی کی طرح پرسکون نظر آرہا تھا۔ جیسے اُسے کسی
پرواہ ہی نہ ہو۔

پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف آیا اور کاؤنٹر کلرک سے فون مانگتا ہوا بولا۔
کیسے لوگ ہیں...... ملنے کو کہتے ہیں اور انتظار کراتے ہیں۔''

نے فون اٹھا کر کاؤنٹر پر رکھ دیا۔ حمید نے تیزی سے پولیس اسٹیشن کے نمبر ڈائیل
کی طرف انچارج ہی نے کال ریسیور کی تھی۔ حمید نے اُسے موجودہ سچویشن سے
تے ہوئے کہا۔ ''ایک لڑکی میرے ساتھ ہے اور بہت زیادہ خائف ہے۔''

آپ فکر نہ کیجئے۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''میں آرہا ہوں۔''

نے ریسیور رکھ کر طویل سانس لی اور پھر اس میز کی طرف پلٹ آیا جہاں سے اٹھا تھا۔
وہ سچ مچ خائف نظر آرہی تھی۔ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔

نے سوچا اسے اس طرح تنہا نہ چھوڑنا چاہئے۔ پھر پولیس اسٹیشن سے مدد بھی طلب
تنہا ہوتا تو البتہ یہی ضروری ہوتا کہ اس سے الگ رہ کر اس کی دیکھ بھال کرے۔

اس نے ایک بار پھر باتھ روم کا رخ کیا اور نتھنوں سے اسپرنگ نکال کر ا
طرف واپس آیا۔ وہ اسے دیکھ کر کھل اٹھی۔

''میں الجھن میں مبتلا تھی۔'' وہ ہانپتی ہوئی بولی۔

''کیوں.....کیسی الجھن۔''

''میں سوچ رہی تھی شاید مجھے چھوڑ کر بھاگ گئے۔''

''تنہا بھاگنے کا کیا فائدہ۔''

''نہیں سوچنا پڑتا ہے۔ آخر کب تک ہمارے لئے خود کو خطرات میں ڈالتے

''جب تک خطرہ نہ ٹل جائے۔ یا اسی طرح زندگی ختم نہ ہو جائے۔''

''ایسے ہی ہو۔'' وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

وہ کچھ نہ بولا اور پھر اس بردبانی کی طرف دیکھنے لگا جو اب پوری طرح متوجہ تھا۔ ایک بار حمید سے بھی نظر ملی اور اس نے محسوس کیا جیسے وہ اس کی ہڈیاں ہو۔

''اب بیٹھے کیا سوچ رہے ہو۔'' دفعتاً ارما بولی۔ ''ہمیں واپس چلنا چاہ
اور سلومی کے لئے پریشان ہوں۔''

''ذرا دیر اور ٹھہرو۔''

''آخر کیوں؟''

''مصلحتاً.....خطرات میں پڑنا میری ہابی سہی لیکن آنکھیں بند کر کے نہیں

''میں نہیں سمجھی۔''

''کچھ دیر خاموش بھی بیٹھو سوئیٹی۔''

''میں زیادہ دیر خاموش نہیں رہ سکتی۔''

''اچھا تو پھر اپنی ممی اور ڈیڈی کی باتیں کرو۔ ان میں سے کسی کو مرغیاں
بھی ہے یا نہیں۔''

''کیا مطلب.....؟'' ارما کے لہجے میں حیرت تھی۔

''مرغیاں.....مرغیاں نہیں سمجھتیں۔''

''اب تم بکواس پر اُتر آئے ہو۔''

''یہ بھی میری ہابی ہے۔''

''میں سمجھی! تم خائف ہو۔''

''جو دل چاہے سمجھو۔ میں تو اس وقت صرف مرغیوں کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔
ب میرے پاس سوچنے کو کچھ نہیں ہوتا تو مرغیاں بڑا سہارا دیتی ہیں کیا خیال ہے۔ مرغی
ڈے دے کر کسی قدر محفوظ ہوتی ہوگی۔''

''بس اب خاموش رہو۔'' ارما ہاتھ اٹھا کر غصیلے لہجے میں بولی۔

اتنے میں پولیس اسٹیشن کا انچارج کاؤنٹر کے قریب دکھائی دیا۔ حمید نے ہاتھ ہلا کر
ے اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی اور ٹھیک اسی وقت اس کی نظر بھی ان پر پڑی۔ وہ سیدھا ان کی طرف چلا آیا۔

''بیٹھ جاؤ۔'' حمید نے دائیں جانب والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

اور پھر جب اس نے اس بردبانی کی طرف اشارہ کیا تو پولیس آفیسر بیساختہ چونک پڑا۔

''یقیناً آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔'' وہ ہنس کر بولا تھا۔

''کیا مطلب.....؟''

''یہ تو.....یہ تو گلبار کے ایک معزز ترین آدمی خان دارا ہیں۔''

''لیکن میری یادداشت اتنی ناپختہ نہیں ہے۔'' حمید نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔

''یہ کہنے کی جسارت نہیں کر سکتا۔ لیکن دو آدمیوں کے درمیان مشابہت تو ہو سکتی ہے۔'' آفیسر بولا۔

حمید نے پھر اس آدمی کی طرف دیکھا۔ وہ جھک کر سگریٹ سلگا رہا تھا۔

''کیا آپ لوگ یہاں سے اٹھنا چاہتے ہیں۔'' آفیسر نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''ہاں.....اب ہمیں چلنا چاہئے۔''

''تو چلئے.....میری گاڑی آپ کی گاڑی کے پیچھے رہے گی۔''

''میں یہی چاہتا تھا کہ پیچھے سے کوئی حملہ نہ ہو۔''

وہ دونوں اٹھ کر باہر آئے۔ حمید نے اس دوران میں بل ادا کر دیا تھا۔

گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد ارما نے پوچھا۔

''وہ کیا کہہ رہا تھا۔''

''کوئی خاص بات نہیں۔ وہ اسے نظر میں رکھے گا۔''

''پتہ نہیں...... انکل پر کیا گزری ہو۔''

''دیکھ لیتے ہیں چل کر۔''

''آج کا دل زندگی بھر یاد رہے گا۔''

''اور میرا مرکزی کردار ہوگا اس یاد میں۔''

''کیا یہ ضروری ہے کہ تمہیں بھی یاد رکھا جائے۔'' وہ اٹھلائی۔

''ضرورت نہ سمجھو تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔''

''تم...... تم بھلانے کی چیز تو نہیں ہو۔''

گاڑی سنسان سڑک پر دوڑ رہی تھی۔

''تم انگلستان کب جاؤ گی؟'' حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''اس سال تو واپسی ممکن نہیں۔ یہاں دو ماہ گزارنے کے بعد ہم مشرق بعید کی ط جائیں گے۔''

''سفر کا مقصد صرف سیاحت ہے۔''

''بالکل......!''

ڈاک بنگلے کے قریب پہنچ کر حمید نے رفتار کم کردی۔ عقب نما آئینے میں پولیس آ کی گاڑی کے ہیڈ لیمپ نظر آ رہے تھے۔

پھر برآمدے کے سامنے اس نے گاڑی روک دی۔ ارما اور وہ دونوں نیچے اتر۔ پولیس آفیسر کی گاڑی بھی پہنچ چکی تھی اور وہ انجن بند کر کے اُتر آیا۔

''وہم تھا آپ کا......!'' پولیس آفیسر قریب آ کر بولا۔ ''کوئی اور گاڑی ہمارے نہیں آئی۔ اوہ یہاں برآمدے میں تو بڑا اندھیرا ہے۔ ٹھہریئے۔ میں ٹارچ لا رہا ہوں۔''

وہ پھر اپنی گاڑی کی طرف پلٹ آیا۔ واپسی پر اس نے ٹارچ کی روشنی برآمدے ڈالی اور وہ آگے بڑھے۔

ایک لیمپ برآمدے میں بھی رکھنا چاہیے تھا۔'' پولیس آفیسر ناخوشگوار لہجے میں بڑبڑایا۔

اور ارما آگے چل رہے تھے اور وہ عقب سے انہیں روشنی دکھا رہا تھا۔ جیسے ہی صدر دروازے میں قدم رکھا ارما اچھل کر پیچھے ہٹ گئی اور روشنی کا دائرہ فرش پر ے ہوئے ایک آدمی پر تھم گیا۔

اک بنگلے کا چوکیدار تھا۔

کل......!'' ارما حلق پھاڑ کر چیخی اور حمید تیزی سے اس کمرے کی طرف جھپٹا جہاں وڑ گیا تھا۔

رہ خالی نظر آیا۔ دو کرسیاں الٹی پڑی تھیں۔ ایک جگہ تھوڑا سا خون نظر آیا۔

کل......!'' حمید نے پھر ارما کی چیخ سنی۔

اڈاک بنگلہ چھان مارا گیا لیکن سلومی اور زوپن ڈیل کا کہیں پتہ نہ تھا۔

ا پر غشی طا ہوگئی تھی۔ حمید پولیس آفیسر کو اس کے پاس چھوڑ کر ان دونوں کو تلاش رہا تھا۔ وہ پھر اس جگہ رکا جہاں چوکیدار فرش پر پڑا تھا۔ ٹارچ کی روشنی اس پر ڈالی ر پر چوٹ آئی تھی۔ جس سے خون بھی بہا تھا۔

دیکھی۔ اتنے میں پولیس آفیسر بھی ارما کو سہارا دیئے ہوئے وہیں آ پہنچا۔

میرے خیال میں آپ دونوں پولیس اسٹیشن چلئے۔'' اس نے حمید سے کہا۔ ''وہیں قیام کا انتظام کر دیا جائے گا۔''

بے ہوش چوکیدار کو ان دونوں نے اٹھا کر مائیکرو بس میں ڈالا اور پولیس اسٹیشن کی روانہ ہوگئے۔

رما نے چپ سادھ لی تھی۔ حمید نے بھی اُسے چھیڑنا مناسب نہ سمجھا۔

کیدار کو ہسپتال میں داخل کرانے کے بعد وہ پولیس اسٹیشن پہنچے تھے۔

ید نے ٹیلی فون پر رام گڑھ پولیس اسٹیشن سے رابطہ قائم کیا اور اسی کے توسط سے ست فوری طور پر وائرلیس کے ذریعے گفتگو کی۔ رام گڑھ پولیس اسٹیشن کا آپریشن روم ی اعلیٰ مواصلاتی آلات سے لیس تھا۔

بد پرہیزی

ارما کا چہرہ دھواں ہو رہا ہے۔ اپنے بیان کے مطابق وہ دوراتوں سے بالکل نہ...
فریدی دوسرے ہی دن گلبار پہنچا تھا۔ لیکن اس سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں...
آج وہ اس سے اس سلسلے میں سوالات کرنے والا تھا۔

''میرے لئے یہی اطلاع حیرت انگیز تھی کہ تم ایک پولیس آفیسر ہو۔'' ا...
مخاطب کر کے مردہ سی آواز میں کہا۔ ''اور اب تم اپنے کسی باس کا ذکر کر رہے ہو...

''وہ مجھ سے زیادہ بے ضرر آدمی ہے۔ تم مطمئن رہو۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سب کیا ہے۔''

''ہوسکتا ہے میرے باس کی سمجھ میں آجائے۔ البتہ ایک بات میری سمجھ میں...

''کیا......؟''

''کیا لارڈ زوپن ڈیل نے ان چاروں سے اپنا تعارف لارڈ زوپنڈیل کی...
نہیں کرایا تھا۔''

''میں نہیں جانتی کہ ان کے معاملات کس نوعیت کے تھے۔ آخر اس سوال کا مطل...

''انہوں نے پہلے مجھے اپنا نام ڈلی بتایا تھا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا تھا کہ ا...
مشہور ترین فٹ بالر کسی لارڈ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔''

''اس میں میرا کیا قصور ہے؟'' وہ بے دلی سے مسکرائی۔

اتنے میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ حمید نے اٹھ کر دروازہ کھولا...
ہوئے انداز میں پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ ''آئیے۔'' اور فریدی کمرے میں داخل ہوا۔

ارما غیر ارادی طور پر اٹھ گئی تھی۔ حمید نے اس کے چہرے پر گھبراہٹ کے آ...

''بیٹھو...... بیٹھو......!'' فریدی نے نرم لہجے میں کہا۔

''یہ مس ارما زوپنڈیل...... اور یہ میرے چیف کرنل فریدی۔''

''ہاؤڈو یوڈو......؟''

''اوکے...... تھینکس......؟''

پھر فریدی حمید سے بولا۔ ''تمہیں میرے ساتھ چلنا ہے۔''

''ابھی......!''

''ہاں......!''

''مم...... میں...... سمجھا تھا...... شاید آپ اس سے پوچھ گچھ کریں گے۔''

''غلط سمجھے تھے۔'' فریدی کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

''تو کیا اُسے یہیں چھوڑ جائیں۔''

فریدی اس کی بات کا جواب دیئے بغیر باہر نکل گیا اور حمید نے ارما کی طرف دیکھ کر شانے سکوڑے۔

''کیا بات ہے؟'' ارما نے پوچھا۔ ''تمہارا چیف کیا کہہ رہا تھا۔''

''کچھ نہیں۔ وہ مجھے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہے۔''

''میں تنہا یہاں نہیں رہوں گی۔''

''یہ پولیس اسٹیشن کی عمارت ہے...... یہیں تم محفوظ رہ سکو گی۔''

''لیکن میں تنہا نہیں رہوں گی۔ تمہارے چیف نے تو مجھ سے بات تک نہیں کی۔ تم کہہ رہے تھے کہ وہ مجھ سے پوچھ گچھ کرنے کے لئے آرہا ہے۔''

''مرضی کا مالک ہے۔''

''مجھے اس کے پاس لے چلو۔ میں اس سے کہوں گی کہ تنہا یہاں نہیں رہ سکتی۔''

''اچھی بات ہے۔ میں اسے بلائے لاتا ہوں۔'' حمید نے پیچھا چھڑانے کے لئے کہا اور باہر نکل گیا۔

فریدی انچارج کے کمرے میں ملا تھا۔ وہ اسے بتا رہا تھا کہ داہنا ہاتھ بیکار ہو جائے تو بائیں ہاتھ سے کس طرح نشانہ لینا چاہئے۔ حمید کو دیکھ کر انچارج سے بولا۔ ''اچھا اب ہم ...تے ہیں۔ لڑکی کا خیال رکھنا۔''

وہ انہیں رخصت کر کے پھاٹک تک آیا تھا۔

حمید نے جیپ میں رائفلیں اور شکار کے دوسرے لوازمات رکھے دیکھے۔

”بیٹھو......!“ فریدی نے اُسے جیپ کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

”بیٹھ تو رہا ہوں۔“ حمید بھنا گیا۔

”تھپڑ ماردوں گا اگر مجھ پر آنکھیں نکالیں۔“

”وہ تنہا نہیں رہنا چاہتی۔“

”شٹ اپ......!“

”جیپ حرکت میں آ گئی......فریدی خود ہی ڈرائیو کررہا تھا۔

”اچھی طرح یاد کر کے بتاؤ...... یہ لوگ تمہیں کن حالات میں ملے تھے۔“ اس نے تھوڑی دیر بعد حمید سے پوچھا۔

”مجھے ہوش نہیں۔“

”نشے میں تھے۔“

”دو آتشہ کا شکار تھا۔“

”تمہاری حالت واقعی قابل رحم ہے۔“

”کیا مطلب......؟“

”جو کچھ کہنا چاہتا ہوں پہلے بھی ہزار بار کہہ چکا ہوں۔“

”میں سمجھ گیا...... غالباً آپ یہی فرمائیں گے کہ لڑکیوں کے چکر میں پڑ کر نہ صرف آوارہ ہوا بلکہ اخلاقاً آپ کو بھی ہونا پڑا۔“

”کیا تمہیں ان کی طرف سے لفٹ ملی تھی۔“ فریدی نے نرم لہجے میں پوچھا۔

”جی نہیں......! خواہ مخواہ شامت نے گھیرا تھا۔“

”سنجیدگی سے گفتگو کرو۔ میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ لڑکیوں کی طرف سے کوئی حرکت ہوئی تھی جس کی بناء پر تم ان کی طرف متوجہ ہوئے۔“

”جی نہیں......ایسی کوئی بات نہیں۔ ورنہ اب تک میں خود بخود ہوش میں آ چکا ہوتا۔“

فریدی نے پھر کچھ نہیں پوچھا۔ جیپ سڑک چھوڑ کر ایک ناہموار راستے پر ہولی تھی۔

”ہم کہاں جارہے ہیں؟“

”گلمار آئیں اور پہاڑی دمبوں کا شکار نہ کریں۔ بڑی عجیب بات ہوگی۔“ فریدی

شیلڈ سے نظر ہٹائے بغیر کہا۔

”لیکن مجھے تو کوئی دلچسپی نہیں دمبوں کے شکار سے۔“ حمید جھنجھلا کر بولا۔

”دلچسپی لینے سے پیدا ہوتی ہے۔“

”کیا لینے سے۔“

”دلچسپی......!“ فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

”میں نے اس سے کہا تھا کہ چیف سے پوچھ کر آتا ہوں۔“

”اور چیف تمہیں شکار پر لے جارہا ہے۔“

حمید نے سوچا موضوع گفتگو بدل دینا چاہئے۔ ورنہ بوریت میں اضافہ ہوتا رہے گا۔

”کیا خیال ہے آپ کا۔ آخر گھوڑے کیوں بھڑکے تھے؟“ اس نے پاؤچ میں تمباکو رتے ہوئے پوچھا۔

”اس کا جواب تو کوپر ہی دے سکے گا۔ جس کا گھوڑا سب سے پہلے بھڑکا تھا۔“

”اور اسے زمین نگل گئی۔“

”جی نہیں...... ہم اس وقت اسی کے پاس چل رہے ہیں۔ البتہ ان تینوں آدمیوں کا اغ نہیں مل سکا۔ وہ ابھی تک رام گڑھ بھی نہیں پہنچے۔ ہوٹل میں ان کا سامان موجود ہے۔“

”تو آپ نے زوین ڈیل کا سامان ضرور چیک کیا ہوگا۔“

”ہاں......اس کے کاغذات بھی دیکھے ہیں۔ وہ بالکل درست ہیں۔“

”بردہانیوں نے اسے مار ڈالا ہوگا......!“ حمید بڑبڑایا۔ ”بھلا ان کیلئے اس کا کیا مصرف۔“

فریدی خاموش تھا۔ حمید نے پائپ سلگایا اور جیپ کے جھٹکوں کے مزے لینے لگا۔ وہ ہموار راستوں پر چل رہی تھی۔

”کوپر کہاں ہے؟“ اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

”خان دارا کی شکار گاہ میں۔“

”خان دارا......؟“ حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں خان دارا......کوپر اُسے ایک گڑھے میں بے ہوش پڑا ملا تھا۔“

”کیا......بہت زیادہ چوٹیں آئی ہیں۔“

"میں ابھی اس سے ملا نہیں ہوں۔ خان دارا نے پولیس اسٹیشن پر اسکی اطلاع بھجوائی تھ

"کیا آپ خان دارا کو پہلے سے جانتے ہیں۔"

"دور ہی سے دیکھا ہے۔ کبھی مل بیٹھنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"کیا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ اس کے سلسلے میں مجھے وہم ہوا ہوگا۔"

"گلبار اسٹیشن کے انچارج کا یہی خیال ہے۔"

"اور اس نے میری غلط فہمی کا تذکرہ خان دارا سے ضرور کر دیا ہوگا۔"

"ہوسکتا ہے...... میرا خیال ہے کہ وہ اس کی ہمت نہ کر سکا ہوگا۔"

"کیوں......؟"

"خان دارا کو اس علاقے کا بادشاہ ہی سمجھو...... بارسوخ اور جابر آدمی ہے۔"

"لیکن میں نے اسے ایک گھٹیا قسم کے بروبانی کے روپ میں دیکھا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید پائپ کے کش لیتا رہا۔

موسم خوشگوار تھا۔ لیکن جیپ کے جھٹکے سارا مزہ کرکرا کئے دے رہے تھے۔ پا
راکھ جھاڑ کر حمید اونگھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"پتہ نہیں کیوں...... وہ فریدی کی موجودگی میں خود کو بالکل گاؤدی اور ناکارہ
تھا۔ قدم قدم پر ہدایات کا محتاج...... خود سے کچھ کرنے کو دل ہی نہیں چاہتا تھا۔"

ایک بار جھٹکا جو لگا تو فریدی پر آ پڑا۔

"اونہہ......! وہ اسکے کان میں غرایا۔ سیدھے بیٹھو ورنہ گاڑی کسی کھڈ میں جا پڑے

حمید آنکھیں کھول کر احمقانہ انداز میں بڑبڑایا۔

"ایسی قسمت کہاں؟ قیامت تک دھکے کھاتے پھریں گے۔"

"عورتوں کی ہم نشینی نے آخر کار تمہیں اس حال کو پہنچایا۔"

"کس حال کو......؟"

"اسی حال کو...... کہ تم سر پر ہاتھ رکھ کر قسمت کا گلہ کرو۔"

"عورتوں کی صحبت نے مجھے کولمبس بنا دیا ہے...... نئی نئی دنیائیں دریافت کر رہا

"خوب...... ذرا اس عاجز کو بھی کسی نئی دنیا سے روشناس کرائیے۔"

"وابوں کی سرزمین...... نیچرل کلرز میں......!"

"اور جناب کو کیا فائدہ پہنچا ہے اس ڈسکوری سے۔"

"فی البدیہہ جھوٹ بولنے لگا ہوں...... آج آپ سے جو جھوٹ بولا ہے اسے
یاد رکھوں گا اور چھ ماہ بعد اسی جھوٹ کو ایسے انداز میں دہراؤں گا جیسے میں نے پہلے
کا ذکر آپ سے نہ کیا ہو...... آپ غور کریں گے تو تفصیلات میں سرمو فرق نہ پائیں
رتی بات ہے کہ میرا وہ جھوٹ سچائی کی سند پا جائے گا۔ آپ سوچیں گے کہ جھوٹ
دروغ گو کا حافظہ کسی نہ کسی مرحلے پر ضرور دھوکا دیتا۔"

"بکواس بند کرو۔"

"کاش آپ اس لذت سے آشنا ہوتے۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"لذت......؟"

"جی ہاں...... وہ جھوٹ بولتی ہیں اور میں ان کے جھوٹ پر اتنا مستحکم پلاستر کرتا جاتا
ر وہ خود بھی کبھی اسے ثابت کرنے بیٹھیں تو دانتوں پسینہ آجائے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ اس میں کس قسم کی لذت محسوس کی جاسکتی ہے۔"

"کنارے سے کبھی اندازہ طوفان نہیں ہوتا...... اب میں آپ کو کیا بتاؤں۔"

"سمجھانے کی کوشش کرو...... شاید سمجھ ہی جاؤں۔"

ید نے حیرت سے اسے دیکھا...... حیرت کی بات تھی...... فریدی اس کی بے سروپا
اس حد تک دلچسپی نہیں لیتا تھا۔

"خاموش کیوں ہوگئے......؟" فریدی نے اسے ٹوکا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ......!"

"خیر......!" وہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "ارما کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔"

"اگر کسی لارڈ کی بھتیجی نہ ہوتی تو اچھی خاصی تھی۔"

"لارڈ کی بھتیجی ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔"

"دراصل لارڈ کی ڈال مجھے پسند نہیں ہے۔"

"خوب......!" تو اب تم الفاظ کی دنیا میں بھی انقلاب لانے کی کوشش کرو گے۔"

''یقیناً...... اسے لارف یا لارچ ہونا چاہئے...... لارڈ کی ڈال کر یہ الصور

''بہت اچھے...... ! چلو اسے لارف یا لارچ ہی کی بھتیجی سمجھ کر مجھے اس کے
کچھ اور بھی بتاؤ۔''

''آخر آپ اس کے بارے میں کیا جاننا چاہتے ہیں۔''

''مسکرا کر گفتگو کرتی ہے یا غراتی ہے۔''

''پتہ ہی نہیں چلتا کہ مسکرا رہی ہے یا گفتگو کر رہی ہے۔'' حمید نے کہا اور
چونک کر اُسے گھورنے لگا۔

''آنکھیں یقیناً دل کش ہوں گی؟'' فریدی نے اس کی طرف دیکھے بغیر

''میں سوچ رہا ہوں کہ کہیں آپ کوئی بدپرہیزی تو نہیں کر بیٹھے۔'' حمید بالا

''کیسی بدپرہیزی۔''

''اتنی دیر سے ناشائستہ گفتگو کئے جا رہے ہیں۔''

''ناشائستہ گفتگو...... کیا مطلب......؟''

''کسی عورت کا ذکر......!''

''میاں ہم بھی دل رکھتے ہیں...... اور دل میں سوز و ساز عشق......!''

''کیا میں اپنے بازو میں زوردار چٹکی لے کر خود کو ہوش میں ہونے کا یقین

''نہیں اب اس لڑکی کے بارے میں بتاؤ جو زوپن ڈیل کے ساتھ غائب
تھا اس کا......؟''

''سلومی......!''

''وہ کیسی تھی......؟''

''ارما سے بھی زیادہ خوبصورت......!''

''سراپا بیان کرو۔''

''سراپا......؟ سراپا تو بین الاقوامی تھا۔ قد جاپانیوں جیسا...... آنکھیں نا
یونانی...... دہانہ مصری...... دانت داروڑوں جیسے غرضیکہ مجھ جیسے خبیث کے لئے بالکل

''کیا دنیا میں کوئی عورت کی ایسی قسم بھی پائی جاتی ہے جو تمہارے لئے موز

''یہ نہ پوچھئے تو بہتر ہے۔''

''کیوں......؟''

''میرے جواب سے آپ کے مذہبی جذبات مجروح ہوں گے۔''

''خیر...... خیر......!'' فریدی نے کہا اور جیپ رک گئی۔ اس نے انجن بھی بند کر دیا اور حمید کو خونخوار نظروں سے گھورتا ہوا بولا ''اب اگر عورت کا نام بھی زبان پر آیا تو کھال اتار دوں گا۔''

''کیا مطلب......؟''

''جیپ کا سفر ختم ہو گیا...... اب پیدل چلنا ہے۔''

''کیا پیدل چلتے وقت عورت کے ذکر سے معدہ خراب ہو جاتا ہے۔!'' حمید نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

''جی نہیں...... پیدل چلتے وقت آپ جاگتے رہیں گے۔ اس لئے عورت کا ذکر ہی فضول ہے...... جیپ میں جھوم جھوم کر مجھ پر گر رہے تھے...... اسٹیئرنگ پر ذرا سا بھی ہاتھ چوکتا تو کسی کھڈ ہی میں نظر آتے۔''

''تو مجھے جگائے ہوئے رکھنے کے لئے جناب نے یہ بدپرہیزی فرمائی تھی۔''

''اس ذکر کے علاوہ اور کوئی موضوع تمہیں اونگھنے سے نہ روک سکتا۔''

حمید تاؤ کھاتا ہوا جیپ سے اُتر گیا۔

پھر انہوں نے کاندھوں سے رائفلیں لٹکائیں۔ کارتوس کی پیٹیاں اور شکاری تھیلے سنبھالے۔

فریدی نے بائیں جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ''ادھر چلنا ہے۔''

چٹانوں کے درمیان ایک تنگ سی چڑھائی تھی۔ وہ دونوں چل پڑے۔

آسمان میں بادلوں کے ٹکڑے روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھر رہے تھے اور فضا میں خودرو پھولوں کی خوشبو رچی بسی تھی۔ فریدی نے ایک جگہ رک کر سگار سلگایا اور حمید نے اس سے پوچھا۔

''ان تھیلوں میں کھانے پینے کا بھی کچھ سامان ہے یا نہیں۔''

''بہت کچھ ہے...... تمہیں کیا چاہئے...... چلتے رہو۔''

''میں کافی پینا چاہتا ہوں لیکن اس سلسلے میں چلتے رہنے کی شرط آپ کو ہٹانی پڑے گی۔''

"تمہارے تھیلے میں بھی کافی کا تھرموس موجود ہے۔"

کچھ دور چلنے کے بعد انہیں پھر نشیب میں اترنا پڑا اور وہیں ایک جگہ رک کر حمید نے کافی پی اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

نیچے ایک سرسبز وادی حد نظر تک پھیلی ہوئی تھی۔

"کیا یہی اس کی شکارگاہ ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"ہاں یہی ہے...... اور اس کی اجازت کے بغیر یہاں کوئی شکار نہیں کھیل سکتا۔"

"پھر آپ کیونکر کھیلیں گے۔"

"اس کی اجازت سے۔"

"ضروری نہیں کہ وہ اجازت دے ہی دے۔"

"کان نہ چاٹو...... اٹھو اور چل پڑو۔"

ڈھلان سے اُتر کر وہ کسی قدر مسطح زمین پر پہنچے۔

"اب کدھر جائیں۔" حمید بڑبڑایا۔ کیونکہ چاروں طرف اونچی اونچی جھاڑیاں بکھری ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں ان کی بلندی نگاہوں کی راہ میں بھی حائل ہوتی تھی۔

"یہیں کہیں...... ایک چھوٹی سی عمارت ہے۔" فریدی بولا۔

"کیا آپ پہلے بھی کبھی ادھر آ چکے ہیں۔"

"صرف ایک بار......!"

رائفل کے کندوں سے جھاڑیاں ہٹا ہٹا کر وہ آگے بڑھتے رہے۔

دفعتاً ایک جگہ ایک آدمی رائفل تانے ہوئے سامنے آ کھڑا ہوا۔ بائیں جانب والی جھاڑیوں ہی سے برآمد ہوا تھا۔

"تم کون ہو......؟" اس نے خونخوار لہجے میں سوال کیا۔

"یہی تم سے بھی پوچھا جا سکتا ہے۔" فریدی بولا۔

"میں شکارگاہ کا محافظ ہوں۔"

"یہ شکارگاہ کس کی ہے؟"

"خان دارا کی...... اور بغیر اجازت یہاں داخلہ ممنوع ہے۔"

"خان دارا کہاں ہے۔"

"میں نہیں جانتا۔"

"ہمیں اس زخمی سے ملنا ہے جو پچھلے دنوں یہاں لایا گیا تھا۔"

"وہ اس وقت بنگلے میں موجود نہیں ہے۔"

"کہاں مل سکے گا......؟"

"پتہ نہیں...... کہیں گھوم پھر رہا ہوگا۔"

"اس سے ملنا بے حد ضروری ہے...... خان دارا نے اس کے بارے میں گلبار تھانے کو اع دی...... ہم وہیں سے آئے ہیں۔"

"اپنی رائفلیں یہیں رکھ دو...... اور میرے ساتھ چلو۔"

"کیوں......؟" حمید بھنا کر بولا۔ "ہم سرکاری آدمی ہیں۔"

"یہ خان دارا کی سرکار ہے...... یہاں کوئی دوسرا قانون نہیں چلتا۔"

"تم مطمئن رہو...... ہم تمہارے علاقے میں شکار نہیں کھیلیں گے۔"

"یہ خان دارا کا حکم ہے کہ وہ لوگ جو ان کے مہمان نہ ہوں ان کی رائفلیں رکھوالی جائیں۔"

"نہ مجھے یہاں شکار سے دلچسپی ہے اور نہ خان دارا کے ذاتی قوانین سے۔ میں تو اس ں سے متعلق چھان بین کرنے آیا ہوں۔ کیا وہ تمہارے ہی علاقے میں ملا تھا۔"

"نہیں......!"

"جہاں ملا تھا وہ جگہ یہاں سے کتنی دور ہے۔"

"زیادہ دور نہیں ہے۔" وہ شمال کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ان چٹانوں کے اُدھر۔"

"کیا تم نے وہ جگہ دیکھی ہے؟"

"میں ہی تو اسے اٹھا کر یہاں لایا تھا۔"

"کیا اپنے علاقے سے گزر کر ادھر جانے کی اجازت دو گے۔"

"ہمارے علاقے سے گزرو گے تو رائفلیں یہیں رکھ دینی پڑیں گی۔"

"اچھی بات ہے۔" فریدی نے طویل سانس لی اور حمید کو اس کا یہ انداز کھل گیا لیکن ناخوشی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہ تھا۔

قد آدم جھاڑیوں کے درمیان ایک جھونپڑے میں پہنچ کر انہوں نے اپنی رائفلیں
کے حوالے کر دیں۔ وہاں ایک اور آدمی پہلے سے موجود تھا۔

"کوئی اور ہتھیار......؟" اس نے سوال کیا۔

"سروس ریوالور......!" فریدی اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"وہ بھی نکالو......!"

"یقیناً تم لوگ صحیح الدماغ معلوم نہیں ہوتے۔" فریدی نے کسی قدر ناخوشگوار لہجے میں

"کیا بات ہے......!" اس نے بھی آنکھیں نکالیں۔

"سروس ریوالور کسی دوسرے ملک کی سرحد ہی پر ہم سے لئے جا سکتے ہیں۔"

"خان کے علاقے میں کوئی مسلح آدمی داخل نہیں ہو سکتا۔"

"خان ملکی قوانین سے بالاتر نہیں ہیں۔"

"یہ گلبار تھانے سے آئے ہیں۔" محافظ نے دوسرے آدمی سے کہا۔

"کہیں سے بھی آئے ہوں۔" اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"ریوالور سے یہ شکار نہیں کھیل سکیں گے۔" محافظ بولا۔

"کوئی مسلح آدمی خان کے علاقے میں داخل نہیں ہو سکتا۔" وہ ایک ایک لفظ
دے کر بولا۔

"ہمیں اس زخمی کو اپنے ساتھ واپس لے جانا ہے......اسے یہیں بلا لاؤ۔" فریدی نے

"وہ خان کا مہمان ہے۔ ہم اس کی جرأت نہ کر سکیں گے۔" محافظ بولا۔

بات بڑھتی رہی اور بالآخر اس بات پر ختم ہوگئی کہ وہ خان کے علاقے سے گزر
جگہ تک نہ جائیں گے جہاں زخمی پایا گیا تھا۔ محافظ انہیں الگ لے جا کر آہستہ سے
"خان اگر موجود ہوتے تو بات اس حد تک نہ بڑھتی۔ سرکاری آدمی بہر حال سرکاری آدمی
خان بھی اس کا خیال رکھتے ہیں۔ میں آپ لوگوں کو دوسری طرف سے اس جگہ لے چلوں گا
انہوں نے اپنی رائفلیں واپس لیں اور پھر ادھر ہی چل پڑے جدھر سے آئے
محافظ ان کے ساتھ تھا۔

"وہ خان کا منہ لگا شکاری ہے کسی کو خاطر میں نہیں لاتا۔ زیادہ تر لوگ اسے ناپسند

!" اس نے فریدی اور حمید سے کہا۔

جیپ کے قریب پہنچ کر اس نے خوشی ظاہر کی۔

"اب میں بڑی آسانی سے آپ کی رہنمائی کر سکوں گا۔" اس نے کہا۔ "گاڑی وہاں
جا سکے گی۔"

اس بار محافظ فریدی کے برابر بیٹھا اور حمید پچھلی سیٹ پر چلا گیا۔ محافظ کے کہنے کے
بق فریدی نے جیپ دوسری طرف موڑ دی۔

راستہ خراب تھا......حمید سوچ رہا تھا کہیں کوئی ٹائر فلیٹ نہ ہو جائے۔

تقریباً ایک ڈیڑھ میل چلنے کے بعد محافظ نے ایک جگہ گاڑی روکنے کو کہا۔

"میں نیچے نہیں اُتروں گا۔" محافظ نے کہا۔ "آپ کو وہ جگہ اوپر ہی سے دکھا دوں گا۔"

وہ بائیں جانب والی ایک چٹان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ جیپ سے اُتر آئے اور اس چٹان پر چڑھنے لگے......اوپر پہنچ کر حمید نے چاروں
ن نظر دوڑائیں......بائیں جانب کافی نشیب میں وہ سڑک دکھائی دی جس پر انہوں نے
ڑے دوڑائے تھے۔

"وہ دیکھئے۔" محافظ بولا۔ "سڑک کے نیچے......جہاں وہ دوشاخہ درخت ہے۔ اسی کھڈ
ہ خان کو پڑا ملا تھا۔ میں اس وقت خان کے ہمراہ تھا۔"

حمید نے تھیلے سے دوربین نکالی اور بتائی ہوئی جگہ پر فوکس ایڈجسٹ کرنے لگا۔ دو
درخت کے آس پاس بے شمار چھوٹے چھوٹے غار نظر آ رہے تھے۔

اور اس نے وہاں کوئی متحرک چیز دیکھی......اوہ......وہ تو کوئی آدمی تھا......چوپایوں کی
گھٹنوں اور ہاتھوں کے بل چلتا پھرتا دکھائی دے رہا تھا۔

حمید نے دوربین فریدی کی طرف بڑھا دی۔

"میرا خیال ہے کہ اب ہمیں نیچے اترنا چاہئے۔" فریدی بولا اور حمید ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔

پھر انہوں نے رائفلیں کاندھوں سے اُتار کر ہاتھوں میں لیں اور ایسے انداز میں نیچے
نے لگے جیسے شکار کی تلاش میں ہوں۔

"ادھر خرگوش ملتے ہیں۔" فریدی بولا۔ "اگر کوئی مل جائے تو فائر کرنا۔ شائد رات انہیں

اطراف میں گزرے۔"

"وہ کس خوشی میں جناب۔"

"میں خان دارا کی شکار گاہ والی عمارتیں دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"مرے بے موت......!" حمید کراہا۔

"ہوسکتا ہے وہاں تمہیں کوئی اچھی شکل نظر آ جائے۔ خان دارا رنگین مزاج آدمی ہے۔"

"پتہ نہیں کیوں اس کا نام سن کر مجھے تاؤ آ جاتا ہے۔"

"قدرتی بات ہے۔ کیونکہ تم جیسے بااختیار آدمی کی رائفل بھی اس کے ملازم نے رکھوالی تھی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

وہ نیچے اترتے رہے تھے اور پھر یک بیک وہ آدمی سیدھا کھڑا ہو گیا۔

"ارے......!" حمید بوکھلا کر بولا۔ "یہ تو...... یہ تو کوپر ہے...... وہی آدمی۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کوپر سڑک کی جانب والی چڑھائی پر چڑھتا ہوا نظر آیا۔

"وہ جا رہا ہے۔" فریدی بڑبڑایا۔ "سڑک پار کر کے دوسری طرف اترے گا اور دارا کے علاقے میں داخل ہو جائے گا۔"

"للکاروں اُسے۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں...... جانے دو...... میرا خیال ہے کہ وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکا۔"

کوپر سڑک پار کر کے دوسری طرف کی ڈھلان میں اتر گیا اور وہ اس جگہ جا پہنچے جہاں وہ کچھ تلاش کرتا رہا تھا۔

فریدی ایک پتھر کے قریب رکا...... اس نے حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر پتھر کے نیچے والی پتلی سی دراڑ کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ اس دراڑ میں ہاتھ ڈالنے کی کوشش کر رہا تھا۔"

حمید نے بھی کوشش کر ڈالی لیکن کلائی سے آگے ہاتھ نہ لے جا سکا۔

"ہوسکتا ہے وہ پھر واپس آئے۔" فریدی نے اپنے تھیلے سے ٹارچ نکالتے ہوئے کہا۔

اس نے اس دراڑ میں ٹارچ کی روشنی ڈالی اور کچھ دیر تک اس کے اندر دیکھتا رہا۔ پھر سیدھا کھڑا ہوتا ہوا بولا۔ "اگر ہم اس پتھر کو یہاں سے ہٹا سکیں تو شائد......!"

"آخر ہے کیا اس کے اندر......!"

"کوئی ایسی چیز جسے آگ ضائع کر سکے۔"

"یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں آپ......!"

"اندر ماچس کی جلی ہوئی تیلیاں بھی موجود ہیں لیکن یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ اس چیز کو دیکھنے کے لئے جلائی گئی ہوں۔"

"دوسرا ہی نظریہ قابل قبول معلوم ہوتا ہے۔"

"دونوں کے امکانات ہیں۔ اچھی بات ہے۔ تم اوپر جا کر دیکھتے رہو کہ وہ کب پلٹتا ہے۔ میں اس پتھر کو کسی قدر کھسکانے کی کوشش کرتا ہوں۔"

حمید نے طویل سانس لی اور اس حکم کی تعمیل میں لگ گیا۔ اوپر سڑک سنسان پڑی تھی۔ دوسری طرف کی ڈھلان میں اترتے وقت حمید کو ایک جگہ نظر آ گئی جہاں بیٹھ کر ان اطراف کی نگرانی کر سکتا تھا اور دیکھ لئے جانے کا خدشہ بھی نہ رہتا۔

بیس پچیس منٹ گزر گئے۔ لیکن وہ واپس نہ آیا۔ پھر اس نے فریدی کی آواز سنی...... وہ نام لے کر اسے پکار رہا تھا۔ حمید اٹھ کر سڑک کی طرف بڑھا۔

"آؤ چلیں......!" فریدی بولا۔ وہ سڑک پر کھڑا چاروں طرف نظر دوڑا رہا تھا۔

"کیا رہا......؟" حمید نے قریب پہنچ کر پوچھا۔

"آؤ میں تمہیں دکھاؤں۔" فریدی نے کہا اور نشیب میں اترنے لگا۔

پھر وہ اسی جگہ پہنچے جہاں کچھ دیر پہلے کوپر کو دیکھا تھا۔

"اوہ......!" حمید کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ بڑا پتھر اپنی جگہ سے ہٹا ہوا نظر آیا۔ جسے شاید چار آدمی مل کر بھی جنبش نہ دے سکتے۔

"اس طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کیا دیکھ رہے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

"کچھ نہیں۔" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

"پتھر کچھ ایسا وزنی نہیں ہے۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔

"کبھی ہاتھی پر بھی بیٹھے ہیں آپ۔"

"کیوں نہیں؟"

''اٹھ کر دو چار قدم چل بھی سکا تھا یا نہیں۔''

''ختم کرو...... آؤ کچھ شکار کرنے کی کوشش کریں ورنہ رات کیونکر گزرے گی۔''

''کیا سچ مچ یہیں قیام فرمایئے گا؟'' حمید نے بوکھلا کر پوچھا۔

''یہ تو کرنا ہی پڑے گا۔ میں شکار گاہ والی عمارتوں کی تلاشی لینا چاہتا ہوں۔''

''آپ نے مجھے باتوں میں الجھا لیا...... یہ بتایئے پتھر کے نیچے کیا تھا۔''

فریدی نے تھیلے سے پلاسٹک کا ایک جھنجھنا نکالا اور حمید کو تھما دیا۔ اس کا ہینڈل غیر معمولی طور پر بڑا تھا۔

قریباً ایک فٹ لمبا رہا ہوگا۔

''کیا مطلب......؟''

''جی یہ اس پتھر کے نیچے سے برآمد ہوا تھا۔''

''نہیں......!'' حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

''پھر میرے تھیلے میں اس کا کیا کام...... تم شیرخوار تو نہیں ہو کہ تمہیں بہلانے کے لئے جھنجھنا بھی ساتھ لیے پھروں۔''

''میں یقین نہیں کر سکتا......!'' حمید جھنجھنے کو گھورتا ہوا بولا۔

اس کے گولے کا قطر دو ڈھائی انچ سے زیادہ نہ رہا ہوگا اور یہ ایک جالی سے بنایا گیا تھا...... ایک گھونگرو بھی تھا اس کے اندر۔

حمید اسے بجا بجا کر بچوں کی طرح قلقاریاں مارنے لگا۔ پھر جھلائے ہوئے انداز میں اپنے پیشے کو دو چار گالیاں بھی دے ڈالیں اور جھنجھنا فریدی کو واپس کرتا ہوا بولا۔ ''کیوں نہ اب ہم ٹی وی پر پیش ہو کر بچوں کے کام آئیں۔ اس طرح ٹی وی والوں کو پیروڈی اور بھانڈ پن کا فرق بھی سمجھا سکیں گے۔''

''بکواس بند کر کے شکار کی فکر کرو۔'' فریدی اس سے جھنجھنا لے کر تھیلے میں ڈالتا ہوا بولا۔

''آخر وہ اس جھنجھنے کے لئے اتنی دیر تک کیوں پریشان ہوتا رہا تھا۔''

''چلتے رہو......!'' فریدی نے اس کے سوال کو جواب دینے کے بجائے کہا۔

کچھ دیر بعد وہ اس جگہ پہنچ گئے جہاں جیپ کھڑی تھی۔

''اب کہاں......؟'' حمید نے پوچھا۔

''شکار......!'' فریدی نے کہا اور انجن اسٹارٹ کر دیا۔

جیپ ایک بار پھر ناہموار راستوں پر دوڑنے لگی۔

فریدی رام گڑھ اور اس کے اطراف کے چپے چپے سے واقف تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اس نے جیپ ایسی جگہ پہنچا دی جہاں جیپ تو کیا بڑے بڑے ٹرک چھپائے جا سکتے تھے۔

''یہاں سے ہم اس کی شکار گاہ میں بہ آسانی داخل ہو سکیں گے۔'' فریدی بولا۔

''یہ کتنی افسوسناک بات ہے۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

''کیا مطلب......؟''

''اس کے ایک معمولی سے چوکیدار نے ہم تیس مار خانوں کو شکار گاہ میں نہیں گھسنے دیا۔''

''اس میں افسوس کی کیا بات ہے فرزند۔''

''افسوس ہی کا نہیں ڈوب مرنے کا مقام ہے۔''

''فضول بکواس نہ کرو۔ محافظوں نے اپنا حق ادا کیا ہے۔''

''خیر آپ کہتے ہیں تو تسلیم کئے لیتا ہوں۔''

''آؤ چلیں۔''

''اب کہاں چلیں؟''

''کچھ شکار وکار بھی ہو جائے۔''

''پیدل......!''

''جی نہیں...... جیٹ طیارے منگوائے جائیں گے جناب کے لئے۔''

''رات میں قیام کا ارادہ تھا تو کھانے پینے کا سامان بھی لائے ہوتے۔ اب شکار کرتے اس کے لئے۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''چلو......!'' فریدی نے اسے دھکا دیا۔

چٹانوں میں چکراتے ہوئے وہ دونوں ایک بار پھر سڑک پر آ نکلے۔

''یہاں کہاں ملے گا...... شکار......!'' حمید نے کہا۔

''میں جانتا ہوں کہ خرگوش کدھر ملیں گے۔ چلو بائیں جانب اتر چلو۔''

سڑک سے اُتر کر وہ ایک تنگ سی دراڑ میں چلتے رہے۔ شکاری تھیلے اور رائفلیں
کے کاندھوں پر لٹک رہی تھیں۔

"اگر اب کے جی بچا تو عہد کرتا ہوں کہ!" حمید جملہ ادھورا چھوڑ کر سر کھجانے لگا
"کس بات کا عہد کرتے ہو۔"

"کسی ایسی لڑکی کے قریب بھی نہ بھٹکوں گا جس سے جان پہچان نہ ہو۔"

"میں سمجھا تھا شائد ان حرکتوں سے توبہ ہی کر لینے کا عہد کر رہے ہو۔"

"پھر زندگی میں ہی باقی کیا رہے گا۔ ویسے ایک بات ہے اگر یہ یقین ہو کہ کل
گا تو آج توبہ کرنے کیلئے تیار ہوں۔ لائیے ذرا وہ جھنجھنا نکالئے۔ کسی طور جی تو بہلے
چاہے جھنجھنے میں ہوں چاہے رقاصہ کی پائل میں..... میرے لئے بڑی کشش رکھتا ہے۔"

اپنی بات کا جواب نہ پا کر حمید نے فریدی کو غور سے دیکھا۔ وہ کسی گہری سوچ میں
تھا۔ دفعتاً اس تنگ سے درے کا اختتام ایسی جگہ ہوا جہاں سے پھر چڑھائی شروع ہوگئی

"اب مجھ میں ورزش کی تاب نہیں رہی۔" حمید چلتے چلتے رک کر بولا۔ "کیا
آسمان پر ملیں گے۔"

"گھبراؤ نہیں..... مجھے صرف اپنی یادداشت تازہ کرنی ہے۔"

"سطح سمندر سے کتنی بلندی پر تازہ ہوتی ہے؟" حمید نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

فریدی بائیں جانب مڑ گیا اور وہ اس کے پیچھے چلتا رہا۔

داہنی جانب ناقابل عبور چٹانوں کے سلسلے تھے۔

"کیا تم سمجھتے تھے کہ تمہیں ان پر چڑھنا پڑے گا۔" فریدی نے داہنی جانب ہاتھ اٹھا کر

"آپ جیسے حاکم سے ہر طرح کے حکم کا خدشہ رہنا قدرتی بات ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ پھر ایک جانب رکتے ہوئے اس نے دائیں جانب والے
کے سلسلے کو بغور دیکھنا شروع کیا۔

"کیا تازہ ہوگئی یادداشت.....!" حمید بولا۔

فریدی کچھ کہے بغیر پھر چل پڑا۔ حمید دائیں جانب والی چٹانوں کو حیرت سے
تھا۔ یہ دیوار کی طرح سیدھی کھڑی تھیں۔

"کیا شکارگاہ ان چٹانوں کے پیچھے ہے۔" اس نے فریدی سے پوچھا۔

"ہاں..... اور مجھے اس کے راستے کی تلاش ہے۔"

"لیکن ان چٹانوں کی بناوٹ بتاتی ہے کہ میلوں تک ایسا ہی ناقابل عبور سلسلہ پھیلا ہوا ہوگا۔"

"تمہارا یہ خیال بھی درست ہے..... انہیں اطراف میں ایک جگہ ایسا درہ بھی موجود ہے
جس سے گزر کر ہم شکارگاہ میں پہنچ سکیں گے۔"

"اللہ مالک ہے.....!" حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

دفعتاً فریدی چلتے چلتے رک گیا۔

"کچھ دیکھ رہے ہو.....!" وہ دائیں جانب اشارہ کر کے بولا۔

"خرگوشوں کی فوج۔"

"ہشت..... وہ ادھر دیکھو۔"

"سرمہ سلیمانی لگا رکھا ہوگا آپ نے..... مجھے تو کچھ بھی نظر نہیں آتا۔"

"درہ اسی جگہ تھا۔"

"تو پھر کہاں چلا گیا؟"

"ذرا قریب سے دیکھو۔"

حمید اس کے قریب جا کھڑا ہوا اور ادھر دیکھنے لگا جدھر فریدی دیکھ رہا تھا۔

"یقیناً یہ انسانی ہی کارنامہ تھا۔ راستہ بند کر دیا گیا تھا اور یہ اٹھائی ہوئی دیوار دور سے
ان چٹانوں ہی کا حصہ معلوم ہوتی تھی۔"

بڑے بڑے پتھر تلے اوپر رکھ کر جوڑائی کی گئی تھی اور درہ بند ہو گیا تھا۔

"یہ راستہ ایسا تھا کہ اسے اس طرف ہر وقت چوکیدار رکھنے پڑتے تھے۔ کیونکہ دور سے
اس حصے کی نگرانی نہیں کی جاسکتی۔ اسی لئے اس نے یہ راستہ بند کر دیا۔"

"پھر اب کیا صورت ہوگی۔"

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر اس دیوار کی طرف بڑھا اور تھیلے سے کوئی چیز نکال کر حمید
کی طرف مڑا۔

حمید نے اس کے ہاتھ میں کتھئی رنگ کی ایک چوڑے منہ والی شیشی دیکھی۔

"کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو...... یہاں آؤ۔" دفعتاً فریدی بولا۔

"حاضر جناب۔" کہتا ہوا حمید اس کی طرف بڑھا اور فریدی وہ شیشی اس کے حوالے کرتا ہوا بولا۔ "یہ پینٹ کسی چیز سے دیوار پر لگا دو...... ہاتھ نہ بھرنا۔ میرے خیال سے چھ مربع انچ کافی ہوگا۔"

حمید نے شیشی کا پیچ دار ڈھکن کھولا۔ اس میں زرد رنگ کا پینٹ نظر آ رہا تھا۔

اس نے جیب سے قلم نکال کر شیشی میں ڈالا اور اسی سے وہ گاڑھا پینٹ نکال نکال کر دیوار پر لگانے لگا۔ جب اپنی دانست میں چھ مربع انچ میں پینٹ لگا چکا تو بیٹھ کر جوتے کا تسمہ کھولنا شروع کر دیا۔

"اب کیا کر رہے ہو۔" پشت سے فریدی کی آواز آئی۔

"ذرا اس کو ناپ کر بھی تو دیکھ لوں کہ چھ مربع انچ ہی میں ہے یا اس سے کمی بیشی میں۔"

پھر اس نے جوتا اُتار کر پینٹ کی ہوئی جگہ پر رکھ دیا اور احمقوں کی طرح منہ کھولے فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔

"اس حرکت پر ہنسنے کے لئے آس پاس کوئی لڑکی موجود نہیں۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"آپ تھوڑا سا مسکرا ہی دیجئے...... ویسے میں احمق نہیں ہوں...... یہ دیکھئے۔"

وہ آگے بڑھ کر اسے جوتے کا تلا دکھانے لگا۔ جس میں اتنی ہی جگہ پر پینٹ لگ گیا جتنی جگہ اس نے دیوار پر گھیری تھی۔

"کیا حماقت ہے؟"

"حماقت نہیں عقل مندی۔!" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا انداز فکر آپ سے ذرا مختلف ہے۔ یہاں میرے پاس اسکیل تو موجود نہیں ہے کہ اطمینان کر سکوں گھر پہنچ کر اس تلے والے نشان کو ناپ لوں گا۔"

"وقت نہ ضائع کرو۔" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"مردوں کی صحبت میں عموماً صحت ضائع ہو جاتی ہے۔" حمید نے اس سے بھی زیادہ برا منہ بنا کر کہا۔

"کیا مطلب......؟" فریدی اسے گھورتا ہوا بولا۔

"اگر آپ لڑکی ہوتے تو میری اس حرکت پر ہنس پڑتے اور میرے جسم میں چھٹانک ڈیڑھ چھٹانک خون کا اضافہ ہو جاتا۔"

"کیا اب پھر گردن میں ہاتھ دینا پڑے گا۔"

"شیشی سنبھالئے!" حمید اس کی طرف شیشی بڑھاتا ہوا بولا۔ "اب میں پیدل نہیں چل سکوں گا۔" اور پھر وہ وہیں دھرنا دے کر بیٹھ گیا۔

"کیا بیہودگی ہے؟"

"میں تو اب ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔ خرگوشوں کو یہیں بلا لائیے۔ کھال اتروا کر آئیں تو اور زیادہ گرمجوشی سے استقبال کروں گا۔"

"حمید......!"

"جناب......!" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

"چلو...... ورنہ یہیں چھوڑ جاؤں گا۔"

"وہیں چھوڑ آئے ہوتے تو کیا بگڑتا آپ کا۔"

وہ اٹھ کر اس کے ساتھ چلنے لگا تھا۔ سڑک پر پہنچ کر اس نے پھر ایک کنارے بیٹھ جانے کی کوشش کی اور جیسے ہی فریدی اس کی طرف مڑا تو وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "مجھ میں اتنی بھی سکت نہیں کہ آپ سے اس دیوار پر پینٹ کئے جانے کی وجہ پوچھ سکوں...... مجھ پر رحم کیجئے۔"

فریدی نے جیب سے سگار نکالا اور اس کا گوشہ توڑنے لگا۔

بائیں جانب سے دہقانوں کا ایک قافلہ آ رہا تھا۔ وہ سب پیدل چل رہے تھے اور ان کا سامان ٹٹوؤں اور گھوڑوں پر لدا ہوا تھا۔

وہ دونوں ایک کنارے ہو گئے...... پھر فریدی سگار سلگانے ہی والا تھا کہ اچانک اس قافلے میں عجیب سی ابتری پھیل گئی۔

"ہٹو یہاں سے۔" فریدی نے حمید کو نشیب کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔ اس نے سگار جیب میں ڈال لیا تھا۔

حمید کی سمجھ ہی میں نہ آسکا کہ معاملہ کیا ہے لیکن اگر فریدی اسے ایک طرف دھکیل نہ دیتا تو وہ پس کر رہ جاتا۔ کیونکہ وہ سارے گھوڑے اور ٹٹو بھڑک کر گویا انہیں دونوں پر چڑھ دوڑے تھے۔

حمید لڑھکتا ہوا ایک بڑے پتھر سے جا ٹکرایا اور ایک طرف دبک کر اندازہ کرنے لگا کہ کہاں کہاں چوٹیں آئی ہیں۔ سب سے پہلے سر ٹٹولا تھا لیکن دکھنے والی جگہ پر خون کی نمی محسوس نہ کرسکا۔ تکلیف سر ہی میں زیادہ تھی۔ لیکن فوری طور پر ذہن کے ہنگامے کی طرف متوجہ ہوجانے کی بناء پر وہ اسے بھول ہی گیا۔

فریدی ایک پتھر سے دوسرے پر چھلانگیں لگاتا ہوا نشیب میں دوڑا جارہا تھا اور کئی گھوڑے اس کے پیچھے تھے۔ تین گھوڑے ٹھوکر کھا کر گرے بھی تھے اور دوبارہ اٹھ جانے کے لئے ٹانگیں چلا رہے تھے۔

پھر اس نے دیکھا کہ فریدی ایک چٹان پر چڑھنے کی کوشش کررہا ہے۔ تھیلے سے دوربین نکال کر وہ اس کا فوکس ایڈجسٹ کرنے لگا۔

قافلے والے اپنے گھوڑوں کے لئے نشیب میں دوڑے جارہے تھے اور ان کے شور سے کان پڑی آواز نہیں سنائی دیتی تھی۔

حمید بدستور ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں دبکا رہا تھا۔ اس طرح شاید وہ فریدی کی مدد بھی کرسکتا۔

دوربین کا رخ اس چٹان کی طرف تھا جس پر فریدی نے چڑھنے کی کوشش کی تھی اور بالآخر کامیاب بھی ہوگیا تھا۔ اب گھوڑے پچھلی ٹانگوں پر کھڑے ہوکر اس چٹان پر یلغار کررہے تھے لیکن فریدی ان کی پہنچ سے باہر تھا۔

دفعتاً حمید نے فریدی کو تھیلے سے کوئی چیز نکالتے دیکھا اور پھر وہ متحیر رہ گیا کیونکہ تھیلے سے برآمد ہونے والی چیز وہی جھنجھنا تھی۔

فریدی نے اسے گھوڑوں کی طرف اچھال پھینکا اور حمید کی دوربین کا رخ گھوڑوں کی جانب ہوگیا۔ وہ اس بُری طرح اس جھنجھنے پر ٹوٹ پڑے تھے جیسے اسی کے لئے فریدی کے پیچھے دوڑے ہوں۔ ایک دوسرے پر پلے پڑ رہے تھے۔

فریدی چٹان پر بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ فضا گھوڑوں اور ان کے مالکوں کے شور سے رہی تھی۔

حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے پچھلے وقتوں کے کسی میدان جنگ کی طرف آنکلا ہو۔

پھر وہ پتھروں کی اوٹ لیتا ہوا آہستہ آہستہ اس چٹان کی طرف بڑھنے لگا جس پر فریدی رہا تھا۔ اس نے اسے بھی چٹان کی دوسری طرف اترتے دیکھا۔

دیوانگی کی بو

حمید کسی نہ کسی طرح فریدی تک پہنچنے میں کامیاب ہوگیا۔ اس بار اس کا خاص خیال رکھا تھا کہ قافلے والوں کی نظر اس پر نہ پڑنے پائے۔

"چپ چاپ نکل چلو" فریدی اس کا ہاتھ پکڑ کر گھسیٹتا ہوا بولا۔

وہ پتھروں کی اوٹ لیتے ہوئے نیچے اترتے چلے گئے اور تھوڑی دیر بعد اسی جگہ جا پہنچے جہاں جیپ چھپائی تھی۔

حمید ایک پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

فریدی نے سگار سلگاتے ہوئے اسے کنکھیوں سے دیکھا اور شرارت آمیز انداز میں مسکرانے لگا۔ اچانک حمید کی نظر پڑ گئی اور وہ بھنا کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"خیریت......!"

"خیریت اپنی بتائیے۔" حمید جلے بھنے لہجے میں بولا۔ "اب اس حال کو پہنچ گئے ہیں جناب کہ گھوڑے دوڑا لیتے ہیں۔"

فریدی بدستور مسکراتا رہا۔

"شاید سگار دیکھ کر بھڑکے تھے۔"

"کچھ بھی ہو۔ اگر پکڑے جاتے تو بُرا حشر ہوتا۔"

"کیا حشر ہوتا۔"

"خود تصور کرو...... ضعیف الاعتقاد لوگ ہیں...... جادوگر سمجھ کر زندہ نہ چھوڑتے۔"

"آخر ہوا کیا......؟"

"تم لوگوں کے گھوڑے کیوں بھڑکے تھے اور یہ مسئلہ بھی حل ہو گیا۔"

"کیا مطلب......؟"

"اب بھی مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔ جبکہ دوربین لگائے دیکھ رہے تھے۔"

"جھنجھنا......!"

"یقیناً......!"

"ہو سکتا ہے۔" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔ "جب کرنل فریدی جیسے آدمی کے ہاتھ میں جھنجھنا ہو تو ایک عالم کو دوڑ پڑنا چاہیئے۔ بے چارے گھوڑے کیا حقیقت رکھتے ہیں۔"

فریدی اسکی بکواس کی طرف دھیان دیئے بغیر بولا۔ "کوپر کے پاس وہی جھنجھنا موجود تھا۔"

"اگر موجود تھے تو گھوڑے شروع ہی سے کیوں نہیں بھڑکے تھے۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد اچانک ان کے دماغ کیوں الٹ گئے۔"

"اسے کسی ایسے کیس میں رکھا گیا ہوگا جس سے اس کی بو نکل کر ہوا میں منتشر نہ ہوگی۔ جہاں اس نے مناسب سمجھا اسے باہر نکال لیا۔ کبھی نظر سے کوئی ایسا جھنجھنا بھی گزرا ہے جس کا ہینڈل ایک فٹ سے زیادہ لمبا ہو۔"

"میں نے تو واکنگ اسٹک کے سروں پر بھی جھنجھنے لگے ہوئے دیکھے ہیں۔ بعض باذوق بزرگ اسی طرح شغل فرماتے ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کسی سوچ میں پڑ گیا تھا۔ حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ ویسے اس بھاگ دوڑ میں وقت سے پہلے ہی بھوک لگ گئی تھی۔ اس نے تمباکو نوشی کا ارادہ کر کے تھیلا ٹٹولنا شروع کیا۔

"گوشت کا ایک ڈبہ ہاتھ لگا اور وہ دل ہی دل میں سجدہ شکر بجا لایا۔ اس نے سوچا کڑیاں ملاتے رہو...... میں جسم و جان کا رابطہ مضبوط کرنے جا رہا ہوں۔"

اور پھر اس نے ٹن کٹر سے ڈبہ کھولا اور آدھ کچی بوٹیاں حلق سے اتارنے لگا۔

فریدی اب بھی خیالات میں گم تھا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تک نہیں۔

"جھنجھنا یاد آ رہا ہوگا۔" حمید منہ چلاتا ہوا بولا۔ "اب ان ناسمجھ گھوڑوں کو کیا کہوں؟ آپ کے لئے دوسرا منگوا دوں گا۔"

فریدی چونک کر اسے گھورنے لگا پھر خشک لہجے میں بولا۔ "ابھی سے کھانا شروع کر دیا۔ بہت تھوڑا سامان ہے۔"

"اس کی فکر نہ کیجئے۔ آپ جیسا اقبال مند آدمی ساتھ ہے تو تلے بھنے ہوئے خرگوش چھلانگیں لگاتے ہوئے آئیں گے اور برضا رغبت ہمارے معدوں میں کود جائیں گے۔"

"چلو ختم کرو...... ہم پھر وہیں چلیں گے۔"

"کہاں......؟"

"جہاں میں نے جھنجھنا پھینکا تھا۔"

"خدا کے لئے رحم کیجئے مجھ پر......!" حمید ہاتھ جوڑ کر بولا۔ "ایک درجن جھنجھنوں کا وعدہ رہا۔ اب مجھے نہ لے جایئے وہاں۔"

"سنجیدگی اختیار کرو۔"

"کرلی......!" وہ خالی ڈبہ پھینکتا ہوا مردہ سی آواز میں بولا۔

رومال سے ہاتھ صاف کیا اور تھیلے کو شانے سے لٹکاتا ہوا اٹھ گیا۔

"ہم واپس ہی کیوں آئے تھے وہاں سے۔" حمید نے کچھ دیر بعد رو دینے کی ایکٹنگ کی۔

"خدشہ تھا کہ کہیں وہ ہم کو تلاش کرنے کی کوشش نہ کریں اور تم بہت زیادہ تھک گئے تھے۔"

"وہ جھنجھنا کوپر کے خلاف بہترین ثبوت تھا۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "لیکن اب وہ ضائع ہو چکا ہوگا۔"

"کون جانے؟"

وہ پھر چل پڑے۔ حمید سوچ رہا تھا شامت خود اسی کی لائی ہوئی ہے۔ لہٰذا خوش دلی سے بھگتنا بھی چاہیئے۔

فریدی بہت احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا اور حمید اس کے پیچھے تھا۔ ایک جگہ فریدی نے رک کر اسے رکنے کا اشارہ کیا اور خود ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں ہو گیا۔

حمید جہاں تھا وہیں رک گیا۔ فریدی نے کچھ دیر بعد پھر پتھر کی اوٹ سے سر اُبھار کر دوسری طرف دیکھا...... اور حمید کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔

کچھ دور چل کر وہ ایک چٹان کی دراڑ میں اُتر گئے۔ دفعتاً کسی طرف سے ایک فائر ہوا جس کی آواز سناٹے میں دور تک پھیلتی چلی گئی۔

شور مچاتے ہوئے گھوڑوں میں سے ایک ڈھیر ہو گیا۔ یہاں سے وہ نیچے کا منظر بخوبی دیکھ سکتے تھے۔ فائر پھر ہوا...... دوسرا گھوڑا گرا اور ان کے مالک شور مچاتے ہوئے سڑک کی طرف بھاگنے لگے۔

اس کے بعد پے در پے فائر ہوتے رہے اور گھوڑے گرتے رہے۔ پھر سناٹا چھا گیا اور سڑک بھی اب سنسان ہو گئی تھی۔ قافلہ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔ دور دور تک کوئی نہیں دکھائی دیتا تھا۔

حمید نے اس دراڑ سے باہر نکلنا چاہا۔

''ٹھہرو......!'' فریدی اس کا بازو پکڑ کر بولا۔ ''میں فائر کی سمت کا اندازہ نہیں کر سکا۔''

''یہ کیا چکر ہے۔''

''گھوڑے مار ڈالے گئے...... اُوہ...... وہ دیکھو...... بائیں جانب والی ڈھلان سے دو آدمی نیچے اُتر رہے ہیں...... ایک کے ہاتھ میں رائفل ہے۔''

پھر اس نے تھیلے سے دوربین نکالی اور اُسے آنکھوں کے قریب لا کر بولا۔ ''اوہ.... کوپر اور خان دارا...... اس جھنجھنے کے حصول کے لئے...... خوب...... اچھی بات ہے دوستو۔''

اس نے دوربین تھیلے میں ڈالی اور کاندھے سے رائفل اتار کر اس سمت اٹھائی جدھر وہ دونوں نظر آ رہے تھے۔ فائر ہوا اور حمید نے ان دونوں کو گرتے دیکھا۔

''کیا مار دیا......؟'' وہ بوکھلا کر بولا۔

''نہیں...... گولی انہیں نہیں لگی...... وہ دیکھو...... کتنی پھرتی سے وہ اس چٹان کی اوٹ میں ہو گئے ہیں؟''

''آخر اس سے فائدہ۔''

وہ جھنجھنا اگر ضائع نہیں ہوا تو میں اسے ان کے ہاتھ تو نہیں لگنے دوں گا۔''

''کھیل خوفناک ہو جائے گا۔''

فریدی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور ادھر ہی دیکھتا رہا۔

اب حمید نے دوربین سنبھال لی تھی...... اور...... اسی چٹان پر فوکس کئے ہوئے تھا جس کے پیچھے وہ دونوں چھپ گئے تھے۔

''فائر نہ کرتے تو بہتر تھا۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

''کیوں......؟'' فریدی نے سوال کیا۔

''آپ ہی بتائیے کہ اب اس کا تصفیہ کس طرح ہو سکے گا۔ نہ وہ چٹان کی اوٹ سے نکلیں گے اور نہ......!''

''اگر تم پوری طرح ہوشیار رہنے کا یقین دلا دو تو میں ابھی تصفیہ کئے دیتا ہوں۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''رائفل سنبھالو اور اس چٹان پر نظر رکھو...... جیسے ہی کوئی اوٹ سے نکلنے کی کوشش کرے فائر کر دو...... کیا تم ان کے قریب کا نشانہ لے سکو گے۔''

''مجھ میں یہ بڑا عیب ہے کہ اگر نشانہ بگاڑنے کی کوشش کرتا ہوں تو وہ بالکل ٹھیک بیٹھتا ہے۔''

''تب تو معاف رکھو۔''

''اللہ نے چاہا تو کل کا سورج اسی جگہ طلوع ہوگا۔''

فریدی نے پھر ایک فائر کیا۔ لیکن دوسری طرف سے فائر نہیں ہوا۔ ہو سکتا تھا کہ وہ دونوں فائر کی سمت کا تعین نہ کر سکے ہوں۔

''بات بنتی نظر نہیں آتی۔'' حمید بڑبڑایا۔

''تم خواہ مخواہ نروس ہو رہے ہو۔''

''میں نروس نہیں ہوں جناب! سورج غروب ہونے والا ہے۔''

''میں دس راتیں یہیں کھڑے کھڑے گزار سکتا ہوں۔''

''مجھے تو پہلی رات کو دفن فرما دیجئے گا۔''

''خاموش رہو۔''

حمید نے آنکھوں سے دوربین نہیں ہٹائی تھی۔ دفعتاً اس نے انہیں اوپر چڑھتے دیکھا

اور پھر دوربین فریدی کے حوالے کر دی۔

''ٹھیک ہے۔'' فریدی نے بھی دوربین سے دیکھتے ہوئے طویل سانس لی۔

''کیا ٹھیک ہے؟''

''ہوئی نا کوئی بات! سسپنس ختم ہوا...... انہیں جانے دو۔''

''اور اگر وہ اوپر پہنچ کر ہماری تاک میں بیٹھ گئے تو۔''

''فکر نہ کرو...... بس انہیں دیکھتے رہو۔'' فریدی نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

حمید اسی سمت دیکھے جا رہا تھا۔ وہ دونوں بڑی احتیاط سے اوپر جا رہے تھے۔ پھر وہ نظر
سے اوجھل ہو گئے۔ حمید نے وہ جگہ اچھی طرح ذہن نشین کر لی جہاں وہ غائب ہوئے تھے۔

''وہ غائب ہو گئے۔''

اور آنکھوں سے دوربین ہٹا کر اور کچھ کہنا چاہا لیکن فریدی وہاں کب تھا۔

حمید نے رائفل سنبھالی اور اب اسے وہیں ٹھہرے رہ کر اس جگہ کی نگرانی کرنی
جہاں وہ دونوں غائب ہوئے تھے۔ فریدی کے لئے الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا۔ اگر وہ
گھوڑوں تک پہنچنے کی فکر میں تھا تو ان دونوں کی نظروں سے اوجھل رہنا بھی ایک ناممکن
بات تھی کیونکہ وہ دونوں اب اتنی اونچائی پر تھے کہ درمیانی کوئی چیز حائل نہیں رہی تھی۔ وہ
جگہ کا نشانہ بخوبی لے سکتے جہاں مردہ گھوڑے پڑے ہوئے تھے۔

حمید کبھی بلندی کی طرف دیکھتا اور کبھی ادھر جہاں فریدی کے پہنچنے کا امکان تھا۔

جس جگہ وہ دونوں غائب ہوئے تھے وہاں نقل و حرکت کے آثار نہیں پائے جا رہے تھے۔
کئی منٹ گزر گئے۔ اب حمید کو یہ فکر لاحق ہوئی کہ وہ کہیں اوپر ہی اوپر چلتے ہوئے
کی پشت پر نہ پہنچ جائیں۔

اس طرح توجہ تین اطراف میں بٹ گئی۔ بڑا جان لیوا سسپنس تھا۔

اچانک دراڑ کے بائیں سرے پر آہٹ ہوئی اور وہ اچھل پڑا۔

''بھڑکو نہیں...... کام بن گیا۔'' فریدی کی آواز آئی۔

''اوہ......!'' حمید نے طویل سانس لی۔

وہ اس جھنجھنے کا اوپری حصہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ہینڈل ٹوٹ کر

اگ ہو چکا تھا اوپر جالدار حصہ بھی اگر مڑ جانے والے پلاسٹک کا نہ ہوتا تو اس ہنگامے کی
ہو گیا ہوتا۔

''اب یہاں سے نکل چلنے کی کوشش کرو...... ورنہ گھیر لئے جائیں گے۔'' فریدی بولا۔
ی کے ساتھی پہاڑی جنگ کے ماہر ہیں۔''

''جدھر کہئے...... ادھر نکل چلوں۔'' حمید بے بسی سے بولا اور فریدی ہنس پڑا۔

''آؤ......!'' وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر بائیں جانب گھسیٹتا ہوا بولا۔

بڑے دشوار گزار راستوں سے وہ اپنی جیپ تک پہنچے تھے۔

حمید چاروں خانے چت لیٹ کر گہری گہری سانسیں لینے لگا۔

''بہت دنوں کے بعد تم اتنے دلکش ایڈونچر سے دوچار ہوئے ہو۔'' فریدی جھک کر اس
آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

حمید نے نبض دیکھنے کا اشارہ کیا اور اپنی آنکھوں میں بہت زیادہ نقاہت پیدا کر لینے کی
ش کی۔

''نہیں...... تم بہت دن زندہ رہو گی۔ بچوں کی پرورش کرو گی۔ دل چھوٹا نہ کرو۔ اللہ
ب الاسباب ہے۔'' فریدی نے مغموم لہجے میں کہا۔

اور حمید اچھل کر بیٹھ گیا۔ اب وہ پیٹ دبائے بُری طرح ہنس رہا تھا۔

فریدی الگ ہٹ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ جب حمید کافی دیر تک ہنس چکا تو کراہتا ہوا بولا۔
ب نہیں ہنسا جاتا۔ عورت بن کر بچوں کی پرورش گوارا لیکن کسی جھنجھنے کے لئے جان کی بازی
دینا اپنی سمجھ میں تو نہیں آتا...... اس حال کو پہنچ گئے ہیں ہم لوگ کہ گھوڑے اور گدھے بھی
آنے لگے۔''

''شش......!'' دفعتاً فریدی نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔

اور ٹھیک اسی وقت حمید نے بھی فائروں کی آوازیں سنیں۔

''غالباً اس کے آدمی چاروں طرف پھیل گئے ہیں...... غیر قانونی طور پر اس نے اچھی
ی فوج پال رکھی ہے۔'' فریدی بولا۔

''پتہ نہیں کیوں آپ اس طرح چھپتے پھر رہے ہیں۔''

''مجھے ان دونوں کو زندہ سلامت خان دارا سے واپس لینا ہے۔''

''مجھے بوڑھے کی قطعاً پرواہ نہیں البتہ سلومی کے لئے دُعا گو ہوں۔'' حمید بولا۔ پئیں گے آپ......!''

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ غار کے دہانے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

فائر کی آواز کبھی دور سے آتی اور کبھی قریب سے۔ کچھ دیر بعد وہ پھر پلٹ آیا سے بولا۔ ''ہمیں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی چاہئے جہاں سے ان پر نظر رکھ سکیں۔''

''تلاش کر کے مجھے مطلع کر دیجئے گا۔'' حمید نے لاپرواہی سے کہا۔

''بہت بہتر......!'' فریدی کے لہجے میں کسی قدر جھنجھلاہٹ تھی۔ وہ غار سے با گیا۔ حمید پھر لیٹ گیا تھا۔ کروٹ لے کر اس نے تھیلے سے کافی کا تھرموس نکالا۔ کچھ سی انڈیلی اور کہنی کے بل اٹھ کر لیٹے ہی لیٹے پینے لگا۔

غار میں اب خاصا اندھیرا تھا۔ اس نے سوچا چلو اچھا ہے۔ اگر کوئی اچانک گھس آ تو وہ بہ آسانی اپنا بچاؤ کر سکے گا۔

تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا۔ پتہ نہیں کب آنکھ لگ گئی۔

پھر کسی کے جھنجھوڑ کر اٹھانے ہی پر آنکھ کھلی تھی۔ بوکھلا کر اٹھ گیا۔ تھوڑی سی جگہ میں سی روشنی پھیلی ہوئی تھی اور غار کا بقیہ حصہ تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ موم بتی کی ننھی سی ماحول میں بڑی پُر اسرار لگ رہی تھی۔ اسے اس طرح جگانے والا فریدی تھا۔

''کیا وہ جگہ تلاش کر لی؟'' اس نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

''بکومت! کیا یہاں خراٹے لینے کے لئے آئے تھے۔''

نیند کے لئے تخت اور تختہ دونوں برابر ہیں۔ عورت ہی کی طرح نیند کا بھی وقت نہیں۔ کچھ پتہ نہیں کب آئے اور کب اڑ جائے گی۔''

''کاش میں تمہارے ہونٹ سی سکتا۔''

''میں بہت دنوں سے محسوس کر رہا ہوں کہ آپ شوہرانہ انداز میں گفتگو کرنے ہیں۔ کاش آپ اپنی بیچارگی کا جائزہ لے سکتے...... کاش خود اپنی نفسیات کو سمجھ سکتے۔''

دفعتاً غار کے ایک تاریک گوشے سے ہلکی سی غراہٹ سنائی دی اور حمید بوکھلا کر

ہو گیا۔ یہ کسی جانور کی غراہٹ نہیں تھی۔

''کون ہے؟'' حمید نے آہستہ سے پوچھا۔

''کوپر......!''

''کیسے ہاتھ لگا......؟''

''بس لگ گیا...... میرا خیال ہے کہ خان دارا کا ایک آدمی بھی مارا گیا ہے لیکن مجھے تم سے ایسی امید نہیں تھی۔ بعض اوقات بے تکلیف پہنچاتے ہو۔''

''خدا کی قسم اس طرح سو جانے میں ارادے کو قطعی دخل نہیں تھا۔ نیند غشی کی طرح مجھ پر طاری ہوئی تھی۔''

''تم لوگ کون ہو اور کیا چاہتے ہو۔'' کوپر تاریک گوشے سے دہاڑا۔

''آواز بلند نہ کرو...... ورنہ پھر کبھی نہ بول سکو گے۔'' فریدی غرایا اور حمید کے پاس سے ہٹ گیا۔ دوبارہ روشنی میں آیا تو تنہا نہیں تھا۔

کوپر ساتھ تھا اور اس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔

''کیا تم اس شخص کو پہچانتے ہو۔'' فریدی نے حمید کی طرف اشارہ کر کے پوچھا۔

''نہیں......!'' جھلائے ہوئے انداز میں جواب ملا۔

''یہ تمہاری اس ٹولی میں شامل تھا جو گھوڑوں پر رام گڑھ سے روانہ ہوئی تھی۔''

''اُوہ......!'' کوپر نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے متحیرانہ لہجے میں کہا پھر سنبھل کر بولا۔ ''تو میں کیا کروں...... رہا ہوگا۔''

''کچھ نہیں...... میں تم سے صرف اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ گھوڑے کیوں بھڑکے تھے۔''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا...... میں کیا جانوں۔''

''تم جانتے ہو۔'' فریدی سخت لہجے میں بولا۔

''دیکھو! میں اپنے ملک کا ایک معزز آدمی ہوں تمہیں اپنی اس حرکت پر جوابدہ ہونا پڑیگا۔''

''تمہاری وجہ سے ہمارے ملک کے ایک تجارتی ادارے کو بڑا نقصان پہنچا ہے اسلئے تم خود کو اس کی جوابدہی کے لئے تیار کرو...... بہت قیمتی آٹھ گھوڑے ہلاک ہوئے ہیں۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیوں اس کا ذمہ دار قرار دیا جا رہا ہے۔''

''اس لئے کہ گھوڑے تمہاری وجہ سے بھڑک گئے تھے۔''

''ہوسکتا ہے۔'' کوپر نے لاپرواہی سے کہا۔ ''میرے گھوڑے کے بھڑکتے ہی دوسرے بھی بھڑک گئے تھے۔''

''تمہارا گھوڑا کیوں بھڑکا تھا۔''

''میں نہیں جانتا۔''

فریدی نے الٹا ہاتھ اس کے منہ پر رسید کیا اور وہ لڑکھڑا کر دوسری طرف الٹ گیا۔ اگر حمید نے پھرتی سے اپنے آپ کو بچانہ لیا ہوتا تو وہ اس پر ہی گرتا۔

فریدی نے اس کا گریبان پکڑ کر پھر اٹھایا اور جھنجھوڑ کر بولا۔ ''خان دارا یہاں کا سب سے زیادہ طاقتور آدمی نہیں ہے۔ اسے صرف بروبانیوں کی حمایت حاصل ہے لیکن میں جس وقت چاہوں اپنی حمایت پر آمادہ کرسکتا ہوں۔ بروبانی صرف عورتوں کی تلاش میں رہتے ہیں لیکن میں...... اگر میں تمہیں اپنے بارے میں بتادوں تو تم...... میرے قبضے میں رہنے پر موت کو ترجیح دوگے۔''

''تت...... تم کون ہو......؟''

''ان اطراف کا سب سے زیادہ خطرناک آدمی...... میرے لیبر کیمپ میں تم جیسے درجنوں غیر ملکی مزدوری کرتے ہیں۔ میں ان سے جبری محنت لیتا ہوں۔ جب تک میرا دل چاہتا ہے روکے رکھتا ہوں۔''

''یہ درندگی ہے۔''

''کچھ بھی ہو...... حکومت بھی آج تک میرے لیبر کیمپوں کا پتہ نہیں لگا سکی۔''

''لیکن میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔''

''تمہاری وجہ سے میرا ایک آدمی دشواری میں پڑ گیا ہے۔ تم سب غیر ملکی تھے اب پولیس اسے پریشان کررہی ہے۔'' فریدی نے حمید کی طرف اشارہ کرکے کہا۔

''اس کو کسی نے دعوت تو نہیں دی تھی۔ اس نے خود ہی ساتھ ہولینے کی درخواست کی تھی۔''

''چلو جو ہوا سو ہوا...... لیکن میں کہانی ضرور جاننا چاہوں گا۔''

''اور اُسے میرے خلاف عدالت میں استعمال کروگے۔''

''ضروری نہیں...... میرا آدمی پولیس کے قبضے میں تو نہیں کہ مجھے عدالت کا منہ دیکھنا ... میرے پاس پہنچ جانے کے بعد یہ پوری طرح محفوظ ہے۔''

دفعتاً کوپر نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

''ارما کہاں ہے؟''

''وہ گلبار کے پولیس اسٹیشن پر محفوظ ہے۔''

''تمہیں یقین ہے۔''

''پوری طرح۔''

''ارما کون ہے؟'' فریدی نے حمید کی طرف مڑ کر انگریزی میں پوچھا۔

''اس شخص کی بھتیجی جس نے اپنا نام لارڈ زوپن ڈیل بتایا تھا۔'' حمید نے جواب دیا۔

''اس کہانی کا تعلق ارما ہی سے ہے۔'' کوپر بولا۔

''کیا مطلب......؟''

''میں اُسے چاہتا ہوں...... وہ مجھے چاہتی ہے...... لیکن زوپنڈیل نہیں جانتا۔ وہ اس لاعلم ہے۔ زوپنڈیل چاہتا ہے کہ ارما اپنے ہی طبقے کے کسی آدمی کو پسند کرے۔ میں اس سے تعلق نہیں رکھتا۔ اگر ارما اپنے چچا کے پسندیدہ آدمی سے شادی نہیں کرے گی تو وہ وصیت کے مطابق اسے محروم الارث کردینے کا حق بھی رکھتا ہے۔''

وہ خاموش ہوکر کچھ سوچنے لگا...... فریدی اُسے بغور دیکھتا ہوا بولا۔ ''اور پھر تم دونوں باپ بیٹی کو راستے سے ہٹادینے کی ٹھان لی۔''

''صرف سلوی کو...... وہ زوپنڈیل کی بیٹی ہے...... اس کی پوری جائیداد کی مالک ...... نڈیل کا اور کوئی وارث نہیں رہ جاتا...... ایسی صورت میں وہ ارما کو محروم الارث بھی نہیں کتا۔ خواہ وہ کسی سے شادی کرے۔''

''تو اس طرح سلوی کو ٹھکانے لگایا گیا؟'' فریدی اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''لیکن زوپنڈیل کہاں ہے؟''

''وہ جہاں کہیں بھی ہے دوتین دن بعد رہا کردیا جائے گا۔''

''تو کیا سلوی کو قتل کردیا گیا۔''

''میں نہیں جانتا...... نہ میں نے اپنے دوست سے اس کے بارے میں پوچھا۔''

''دوست سے شاید مراد خان دارا ہے۔''

''ہاں......!''

''تم یہاں کب سے مقیم ہو۔''

''ہماری دوستی بہت پرانی ہے...... یہاں کے قیام سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ د پہلے جب وہ لندن میں زیرِ تعلیم تھا تب سے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ اس سلسلے میں نے اس سے مشورہ لیا تھا۔ اس نے مجھے لکھا کہ کسی طرح اس خاندان کو یہاں لاؤ سب کو دیکھ لوں گا۔''

''تو یہ اسکیم اس کی بنائی ہوئی تھی۔''

''نہیں ارما کی...... زوپنڈیل کی لاعلمی میں وہ میرے ساتھ خان دارا سے ملی تھی۔ دونوں کے مشورے سے یہ ڈرامہ اسٹیج کیا گیا تھا۔''

فریدی اور حمید خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے۔

اشکوں کی دیوار

اس بڑے اور تاریک غار میں روشنی کا وہ محدود حصہ جہاں یہ لوگ کھڑے تھے اب رہا تھا جیسے بقیہ دنیا سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ حمید کو کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا تھا۔ عجیب خاموشی تھی عجیب سا سناٹا تھا۔

کچھ دیر بعد کوپر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''البتہ یہ خان دارا کی تجویز تھی کہ پارٹی میں ایک مقامی آدمی بھی شامل ہونا چاہئے۔ لہٰذا مجھے تلاش تھی ایسے کسی آدمی اچانک تمہارے آدمی نے خود ہی درخواست پیش کر دی اور میری یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔''

''ہوں......!'' فریدی نے طویل سانس لی۔ چند لمحے کوپر کی آنکھوں میں دیکھتا

بولا۔ ''اب اس جھنجھنے کا حال بھی کہہ ڈالو۔''

''تم جانتے ہو......!'' کوپر بے ساختہ بول پڑا۔

''ہاں میں جانتا ہوں...... اور اس کی طرف تم ہی نے رہنمائی کی تھی۔''

''میں نے......!'' کوپر کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں......!'' فریدی نے کہا اور پھر جھنجھنے کی کہانی دہراتا ہوا بولا۔ ''یہ بڑی حیرت انگیز چیز ہے...... کیا یہ تمہاری دریافت ہے۔''

''نہیں! میں اس کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا...... وہ بھی مجھے ارما ہی نے دیا تھا۔ لیکن خدا کی پناہ کتنا بھیانک تجربہ تھا۔ ایک ہاتھ سے میں گھوڑے کی گردن سے چمٹا ہوا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس جھنجھنے کو اس طرح آگے بڑھا رکھا تھا کہ وہ اس کی تھوتھنی سے کم از کم چھ انچ آگے رہے...... اور پھر ایک موڑ پر جب دوسرے گھوڑے پیچھے رہ گئے تھے۔ میں نے وہ جھنجھنا ایک کھڈ میں پھینک دیا۔''

''تب تو اس گھوڑے کے بھی کھڈ میں چھلانگ لگانی چاہئے تھی۔'' فریدی بولا۔

''یقیناً یہی ہوتا اگر ہوا کا رخ موافق ہوتا۔ تم لوگوں نے تو دیکھا ہی ہوگا کہ وہ گھوڑے ان چٹانوں پر کسی طرح سر پٹخ رہے تھے۔ بہرحال وہ ضائع ہو گیا ہوگا۔''

''ایسا بھی نہیں ہے۔'' فریدی نے جھنجھنے کا اوپری حصہ تھیلے سے نکالتے ہوئے کہا۔

''اوہ...... تو یہ محفوظ ہے۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

''نہیں...... یہ میری محنت کا انعام ہے۔'' فریدی نے اسے دوبارہ تھیلے میں ڈالتے ہوئے کہا اور پھر حمید بول پڑا۔ ''جب وہ کھڈ میں پھینک دیا گیا تھا تو پھر گھوڑے کیوں دوڑتے چلے گئے تھے...... انہیں رک جانا چاہئے تھا۔''

ان پر دیوانگی جو اتنی دیر سے طاری تھی۔ فوری طور پر زائل نہیں ہو سکتی تھی۔''

''ان کا مر جانا ہی اس پر دلالت کرتا ہے۔'' فریدی بولا۔

''ہاں یہی بات تھی۔'' کوپر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''پہاڑی راستوں پر اس گھوڑوں کا مقصد ہی یہی تھا کہ گھوڑے زندہ نہ بچیں اور سوار ویرانوں میں تنہا رہ جائیں۔ ورنہ پٹھانوں کی زبردستیوں کی کہانی کیسے مشہور ہو سکتی۔''

"ایک بار پھر خاموشی طاری ہوگئی۔ حمید ارما کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔ کتنی بڑی سازش تیار کی تھی اس نے...... پھر اسے رجائی فلسفی زوپنڈیل یاد آیا...... بے چارہ...... ہوہو ہے...... وہ اپنی رجائیت سمیت دفن ہی ہو چکا ہو۔"

ارما کے لئے اس کی محبت یاد آئی...... ارما...... ارما...... اس کی آنکھوں میں کتنی معصومیت تھی۔ اس نے اپنے ہنسوڑ چچا کے خاتمے کے لئے اتنی بھیانک سازش کیونکر تیار کی ہوگی۔ یہ آدم کی اولاد ہے یا کسی بھیڑیئے کی نسل۔

دفعتاً کوپر بولا۔ "اب بتاؤ...... تم لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہو۔"

فریدی نے مسکرا کر حمید کی طرف دیکھا اور بڑے پیار بھرے لہجے میں بولا۔ "سلومی میرے دوست کو بہت پسند ہے...... اگر وہ ہمارے حوالے کردی جائے تو بات یہیں ختم ہو جائے ورنہ......!"

"ناممکن...... اس کے لئے تمہیں خان دارا سے جنگ کرنی پڑے گی۔ کیونکہ اُسے وہ اپنے لئے پسند کر چکا ہے۔"

"اوہ...... تم اس کی فکر نہ کرو...... خان دارا سے نپٹنا میرا کام ہے۔ تم صرف اتنا بتا دو کہ کیا وہ شکارگاہ ہی میں موجود ہے۔"

"ہاں...... وہ وہیں ہے...... زوپنڈیل بھی ابھی وہیں ہے۔ لیکن اس سے بے خبر ہے کہ سلومی پر کیا گزری۔"

"بس ٹھیک ہے۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

"مجھے سلومی سے کوئی سروکار نہیں۔ وہ جہنم میں جائے۔ لیکن زوپنڈیل کو بہر حال ارما کے پاس پہنچنا ہے۔"

"کیوں......؟"

"مصلحتاً......!" کوپر مسکرایا۔ چند لمحے خاموش رہا پھر بولا۔ "اگر زوپنڈیل ارما تک واپس نہ پہنچا تو ارما کی شخصیت شبہے سے بالاتر نہ رہے گی۔"

"میں سمجھ گیا۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

"تو تم خان دارا سے ٹکراؤ گے۔"

"اس کے بغیر سلومی ہاتھ نہ آسکے گی۔"

"ہونہہ......!" کوپر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔ "تم شاید اس کی شکارگاہ میں قدم بھی نہ رکھ سکو۔ اس کے آدمی بہت ہوشیار ہیں۔ آج انہوں نے پولیس کو شکارگاہ میں نہیں گھسنے دیا۔"

"پولیس کیوں آئی تھی۔" فریدی نے سوال کیا۔

"یہ بھی خان دارا کی ایک چال تھی۔ اس نے پولیس اسٹیشن رپورٹ بجھوائی تھی کہ ایک زخمی انگریز جو کسی حادثے کا شکار ہوا تھا اس کی شکارگاہ میں موجود ہے۔ کل میں وہیں سے گلبار کے ایک پولیس اسٹیشن بھجوا دیا جاتا...... خان دارا کو توقع نہیں تھی کہ گلبار تھانے کا انچارج خود اس کی شکارگاہ میں داخل ہونے کی جرأت کرے گا۔"

"تب تو اسے بے حد غصہ آیا ہوگا۔"

"یقیناً...... اس نے اپنی بڑی توہین محسوس کی ہے۔"

"اچھی بات ہے۔" فریدی طویل سانس لے کر بولا۔ "اب تم آرام کرو...... اور ہم سلومی کی فکر کریں۔"

"کیا مطلب......! کیا تم مجھے یہاں روکو گے۔"

"یقیناً میرے دوست......!" حمید بول پڑا۔ "اب ہم تمہارے پیر بھی باندھ دیں گے اور تمہیں اس قابل نہ چھوڑیں گے کہ تم منہ سے آواز بھی نکال سکو۔"

کوپر نے کچھ کہنے کے لئے ہونٹ کھولے ہی تھے کہ فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "جب تک سلومی ہاتھ نہ آجائے ہم تمہیں چھوڑ نہیں سکتے۔"

"یہ تو زیادتی ہے...... مطلب یہ کہ......"

"کچھ بھی ہو......!" فریدی نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

حمید نے آگے بڑھ کر کوپر کو دھکا دیا اور جب وہ گر گیا تو بڑی پھرتی سے اپنی ٹائی کھولی۔ پھر اس کے پیر باندھنے ہی چلا تھا کہ اس نے لاتیں چلانا شروع کیں۔ آخر کار فریدی کی مدد سے اس کے پیر بھی باندھ دینے میں کامیاب ہو ہی گیا۔

پھر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر پٹی بھی چڑھا دی گئی۔

"ڈرو نہیں...... تم یہاں بالکل محفوظ رہو گے...... صرف اتنا ہے کہ شمع بجھا دی جائے گی

اور تمہیں اندھیرے میں رہنا پڑے گا۔'' فریدی نے کہا اور حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا
''اب ہمیں چلنا چاہئے۔''

وہ غار سے باہر نکلے اور حمید نے فریدی سے پوچھا۔ ''کیا ہم سچ مچ تنہا ہی اس کی پناہ گاہ میں داخل ہوں گے۔''

''یقیناً......!''

''میرے خیال سے تو یہ مناسب نہ ہوگا...... کیوں نہ ہم گلبار سے فورس لائیں۔''

''یقین کرو فرزند...... خان دارا کا نام سن کر ہی انچارج معذوری ظاہر کردے گا۔ صاف کہہ دے گا کہ آٹھ دس آدمیوں سے کام نہیں چلے گا۔ رام گڑھ سے پوری بٹالین منگوایئے۔''

''اگر حالات ایسے ہی ہیں تو ہمیں اور زیادہ محتاط رہنا چاہئے۔''

''اچھی بات ہے۔'' فریدی بگڑ کر بولا۔ ''آپ یہیں بیٹھ کر محتاط ہوتے رہئے میں جا رہا ہوں۔''

''اکیلے آپ ہی پٹھان نہیں ہیں...... میں بھی ہوں۔'' حمید نے بھی اکڑ کر کہا اور اس کے ساتھ چلتا رہا۔

چاروں طرف سناٹے اور گہرے اندھیرے کی حکمرانی تھی۔ فریدی نے اس سے کہا کہ وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دے اور پیچھے پیچھے چلا آئے۔

حمید نے کچھ دیر بعد کہا۔ ''آواز بھی لگاتے چلئے کہ اندھا محتاج جا رہا ہے۔''

فریدی خاموشی سے چلتا رہا۔ حمید کا اندازہ تھا کہ وہ اسی طرف جا رہے ہیں جہاں فریدی نے بند کردیئے جانے والے درے کی نشاندہی کی تھی۔

کچھ دیر آرام کر لینے سے حمید تازہ دم ہوگیا تھا۔ اس لئے اس وقت کی مشقت گراں نہیں گزر رہی تھی۔

چاروں طرف ہو کا عالم تھا...... صرف پہاڑی جھینگروں کی جھائیں جھائیں سے فضا گونجی ہوئی تھی۔

وہ چلتے رہے...... دفعتاً ایک جگہ حمید کے قدم رک گئے۔

''کیوں...... کیا بات ہے!'' فریدی نے ٹوکا۔

''وہ دیکھئے...... سامنے وہ کیسی روشنی نظر آرہی ہے۔''

''وہ......!'' فریدی ہنس کر بولا۔ ''وہ چراغ تو تمہارا ہی جلایا ہوا ہے۔''

''کیا مطلب......؟''

''یہ وہی فوسفورسینٹ پینٹ ہے جو تم نے درے والی دیوار پر کیا تھا۔''

''اوہ......!''

''اگر یہ نہ ہوتا تو اس اندھیرے میں اس کا سراغ پا لینا ممکن نہ ہوتا۔''

''چلئے ٹھیک ہے...... ہم اس جگہ تک پہنچ گئے۔ لیکن اب آپ کیا کریں گے۔''

''فکر نہ کرو......!'' پل بھر میں یہ دیوار دھواں ہو جائے گی۔

''میرا خیال ہے کہ آپ نے یہ فوسفورسینٹ پینٹ پہلی بار استعمال کیا ہے۔''

''کبھی ضرورت ہی پیش نہیں آئی تھی۔ ویسے جب بھی کسی مہم پر نکلتا ہوں یہ میرے ساتھ ضرور ہوتا ہے۔ لیکن ٹھہرو...... کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس چمکدار پینٹ کی وجہ سے دیوار غائب ہو جائے گی۔''

''تو پھر......!''

''واقعی تمہارا ذہن طلسم ہوشربائی تصورات کا خزانہ بنتا جا رہا ہے۔''

''اچھا تو پھر آپ الہ دین کے چراغ والے دیو سے مدد طلب کریں گے۔''

''ہشت!'' فریدی نے کہا اور چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ''اپنا ہاتھ ادھر لاؤ۔''

''کیا ہے......؟'' حمید نے کہتے ہوئے ہاتھ پھیلا دیا۔

فریدی نے اس کے ہاتھ پر دو گولیاں رکھ دیں اور بولا۔ ''انہیں اچھی طرح کانوں میں ٹھونس لو۔''

''میرے خدا...... کیا آپ اس کے لئے ڈائنامائٹ استعمال کریں گے۔''

''ہرگز نہیں...... کیا تم اس حربے کو بھول گئے جو میں نے نانوتہ[1] سے چھینا تھا۔''

''اوہ...... لیکن یہ گولیاں کیوں؟''

---

[1] اس کہانی کیلئے جاسوسی دنیا کے ناول ''تباہی کا خواب'' اور ''مہک شناسائی'' جلد نمبر 35 پڑھیئے۔

''بادلوں کی سی گرج ہوتی ہے اور چٹانیں دھواں بن کر اڑ جاتی ہیں۔''

''تب تو وہ لوگ ہوشیار ہو جائیں گے۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہوگی۔ وہ اپنی ڈیوٹیاں چھوڑ بھاگیں گے اور کسی ایک ہو جائیں گے...... کسی کا دھیان بھی اس درے کی طرف نہ جائے گا...... اگر اندھیرے اسکا غبار نظر بھی آیا تو بات پلے نہ پڑے گی اور ہم ان کی افراتفری سے فائدہ اٹھائیں

''خدا جانے آپ کیا کرنے والے ہیں۔'' حمید بڑبڑاتے ہوئے کانوں میں ٹھونسنے لگا۔

پھر وہ اندھیرے میں وہ حربہ تو نہیں دیکھ سکا تھا البتہ کچھ چمکدار لہریں اسے آئیں جو فریدی کے ہاتھ سے نکل کر درے کی دیوار سے ٹکرائی تھیں اور خدا کی پناہ زبردست گرج پیدا ہوئی تھی۔ بالکل ایسا ہی محسوس ہوا تھا جیسے وہ منہ کے بل گر پڑے اور کثیف دھواں اوپر اٹھ رہا تھا۔ وہ دونوں ایک بڑے پتھر کی اوٹ میں دبک گئے۔

دو تین منٹ کے اندر ہی اندر راستہ صاف ہو گیا۔ نہ صرف وہ دیوار دھواں ہوئی اس کے آس پاس کی چٹان کے بھی کچھ حصے غائب ہو گئے تھے۔

وہ درے سے داخل ہوئے اور تھوڑی دور چل کر پھر کھلے میں نکل آئے۔

''احتیاط سے......!'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''ہم اسکی شکارگاہ میں داخل ہو رہے

کھلے میں پہنچتے ہی انہوں نے لوگوں کا شور سنا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بہ لوگ چیختے چلاتے چاروں طرف دوڑتے پھر رہے ہوں۔ اس میں شکاری کتوں کے بھی آوازیں بھی شامل تھیں۔

''ارے یہاں تو کتے بھی موجود ہیں۔'' حمید بولا۔ ''اب کیا ہوگا۔''

''فکر نہ کرو...... میں ہر قسم کے امکانات پر غور کر لینے کے بعد اس مہم پر روانہ ہوا وہ روشنیاں دیکھ رہے ہو۔''

''دیکھ رہا ہوں۔''

''چھوٹی چھوٹی کئی عمارتیں ہیں۔''

''میں کہہ رہا تھا کتے......!''

''اور میں عرض کر رہا ہوں کہ خاموشی سے چلے چلئے جناب۔'' فریدی جھنجھلا کر بولا۔

وہ پتھروں کی اوٹ لیتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے کہ بائیں جانب سے ایک کتا غراتا ہوا جھپٹا...... لیکن پھر اچھل کر جہاں تھا وہیں ڈھیر ہو گیا۔ فریدی نے سائیلنسر لگے ہوئے پستول سے اس پر گولی چلائی تھی۔ عمارتوں کے قریب پہنچتے پہنچتے کئی کتوں سے مڈبھیڑ ہوئی اور ان کا بھی وہی حشر ہوا جو پہلے کا ہوا تھا۔

بالآخر وہ ایک عمارت کی پشت پر جا پہنچے اور کھڑکیوں سے اندر کا جائزہ لینا شروع کیا۔ سارے کمروں میں پیٹرومیکس لیمپ روشن تھے۔ کہیں کوئی آدمی نہ دکھائی دیا۔ دوسری عمارت میں کچھ مسلح آدمی ملے لیکن جن کی تلاش تھی۔ ان کا کہیں پتہ نہ تھا۔

پھر جب تیسری عمارت کی ایک کھڑکی سے وہ اندر جھانک رہے تھے حمید آہستہ سے بولا۔ ''زوپنڈیل......!''

بوڑھا آرام کرسی پر نیم دراز سگار پی رہا تھا۔ حمید نے اس کے چہرے پر گہری طمانیت دیکھی۔ غالباً اُسے اس گرج یا کڑک کی بھی پرواہ نہیں تھی جس نے دوسروں کو بدحواس کر دیا تھا۔

''میں نہیں سمجھ سکتا۔'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔

''کیا نہیں سمجھ سکتے۔''

''کچھ نہیں......!'' فریدی بولا۔ ''اب ہمیں لڑکی کو تلاش کرنا چاہئے۔''

وہ پھر آگے بڑھے...... قریب ہی چوتھی عمارت تھی...... جس کے نیم روشن برآمدے میں ایک آدمی ٹہلتا نظر آیا۔

''خان دارا......!'' فریدی نے سرگوشی کی اور پھرتی سے زمین پر لیٹ گیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی تھی۔

دفعتاً ٹہلنے والا رکا اور اس نے کسی کو آواز دی جس کا جواب باہر سے ہی کسی نے دیا تھا اور دوڑتا ہوا برآمدے کے قریب آیا تھا۔

''کیا بات ہے۔'' خان دارا نے اس سے پوچھا۔

''خان میرا خیال ہے کہ کہیں بجلی گری ہے۔''

''آواز زیادہ دور کی نہیں تھی...... اور وہ دھواں۔''

"دھواں نہیں بادل......!" دوسرا آدمی بولا۔

"خیر جاؤ...... ہوشیار رہنا۔"

"بہت بہتر......!" اس نے کہا اور وہاں سے ہٹ گیا۔

پھر انہوں نے خان دارا کو بھی اندر جاتے دیکھا۔ جس دروازے سے وہ اندر داخل ہوا تھا اسے اس نے بند نہیں کیا تھا۔

وہ کہنیوں کے بل کھسکتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ فریدی آہستہ آہستہ حمید کو ہدایات دیتا جا رہا تھا۔

برآمدے کے قریب پہنچ کر وہ بے دھڑک سیدھے کھڑے ہوئے اور پہلا کمرہ خالی...... دوسرے میں بھی کوئی نہ تھا۔ لیکن تیسرے سے خان دارا کی آواز آ رہی تھی...... وہ کسی سے کہہ رہا تھا۔ "کوئی خاص بات نہیں تھی۔ کہیں بجلی گری ہے۔"

لیکن اس نے یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا تھا۔

"کہیں گری ہوتی تو بہتر تھا۔" ایک روہانسی نسوانی آواز آئی۔ یہ یقینی طور پر سلومی ہی کی آواز تھی۔ حمید نے صاف پہچانا۔

"تم اپنی ضد چھوڑ دو...... ورنہ سچ مچ وحشی بروبانیوں کے حوالے کردوں گا۔" یہ خان دارا کی آواز تھی۔

"نہیں...... نہیں...... نہیں...... سو بار نہیں۔" سلومی کی آواز سنائی دی۔

"ہوں...... میں چاہتا ہوں کہ تمہیں محبوبہ بنا کر رکھوں...... لیکن اب......!"

اس کے ساتھ ہی سلومی کی چیخیں بھی سنائی دینے لگیں۔

"چھوڑ مجھے...... چھوڑ دے۔"

فریدی بے دھڑک اندر گھستا چلا گیا۔

"ٹھہرو......!" اس کی آواز کمرے میں گونجی۔ حمید بھی اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔

خان دارا غراتا ہوا پلٹا لیکن فریدی کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر جہاں تھا وہیں رک گیا۔

"تم...... تم...... آ گئے میرے بھائی...... میرے دوست!" سلومی چیختی ہوئی حمید کی طرف جھپٹی اور اس سے چمٹ کر رونے لگی۔

"ہاں میں آ گیا...... میری گڑیا بہن۔" وہ اس کی پیٹھ تھپکتا ہوا گلوگیر آواز میں بولا۔

"تم کون ہو......؟" خان دارا دہاڑا۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے کہ تم مجھے پہچان نہ سکو۔"

"ہو گے کوئی...... لیکن نے اس کی جرأت کیسے کی۔"

"کرنل فریدی ایسی ہی جسارتوں کے لئے مشہور ہے ارا۔ یدی نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"اوہ...... تو شاید وہ ہی تھے۔ ن ارا نے طویل سانس لی۔ وہ کسی قدر ڈھیلا پڑتا نظر آیا تھا۔ لیکن پھر فوراً ہی سنبھل کر ۔ "کرنل یدی یہ ی مملکت ہے۔ میں تمہیں معاف کر دوں گا...... چپ چاپ یہاں سے چلے جاؤ۔ یہ لڑ یہیں رہے گی۔"

"سنو ن ارا...... نہ میں اس ڈویژن کا کمشنر ں اور نہ ڈی آئی جی پولیس لہٰذا ے ب نہیں سکتا۔ وہ بے چارے اس لئے کف رہتے ہیں کہ ربار میں رسوخ رکھتے ۔ لیکن میں جوتے مارتا تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔

ن ارا غصے سے پاگل کر ریوالور پرواہ کئے بغیر یدی پر جھپٹ پڑا۔ ریوالور یدی نے خو ہی چھوڑ یا۔ وہ ش پر گرا تھا جسے حمید نے چوٹ کھا جانے پرواہ نہ کرتے ئے جھپٹ کر اٹھا لیا۔ اس شش میں سلومی وسری طرف جا گری۔

ریوالور اٹھا کر وہ پیچھے ہٹتا چلا گیا تھا۔

یدی نے اُسے مخاطب کر کے ۔" رواز ے پر ٹھہرو...... اگر ئی اندر آنے شش کرے تو بے دریغ گولی مار ینا۔

یدی نے ن ارا کے ونوں ہاتھ پکڑ لئے تھے اور وہ انہیں چھڑا لینے کے لئے زور کر رہا تھا۔

پھر اس نے یدی کے چہرے پر ٹکر مارنے شش لیکن خو اچھل کر ور جا پڑا۔ یونکہ یدی کا گھٹنا چل گیا تھا۔

بل کھا کر وبارہ اٹھ رہا تھا کہ سر پر ٹھوکر پڑی اور سلومی تالیاں بجا بجا کر ہنسنے لگی۔

"ا ہی وحشی چاہئے اس رندے کے لئے۔ وہ حمید مخاطب کر کے لی تھی۔

''پھر تو فریدی نے اُسے ٹھوکروں ہی پر رکھ لیا تھا۔''

''ارے...... ارے...... بے ہوش ہو جائے گا۔'' حمید نے کہا۔

''ہو جانے دو۔''

''ذرا دیر تو دنگل رہے۔''

''بکو نہیں! ہمیں ان دونوں کو صحیح و سلامت نکال لے جانا ہے۔''

''اور اسے؟''

''اسے جہنم میں جھونکو...... یہ کہاں بھاگ کر جائے گا۔''

خان دارا سچ مچ بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

''لڑکی کو باہر لے چلو۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔ ''اور اب اس عمارت کی طرف جہاں بوڑھا ہے۔''

''باہر اس کے آدمی موجود ہوں گے۔''

''پرواہ مت کرو...... باہر اندھیرا ہے...... لڑکی کو ہمارے ساتھ دیکھ کر وہ ہم میں ایک کو خان دارا ہی تصور کریں گے۔''

وہ باہر نکلے...... چاروں طرف ہو کا عالم تھا...... کہیں سے کسی کتے کی آواز بھی نہیں آ تھی۔ اس کا یہی مطلب ہو سکتا تھا کہ جتنے کتے فریدی نے مارے تھے وہاں اتنے ہی تھے۔

پھر وہ تیز رفتاری سے اس عمارت تک پہنچے جہاں بوڑھا زوپنڈیل دکھائی دیا تھا۔

فریدی نے دروازے پر دستک دی۔ کچھ دیر بعد اندر سے پیروں کی چاپ سنائی دی کسی نے دروازہ کھولا۔ وہ اسے پیچھے ہٹاتے ہوئے اندر داخل ہوئے اور فریدی نے دروازہ بند کر دیا۔

بوڑھے زوپنڈیل کی آنکھوں میں استعجاب تھا۔ کبھی حمید کی طرف دیکھتا اور کبھی سلو طرف۔ دفعتاً وہ اس سے لپٹ کر رونے لگی۔

''ہٹو...... ہٹو...... یہ کیا ہے۔'' اس نے سلومی کو خود سے الگ کرتے ہوئے خشک میں کہا اور فریدی کی طرف دیکھ کر حمید سے پوچھا۔ ''یہ کون ہے؟''

''میرا باس......!'' حمید نے ناگواری سے کہا۔ سلومی کے ساتھ اس کا یہ فلسفیانہ

کھل گیا تھا۔

وہ تو سمجھا تھا کہ بوڑھا اسے دیکھتے ہی خوشی سے پاگل ہو جائے گا۔

فریدی نے بوڑھے کا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ ''فوراً نکل چلو ورنہ ہم کسی دشواری میں سکتے ہیں۔''

''ارما کہاں ہے!'' زوپن ڈیل نے حمید سے پوچھا۔

''وہ بالکل محفوظ ہے...... تم بے فکر رہو...... اور......!''

''شٹ اپ......!'' فریدی نے حمید کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔ ''باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔''

وہ باہر نکلے۔ حمید سلومی کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا۔

وہ بخیر و خوبی خان دارا کی شکار گاہ سے نکل آئے۔ کسی سے بھی مڈبھیڑ نہیں ہوئی تھی۔

لیکن غار تک پہنچتے پہنچتے باپ بیٹی کا بُرا حال تھا۔ حمید کی حالت بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں تھی۔

فریدی نے حمید سے کہا۔ ''اس قیدی کا چہرہ پوری طرح چھپا کر جیپ میں بٹھانا۔''

''کیوں......؟''

''بحث نہ کرو...... اور ان دونوں کو اس کے بارے میں کچھ بھی نہ بتانا اور احتیاط رکھنا کہ دوران سفر تمہاری زبان سے اس کا نام بھی نہ نکلنے پائے۔''

''عجیب بات ہے۔''

''فضول بحث نہ کرو۔''

''بھوک کے مارے دم نکلا جا رہا ہے۔ اب بحث بھی نہ کروں۔''

''سفر شروع ہو جانے کے بعد کچھ کھا لینا۔ چلو جلدی کرو۔ جیپ نکالو۔''

پھر تھوڑی ہی دیر بعد وہ گلبار کے لئے روانہ ہو گئے تھے۔

گلبار پولیس اسٹیشن پہنچ کر زوپنڈیل نے فوری طور پر ارما سے ملنے کی خواہش ظاہر کی لیکن فریدی نے اسے ٹال دیا اور وہ دونوں باپ بیٹی ایک دور افتادہ کمرے میں بند کر دیئے گئے۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ کیا کر رہے ہیں......!'' حمید بڑبڑایا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کی پیشانی پُر تفکر سلوٹوں سے بھری ہوئی تھی۔

ارما جاگائی گئی اور وہ کوپر سمیت اس کے پاس پہنچے۔ وہ اُسے دیکھ کر بُری طرح
ان دونوں کوخوفزدہ نظروں سے دیکھنے لگی۔

''یہ تمہیں الزام دے رہا ہے۔'' فریدی نے ارما سے کہا۔

''انکل کہاں ہے؟'' اس نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''وہ بخیریت ہیں۔'' فریدی بولا۔ ''تم یہ بتاؤ جو کچھ کوپر نے کہا ہے صحیح ہے۔''

''میں نے کچھ بھی نہیں کہا۔'' کوپر غرایا۔ ''یہ جھوٹ ہے۔ تم کسی قسم کا اعتراف ہرگز نہ

''کیوں بچوں کی سی باتیں کررہے ہو۔ تم نے کہا تھا کہ سازش ارما نے تیار کی تھی

''تم جھوٹے ہو۔''

''بکواس کرو گے تو سر توڑ دوں گا۔'' حمید اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔

''نہیں...... ٹھہرو۔'' فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا اور تھیلے سے ایک چھوٹا سا ٹیپ ریکا
کر کوپر کو دکھاتا ہوا بولا۔ ''ہماری گفتگو ریکارڈ ہوتی رہی تھی۔ اب کیا کہتے ہو۔ سناؤں ا

کوپر نے خشک ہونٹوں پر زبان پھیری اور تھوک نگل کر رہ گیا۔

''اس کی ضرورت نہیں۔'' ارما بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ ''سلومی کا کیا بنا؟''

''وہ بھی محفوظ ہے......!'' فریدی نے جواب دیا۔

''خدا کا شکر ہے...... خدا ہم سب کو معاف کرے...... ہم درندوں کو......!'' اس
اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

وہ خاموش کھڑے رہے۔ کچھ دیر بعد ارما نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ ''انکل
پوچھو جا کر...... یہ اسکیم انہیں کی تھی۔ میری نہیں۔''

''زوپنڈیل کی......!'' حمید اچھل پڑا اور ارما صرف اثبات میں سر ہلا کر رہ گئی۔

کوپر کو حوالات میں دے کر وہ اس کمرے میں آئے جہاں زوپنڈیل اور سلومی
گئے تھے۔

انہیں دیکھتے ہی زوپنڈیل بولا۔ ''میں سمجھتا ہوں...... تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ مج
الگ لے چلو...... تنہائی میں تم دونوں سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔'' وہ بے حد سنجیدہ اور مض
آرہا تھا۔

سلومی کو چھوڑ کر وہ دوسرے کمرے میں آئے۔ زوپنڈیل تھوڑی دیر تک خاموش بیٹھا رہا
پھر بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔ ''میں نے بہت سے دیر سے شادی کی تھی...... دراصل مجھے
عورتوں سے نفرت تھی...... میں انہیں بے وفا اور مکار سمجھتا تھا۔ لیکن اچانک ایک عورت میری
زندگی میں داخل ہوئی۔ مجھے اس میں وہ ساری خوبیاں نظر آئیں جن کی مجھے تلاش تھی۔ میں
نے محسوس کیا جیسے مجھے اس وقت تک اسی کی تلاش تھی اور پھر میں نے اس سے شادی کرلی۔
لیکن...... وہ تو ان عام عورتوں سے بھی زیادہ مکار ثابت ہوئی جن سے میں متنفر تھا کیونکہ
شادی کے ٹھیک پانچ ماہ بعد اس نے سلومی کو جنم دیا اور اسی دوران میں بیمار ہوکر مرگئی اور یہ
سلومی جو کسی کتے ہی کی اولاد ہوسکتی تھی میرے سر پڑی۔ میں نے اپنی بدنامی کے ڈر سے اس
راز کو چھپائے رکھا کبھی کسی سے نہیں بتایا کہ مجھ پر کیا بیتی۔ یہ سب کچھ آسٹریلیا میں ہوا تھا۔
انگلینڈ واپس آیا تو سب اسے میری ہی بیٹی سمجھتے رہے۔ میں خون کے گھونٹ پی پی کر اسے
پالتا رہا۔ ارما میری یتیم بھتیجی ہے۔ میں اکثر سوچتا کہ میری دولت اور خطاب دونوں میرے
بعد اس لڑکی کو مل جائیں گے جسے میں نے سانپ کے بچے کی طرح پالا ہے اور مجھے محسوس ہوتا
جیسے میں اپنے ہاتھوں سے ارما کا گلا گھونٹ رہا ہوں۔ دونوں جوان ہوئیں اور مجھے پتہ چلا کہ
ارما ایک ایسے آدمی کو چاہنے لگی ہے جو میرے طبقے سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہ بھی تکلیف دہ بات
تھی۔ لیکن میں نے تہیہ کرلیا کہ ارما کو اپنے راز میں شریک کرکے سلومی کو راستے سے ہٹانے
کی کوشش کروں گا۔ میں نے یہی کیا۔ بعد کی باتیں تمہیں ارما اور کوپر سے معلوم ہوچکی ہوں
گی۔ بہرحال میں اس معاملے کی عالمی پبلسٹی چاہتا تھا اس لئے اتنے گھماؤ پھراؤ کے ساتھ
پُراسرار حالات میں سلومی کو خود سے الگ کردینے کی اسکیم بنائی تھی۔

''لیکن ارما تو تمہیں درندہ کہہ رہی تھی۔'' حمید بھنا کر بولا۔

''احمق ہے...... ناسمجھ ہے۔ وہ کیا جانے کہ پرسٹیج کیا چیز ہوتی ہے۔''

فریدی کا چہرہ سرخ ہوگیا لیکن وہ کچھ بولا نہیں۔

پھر زوپنڈیل کو بھی حوالات میں دے دیا گیا اور وہ پھر ارما کے پاس واپس آئے۔

''کیا میرے چچا نے اعتراف کرلیا۔'' اس نے فریدی سے پوچھا۔

''ہاں...... اس نے سب کچھ بتا دیا ہے۔ تم بہرحال اس سازش میں شریک تھیں۔''

''اور میں اس کی سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں۔ نہ مجھے خطاب کی ضرورت ہے اور نہ جائیداد کی۔ شاید سلومی کو بھی نہ ہو۔ لیکن جب اسے یہ معلوم ہوگا کہ وہ زوپنڈیل کی بیٹی نہیں ہے تو اس کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ اس مکار آدمی نے اسے ایسی محبت دی تھی جس کا جواب مشکل ہی سے مل سکے گا۔ اب میں سوچتی ہوں تو اپنے چچا کی اداکاری پر حیران رہ جاتی ہوں۔ اتنا زبردست کینہ دل میں چھپائے ہوئے ایسی والہانہ محبت کا مظاہرہ کرتا رہا۔ اب میں زندگی بھر سلومی کے لئے خون کے آنسو روتی رہوں گی۔ خان دارا کے قبضے میں رہ کر وہ اپنی قسمت پر شاکر ہو جاتی۔ اسے کبھی نہ معلوم ہوسکتا کہ وہ زوپنڈیل کی بیٹی نہیں ہے۔''

وہ پھر رونے لگی تھی۔ وہ دونوں اسے وہیں چھوڑ کر باہر آ گئے۔

''اب خان دارا کا کیا ہوگا۔''

''میں رپورٹ دے دوں گا۔ حکام بالا جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔ یقین کرو اگر وہ سلومی سے زبردستی میں کامیاب ہوگیا ہوتا تو میں اسے زندہ نہ چھوڑتا۔''

''سلومی......!'' حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔ ''کاش وہ مجھے مل سکتی۔ میں اسے اپنی بہن بنانے میں فخر محسوس کروں گا۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی زخمی شیر اپنے آس پاس کے پتھر تک چبا ڈالنا چاہتا ہو۔

حمید نے اس کا دھیان بٹانے کے لئے جھنجھنے کی بات چھیڑ دی اور اس نے کہا جب زوپنڈیل نے آسٹریلیا کا نام لیا تھا اسی وقت مجھے وہاں کے جنگلات میں پائی جانے والی گھاس یاد آئی تھی جس کی بو پر گھوڑے جان دیتے ہیں۔ میلوں دور سے اس کی بو پا کر اسی کی سمت دوڑتے چلے جاتے ہیں۔ وہاں کے قدیم قبائلی باشندے اسے جنگلی گھوڑے پکڑنے کے کام میں لاتے ہیں۔ پلاسٹک کے جھنجھنے کے اندر وہی گھاس رکھی گئی تھی۔

تاریکی چھٹ رہی تھی اور اجالا پھیل رہا تھا۔

حمید نے ٹھنڈی سانس لی اور جیب میں تمباکو کی پاؤچ ٹٹولنے لگا۔

تمام شد